



بَلِّغُوا عَنِّي وَاَوْآيَةَ

سراج المصدي

المسمى فصل الخطاب حصه اول و حصه دوم
انتخاب
احاديث مقدسه بمعه تشریح و توضیح

مؤلف

صاحبزاده محمد مطلوب الرسول نقشبندی مجددی قادری لثمی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ للہ شریف (ضلع جہلم)

بہ سعی حافظ گلزار حسین نقشبندی للہ شریف

جملہ حقوق محفوظ ہیں

فصل الخطاب حصہ اول و دوم اسمی سراج الہدیٰ	نام کتاب
صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول نقشبندی مجددی قادری لدھی	مؤلف
انتخاب حدیث مبارکہ	موضوع
محمود برادرز پرٹنگ پریس گوالمنڈی 'راولپنڈی	طباعت
ملک محمد عبدالقدوس آف راولپنڈی	{ کمپوزنگ بذریعہ کمپیوٹر
۱۰۰۰ جنوری ۱۹۹۸ء	پہلا ایڈیشن
۵۰۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء	دوسرا ایڈیشن
۵۰۰ ستمبر ۲۰۰۶ء	تیسرا ایڈیشن
ملک محمد عبدالقدوس آف راولپنڈی	طباعت و نگرانی
ملک عبدالقیوم آف راولپنڈی	ٹائٹل
300.0 روپے	حد یہ

ملنے کا پتہ

دربار عالیہ للہ شریف ضلع جہلم

ذاتِ اللّٰهِ الْحَمْدُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى حَبِيْبِكَ
 وَرَسُوْلِكَ اَطِيْبِ اَطِيْبِ اَطِيْبِ اَطِيْبِ اَطِيْبِ اَطِيْبِ
 وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ

بمصطفیٰؐ پر سارا خویش را کہ دین ہمہ اوست
 گر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

علامہ اقبالؒ

اُس مُحْسِنِ اِنْسَانِيَّتِ كَيْ نَامَا

جس کا وجود باجود باعثِ تخلیق کائنات ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم)

وَ اَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ

ثَمَانَ الْيَتْمَى عِصْمَةً لِلْاَرَامِلِ

وہ گورے مکھڑے والا
جس کے روئے زیبا کے
واسطے سے ابرِ رحمت کی
دعائیں مانگی جاتی ہیں
وہ - یتیموں کا سہارا
وہ - بیواؤں اور مسکینوں
کا سر پرست

بگیرم دامنِ آں سیدِ لولاک در محشر
کہ محشر برنتا بدنیم حسنِ نیم تابش را
شبے در خانہ زینِ آں امام الانبیاء آمد
قضا گیرد عنانش را قدر گیرد رکابش را

مولانا گرامی

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
5	درویش شریف	ا
6	انتساب	ب
7	فہرست مضامین	ج
23	حرف آغاز	د
27	پیش لفظ	ه
31	گزارش احوال	و
33	عرض حال	ز
﴿ حصہ اول ﴾		
37	دنیا کی حقیقت	ا
39	دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت	۲
41	دنیا سے رغبت کرنا ہلاکت ہے	۳
43	میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں	۴
45	اپنے اور وارثوں کے مال کی وضاحت	۵
46	انسان کا اصل مال وہ ہے جو کھالے یا صدقہ کرے	۶

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
48	غنی کا تعلق مال سے نہیں دل سے ہے	۷
51	اللہ تعالیٰ کا ابن آدم کو خطاب کہ میری عبادت کر میں تجھے غنی کر دوں گا	۸
53	پانچ چیزیں غنیمت ہیں پانچ چیزوں سے پہلے	۹
55	یہ دنیا مافیہا ملعون ہے سوائے عالم اور ذاکر کے	۱۰
56	اللہ کے نزدیک دنیا چھڑ کے پر کے برابر بھی نہیں ہے	۱۱
58	بھوکے بھڑیے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے ہیں جتنا مال کا حریص انسان پہنچاتا ہے	۱۲
59	مال جمع کرنے کے صرف دو مقصد ہیں	۱۳
61	دنیا میں ابن آدم کا حق کیا ہے ؟	۱۴
63	سرور کائنات ﷺ کا چٹائی پر سونا اور جسم پر نشان لگ جانا	۱۵
65	سرور کائنات ﷺ کو بطحا وادی سونے کی بنا دینے کی پیشکش	۱۶
67	قیامت کے دن بندے سے پانچ سوالات پوچھے جائیں گے؟	۱۷
69	دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے دل میں حکمت آ جاتی ہے	۱۸
71	دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا	۱۹
72	حضور انور ﷺ نے فرمایا مجھے مال جمع کرنے کی وحی نہیں کی گئی	۲۰
74	جب بندے کے مال میں بے برکتی دی جاتی ہے تو وہ مال پانی اور مٹی میں لگا دیتا ہے	۲۱
75	دنیا کا مال کس کا ہے اور جمع کون کرتا ہے ؟	۲۲
77	حضور انور ﷺ کا امت پر خوف 'نفسانی خواہش اور لمبی امیدیں	۲۳

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
80	دو فرشتوں کی منادی جو انسان اور جن کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے	۲۴
82	میت جب قبر میں جاتا ہے تو فرشتے اور انسان کہتے ہیں	۲۵
83	انسان میں چار خوبیاں ہوں تو کوئی حرج نہیں	۲۶
84	حضرت معاذ ابن جبلؓ کو حضور ﷺ کی وصیت	۲۷
87	سینہ میں نور کے داخلہ کی نشانی	۲۸
89	جب کوئی بندہ کم بولتا ہے تو اس سے قرب حاصل کرو	۲۹
90	بہت سے پریشان حال لوگ اللہ پر قسم کھالیں تو وہ پوری کر دے	۳۰
92	حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم کو ضعفاء کی وجہ سے روزی ملتی ہے	۳۱
94	جنت میں زیادہ تر فقراء اور جہنم میں زیادہ تر عورتیں ہوں گی	۳۲
96	حضرت عمرؓ کا نبی کریم ﷺ سے سوال اور جواب حضور ﷺ کا	۳۳
99	انسان کو ہمیشہ اپنے سے کم ترکودیکھنا چاہئے	۳۴
101	حضور ﷺ نے فرمایا مجھے کمزوروں میں تلاش کرو	۳۵
104	نبی کریم ﷺ فقراء مہاجرین کے توسل سے فتح مانگتے تھے	۳۶
106	دنیا مومن کا قید خانہ ہے	۳۷
108	حضرت بلالؓ اور حضور ﷺ کے تیس دن ایسے گزرے کہ کھانا نہ کھایا	۳۸
111	جس میں دو عادتیں ہوں وہ صابر اور شاکر ہے	۳۹
113	حضرت ابو ذرؓ کو کن سات چیزوں کا اپنے محبوب سے حکم ملا	۴۰
116	حضرت معاذؓ کو عیش پسندی سے منع کیا گیا	۴۱
118	جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہو اللہ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوتا ہے	۴۲
119	مغلس اگر اپنے افلاس کو چھپانے تو اللہ حلال روزی دیتا ہے	۴۳

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
120	انسان بوڑھا ہو جاتا ہے جبکہ اس کی دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں	۴۴
122	بوڑھے کا دل دو چیزوں سے جوان رہتا ہے	۴۵
123	اللہ تعالیٰ بوڑھے بندے کو معذور رکھتا ہے	۴۶
125	انسان مال کا سخت حریص ہے	۴۷
127	حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوگی	۴۸
128	وہ آدمی اچھا ہے جس کی عمر بھی لمبی ہو اور عمل بھی اچھے ہوں	۴۹
130	زیادہ عبادت والا شہادت یا شہید کا درجہ پالیتا ہے	۵۰
132	حضور ﷺ کا تین باتوں پر قسم کھانا	۵۱
135	موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق	۵۲
137	ساٹھ سال کی عمر والے کو بلاوا	۵۳
138	دو شہیدوں سے زیادہ بستر پر مرنے والے کی فضیلت	۵۴
141	قیامت کو لمبی عمر والے بھی عبادت کو تھوڑی سمجھیں گے	۵۵
142	دنیا ذلیل ہے ایک عجیب مثال	۵۶
144	مسلمان پر تعجب ہے ہر معاملہ میں	۵۷
146	اللہ پر توکل کا عجیب فرمان	۵۸
148	زہد و تقویٰ کا عجیب مفہوم	۵۹
150	ابن آدم کی سعادت اور شقاوت کیا ہے ؟	۶۰
151	لوگ اگر جان لیں تو یہ ایک آیت ہی کافی ہے	۶۱

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
153	ایک بھائی کو دوسرے بھائی پر شکایت	۶۲
155	نبوت ﷺ کا حوصلہ اور دل و جگر	۶۳
156	ریا کاری کا عمل	۶۴
158	مومن کے اچھے کام پر لوگوں کی تعریف کرنا	۶۵
159	نیکی کا دار و مدار نیت پر ہے	۶۶
161	انسان کے لئے شر کیا ہے؟	۶۷
163	تھوڑی سی ریا کاری بھی شرک ہے	۶۸
166	عبادت کرتے ہوئے اگر کوئی دیکھ لے تو کیا حکم ہے	۶۹
169	ریا کاری کا ہر کام شرک ہے	۷۰
170	خفیہ شرک کیا ہے؟	۷۱
172	عمل خالص کی عجیب مثال	۷۲
174	جنتی لوگ کون ہیں؟	۷۳
176	غرور و تکبر کی عجیب وضاحت	۷۴
178	کون سے تین آدمیوں پر اللہ کا غصہ	۷۵
180	تواضع کی تعریف	۷۶
182	ہلاکت اور نجات کا وضاحتی بیان	۷۷
184	مفلس اور کنگال کون ہے؟	۷۸
186	قیامت میں بدترین درجے والا کون ہوگا؟	۷۹
187	مظلوم کی بدعا کی مقبولیت	۸۰
188	خوش اخلاقی کا درجہ	۸۱

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
190	جھوٹی باتوں کی وضاحت۔ جھوٹ کیا ہے کیا نہیں؟	۸۲
192	محض اللہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کا درجہ	۸۳
194	ایک شخص کا سوال کہ قیامت کب آئے گی؟	۸۴
197	بعض بندوں پر انبیاء اور شہداء کا رشک کرنا	۸۵
200	اللہ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟	۸۶
201	بندے کے ساتھ ستر ہزار فرشتے کب جاتے ہیں؟	۸۷
204	دوڑ کیوں کی کفالت کا درجہ	۸۸
205	یتیم کی کفالت کرنے والا حضور ﷺ کے ساتھ ہوگا	۸۹
206	تین جنتی اور پانچ دوزخی	۹۰
209	اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے	۹۱
210	جبرائیل علیہ السلام کی پڑوسی کے بارے میں وضاحت	۹۲
211	بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کا احترام	۹۳
213	مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے	۹۴
215	اندھے کے لئے خوش خبری، یتیم کی کفالت کرنے والا جنتی اور حضور ﷺ کا مختار ہونا	۹۵
218	کسی کی غیبت کا دفاع کرنا کیسا عمل ہے؟	۹۶
219	بہترین ساتھی کون ہے؟	۹۷
221	نیکی اور بُرائی میں تمیز کیسے ہو؟	۹۸

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
222	حضور انور ﷺ کے وضو کا غسالہ (بچا کھچا) صحابہؓ کا اپنے اوپر مانا	۹۹
225	دو عورتیں ایک جنتی دوسری دوزخی	۱۰۰
227	حضور ﷺ کا ایتھے اور برے کی خبر دینا	۱۰۱
229	بہترین صدقہ کیا ہے ؟	۱۰۲
230	ماں سے حسن سلوک	۱۰۳
232	والدین کی خدمت سے جنت کا حصول	۱۰۴
234	اپنے انساب کو یاد رکھنا اور رشتے جوڑنا	۱۰۵
235	صلہء رحمی کرنے والا کون ہے ؟	۱۰۶
237	قربت داروں کی بے رخی پران سے تعلق جوڑنا	۱۰۷
239	اگر ماں نہ ہو تو خالہ اس کی قائم مقام ہے	۱۰۸
240	والدین کی موت کے بعد ان کا حق	۱۰۹
243	والدین کے نافرمان کے لئے عجب عمل ان کی وفات کے بعد	۱۱۰
244	حج مقبول کا ثواب کیسے حاصل ہو ؟	۱۱۱
246	فرمان رسول کریم ﷺ کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں	۱۱۲
248	جو کسی کو کافر کہے اور وہ نہ ہو تو کفر اسی پر لوٹ آتا ہے	۱۱۳
249	نسب کسی کی فضیلت یا گالی کا سبب نہیں	۱۱۴
251	ایک صحابی سے حضور ﷺ کا خوش طبعی فرمانا	۱۱۵
255	حضرت عائشہؓ کا حضور ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنا	۱۱۶
257	منہ پر تعریف کرنے کی مہمومت	۱۱۷
259	غیبت اور بہتان میں فرق	۱۱۸

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
261	خفیہ گناہ کو شہرت دینا کیسا ہے ؟	۱۱۹
262	اس دنیا میں جنتی ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا	۱۲۰
264	اللہ کی رحمت میں صرف اپنے کو شریک کرنا ناپسندیدہ ہے	۱۲۱
265	بڑے آدمی کے ساتھ حضور ﷺ کا خندہ پیشانی سے پیش آنا	۱۲۲
268	اللہ کے بہترین اور بدترین بندے کون ہیں ؟	۱۲۳
271	غیبت کا کفارہ	۱۲۴
272	ایک صحابیؓ کا حضور ﷺ سے قصاص طلب کرنا	۱۲۵
275	جو شر کے زمانہ میں خلوت نشین ہو گا وہ پچاس صحابہ کرامؓ کے عمل کے برابر ثواب لے گا	۱۲۶
277	صحابہ کرامؓ کا حضور ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا	۱۲۷
279	نماز فجر کے بعد اپنے مصالے سے دیر سے اٹھنا کیسا عمل ہے ؟	۱۲۸
281	جبرائیل علیہ السلام کی مدد حضرت حسان کے ساتھ	۱۲۹
283	اپنے انجام کی خبر کسے ہے اس کی تشریح	۱۳۰
284	بلی کی وجہ سے عورت عذاب میں مبتلا ہو گئی	۱۳۱
287	بندہ جس عمل یا عقیدہ پر مرے گا اسی پر حشر ہوگا	۱۳۲
289	فرمان نبوی ﷺ کہ میں وہ کچھ دیکھتا سنتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے سنتے	۱۳۳
292	تقویٰ انسان کو عمل پر ابھارتا ہے	۱۳۴
294	حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بوڑھے ہو گئے	۱۳۵

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
296	کون سے تین قسم کے لوگ سایہ عرش میں رہیں گے ؟	۱۳۶
296	جنت میں چار چیزیں جنت سے بہتر ہیں	۱۳۷
298	حضور ﷺ اور صحابہؓ کی کانفرنس جس میں جبرائیل اور اللہ بھی شریک ہوئے	۱۳۸
300	قیامت میں سات لوگوں کو عرش کا سایہ ملے گا	۱۳۹
302	جبرائیل علیہ السلام کی وصیتیں	۱۴۰
303	جبرائیل کا یہ وصایا من جانب اللہ ہے اپنی طرف سے نہیں	۱۴۱
306	حضور ﷺ کا خطبہ میں قیامت تک ہر چیز کا پتہ دینا	۱۴۲
308	آ خر زمانہ میں فتنہ کا ظہور	۱۴۳
310	فتنہ کی نشانی ، آ خر زمانہ میں قتل عام	۱۴۴
311	جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا حضور ﷺ کا فرمان	۱۴۵
314	جس نے مجھے خواب میں دیکھا گویا اس نے بیداری میں دیکھا	۱۴۶
316	ایک گناہ گار کا جنازہ سر کا ﷺ نے پڑھایا اور جنت کی خوشخبری دی	۱۴۷
320	نجات ہلاکت اور درجات و کفارات کا بیان	۱۴۸
322	پانچ چیزوں کی توفیق ہو تو پانچ دوسری بھی مل جاتی ہیں	۱۴۹
323	اگر غیبت کے دعویٰ کی فکر نہ ہوتی تو پانچ کو جنت کی بشارت دے دیتا	۱۵۰
﴿ حصہ دوم ﴾		
327	مقدمتہ الکتاب	الف
337	عرض حال	ب
341	ضداد ازوی کا عجیب واقعہ اور قبول اسلام	۱
347	رسول اللہ ﷺ کا اپنی زندگی میں خود اپنے کام آنا	۲

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
349	حضرت انسؓ اپنی خدمت بیان کرتے ہیں	۳
351	ایک سوالی کو رسول اللہ ﷺ نے تمام بکریاں عنایت کر دیں	۴
355	حضرت انسؓ پر حضور ﷺ کی شفقت	۵
358	ایک یہودی بچے کی خدمت اور اس کا ایمان	۶
362	رسول اللہ ﷺ کا بچوں پر شفقت فرمانا	۷
365	رسول اللہ ﷺ کے پسینہ اطہر کی خوشبو	۸
368	ایک وعظ میں رسول اللہ ﷺ نے ساری غیبی خبریں سنا دیں	۹
371	جنت و دوزخ کا مناظرہ	۱۰
376	اللہ کی راہ میں چلنے والوں کا ذکر	۱۱
379	جنت ایک نعمت ہے جو ہمارے وہم سے وراء ہے	۱۲
381	نیک بندوں کی شفاعت کا ذکر	۱۳
383	جنت میں داخلہ کی تعداد	۱۴
387	ایک گنہگار کی صرف کلمہ شہادت پر بخشش؟	۱۵
391	جنت میں بغیر حساب کے داخلہ؟	۱۶
394	مومن کی بخشش اور کفار پر عتاب؟	۱۷
397	دنیا کے زوال کی علامات؟	۱۸
401	قیامت کیسے وقت میں آئے گی؟	۱۹
402	بجیرہ راہب کا واقعہ حضور ﷺ کو حجر و شجر کا سلام	۲۰

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
406	ستونِ حنّانہ کا ذکر اور اس کا رونا	۲۱
411	رسول اللہ ﷺ کی دُعا سے ایک ہفتہ تک بارش کا برسا	۲۲
416	سخت قحط کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت	۲۳
419	صحابی اور تابعی کو آگ مس نہیں کر سکتی	۲۴
421	حضرت ابو بکر صدیق کی رفعتِ شانِ ملا حظہ ہو	۲۵
425	حضور ﷺ نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں فرمایا کہ انکار پر عذاب آ جائے	۲۶
428	ایک شخص کا سوال کہ ایمان کیا ہے ؟	۲۷
429	وسوسہ کے متعلق عجیب وضاحت ؟	۲۸
431	نماز میں وہم آنا اور اس کا علاج ؟	۲۹
432	گناہِ کبیرہ چار ہیں	۳۰
434	جنت اور دوزخ والوں کا فیصلہ ہو چکا ہے	۳۱
439	مومن اور منافق سے منکر نکیر کے سوال و جواب	۳۲
447	دُعاے مغفرتِ دُفن کے بعد	۳۳
449	جنتی کون ہوتا ہے ؟	۳۴
450	آخری زمانے والوں کو نجات کی خوش خبری	۳۵
452	ہدایت پر اجر اور ضلالت پر گناہ	۳۶
453	دو چیزوں پر حسد کرنا جائز ہے ؟	۳۷
455	موت کے بعد تین عمل باقی رہ جاتے ہیں ؟	۳۸
457	درس و تدریس کی فضیلت اور غم و مصیبت سے نجات ؟	۳۹
461	طلبِ علم اور عالم کی فضیلت ؟	۴۰

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
467	اللہ تعالیٰ ہر سو سال بعد مجدّد بھیجتا ہے	۴۱
468	وہ صدقاتِ جاریہ جو موت کے بعد کام آتے ہیں؟	۴۲
470	ایک ساعت کا درس تمام رات کی عبادت سے بہتر ہے	۴۳
472	عالم کی عابد پر فضیلت حضور ﷺ کا فرمان	۴۴
474	چالیس احادیث یاد کرنے پر حضور ﷺ کی شفاعت	۴۵
476	وہ عالم جو اپنے علم سے نفع نہ اٹھائے	۴۶
477	علم دو ہیں۔ قلبی اور لسانی	۴۷
478	حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ سے علم کے دو برتن حاصل کئے	۴۸
481	جو علم کے لئے گھر سے نکلے وہ اللہ کی راہ میں ہے	۴۹
482	کوئی چیز گناہ مٹاتی ہے اور درجے بلند کرتی ہے؟	۵۰
484	قیامت میں حضور ﷺ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟	۵۱
490	قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا	۵۲
491	مبشرات کی تشریح	۵۳
493	حضور ﷺ کا کنیت سے منع فرمانا	۵۴
495	اذان کا جواب اور حضور ﷺ کے لئے وسیلے کی دُعا	۵۵
499	اذان کی اجرت لینے سے منع فرمانا	۵۶
501	حضور ﷺ نے اپنے علم کلمی کی تشریح فرمائی	۵۷
504	حضرت بلالؓ کا حضور ﷺ کے وضو کا پانی پینا اور جماعت کے آگے	۵۸

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
	سے گزرنے کا حکم	
508	حضرت معاذؓ کو حضور ﷺ کا تنبیہ کرنا کہ نماز ہلکی پڑھائیں	۵۹
513	حضرت ربیعہؓ کو حضور ﷺ کا حکم کہ مانگ جو مانگنا ہے؟	۶۰
518	اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ	۶۱
519	دو شخصیتوں کے لئے حضور ﷺ کی بددعا	۶۲
521	صبح کی نماز سفیدی میں پڑھنے کا اجر عظیم	۶۳
526	امام کو جماعت میں تخفیف کا حکم	۶۴
529	حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو حضور ﷺ کا حکم ذکر جہر و خفی کی تشریح	۶۵
533	رات کے آخری حصہ میں نماز اور ذکر کی فضیلت	۶۶
536	رسول اللہ ﷺ کا رات کی نماز کی ترغیب دینا	۶۷
539	صبح بیدار ہوتے ہی ذکر اور اس کی قبولیت	۶۸
542	حضرت ابو ہریرہؓ کو تین باتوں کی وصیت	۶۹
544	جمعہ کی فضیلت اور انبیاء کے جسم سلامت رہنا	۷۰
549	بیناؤں کے لئے جنت کی بشارت	۷۱
551	اللہ تعالیٰ کا بندے سے قیامت کو تین سوال کرنا	۷۲
554	بیماری میں تندرستی والے اعمال لکھے جانا	۷۳
556	جسمانی بیماری میں مومن کا پورا عمل لکھے جانا	۷۴
557	بیماری سے مومن کے درجات بلند ہوتے ہیں	۷۵
559	حضور ﷺ کا آخری بیماری میں قلم دوات طلب کرنا اور اختلاف	۷۶
567	میت کے لئے مسلمانوں کی شفاعت قبول ہے	۷۷

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
563	میت کے گھر والوں کے لئے کھانا بھیجنا ؟	۷۸
565	مسکین کی عجب تشریح ؟	۷۹
567	نیک کام پر معاوضہ لینا جائز ہے	۸۰
570	ماں کے مرنے پر سعد بن عبادہؓ کا حضور سے سوال کرنا کہ ان کے لئے کیا صدقہ کروں ؟	۸۱
575	ازواجِ مطہرات نے بکری کا گوشت خیرات کیا اور حضور ﷺ کا ارشاد	۸۲
576	اللہ تعالیٰ تین لوگوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض ہوتا ہے	۸۳
581	صوم وصال سے صحابہؓ کو منع کرنا کہ تم میری مثل نہیں ہو	۸۴
585	روزہ کے متعلق حضور ﷺ کا وضاحتی حکم	۸۵
588	اللہ کی حمد اور پھر صلوٰۃ و سلام کے بعد دعا قبول ہو جاتی ہے	۸۶
591	حضرت اُمّ ہانیؓ کا حضور ﷺ کا جوٹھا پینے کے لئے روزہ توڑ دینا	۸۷
594	سورۃ حشر کی آخری تین آیات کا درجہ اور ثواب	۸۸
596	کاتب لکھتے ہوئے قلم کہاں رکھے ؟	۸۹
599	حضرت عکرم بن ابو جہل کا ایمان لانا	۹۰
601	قیامِ تعظیسی کرانا منع ہے	۹۱
602	خوشامدی قصیدہ پڑھ کر انعام لینا	۹۲
603	کلام سے متعلقہ فرمانِ عالی	۹۳
605	قیامت میں وگوں میں کون بُرا ہوگا ؟	۹۴

صفحہ نمبر	مضمون	حدیث نمبر
606	حضور ﷺ نے ایک شخص کے ساتھ وعدہ فرمایا ؟	۹۵
608	وعدہ کرنے کے احکام ؟	۹۶
610	پندے رکھنے یا پالنے کا حکم ؟	۹۷
611	ایک بڑھیا سے حضور ﷺ کا مذاق کرنا کہ کوئی بوڑھا جنت میں نہ جائیگا	۹۸
613	مسلمان کی خیر خواہی کرنا	۹۹
615	غیبت کے متعلقہ ضروری احکام ؟	۱۰۰
616	اللہ کی راہ میں محبت کرنے والوں کا انجام ؟	۱۰۱
618	لوگوں میں صلح کرانے کا درجہ ثواب نماز روزہ سے بڑھ کر ہے	۱۰۲
620	قیامت کے دن عقل کے مطابق ہی بدلہ ملے گا	۱۰۳
622	عقل کی دو اقسام ہیں	۱۰۴
624	خوش حالی کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے ؟	۱۰۵
626	زرمی اور سختی کی عجیب شرح ؟	۱۰۶
628	یہود و نصاریٰ کی اتباع کی پیشینگوئی ؟	۱۰۷
630	مشورہ کی اہمیت اور سیاسی حالات کی پیشینگوئی ؟	۱۰۸
633	مسلمانوں کی بزدلی اور سیاسی حالات بدل جانے کی پیشینگوئی ؟	۱۰۹
636	نماز یا کسی نیکی کا ثواب بخشا جائز ہے	۱۱۰



98192

حرف آغاز

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

کوہستان نمک جہاں اس خطہ اراضی کے باسیوں کو بے پناہ معدنی دولت سے نوازا رہا ہے اور پانی جیسی نعمت عظمیٰ کے بے شمار چشمے ان کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ اس کے دامن میں دریائے جہلم کے شمالی کنارے پر واقع ضلع جہلم کا دور افتادہ قصبہ اللہ شریف (تحصیل پنڈدادن خان) میں نسبت نقشبندی سے مشرف ایک علمی و روحانی خانوادہ جسے چشمہ علم و تصوف کہنا بے جا نہ ہوگا۔ مدت سے تشنگان علم و تصوف کی پیاس بجھا رہا ہے اور روحانیت کی ترویج اور مسلمانان خطہ کی فکری و علمی تربیت میں مصروف ہے۔ اپنی آبائی روایات کے تتبع میں تواضع و خودداری عزم و استقامت کے ساتھ خدمت دین متین اور خدمت خلق میں مشغول ہے۔ اس معروف علمی خانوادے میں تحقیقی و فکری شخصیات کی موجودگی جنہوں نے ملی علوم میں فضیلت اور روحانی اعتبار سے جس رفعت کو چھوا وہ اس کے مقام کو میسر و ممتاز کرتی ہے۔ اس خاندان سے تعلق رکھنے والے مردِ حق آگاہ اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی للہی قدس سرہ آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

اس خاندان کے چشم و چراغ صاحب سجادہ شیخ المشائخ حضرت صاحبزادہ الحاج حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب مدظلہ العالی۔ تحریر کے ذریعے بھی اسلام اور قرآنی تعلیمات کی اشاعت و تبلیغ اور تصوف و علم کے انوار سے لوگوں کے قلوب منور کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کفر و الحاد نے ابتداء ہی سے اسلامی تعلیمات کا پوری قوت سے مقابلہ کیا، لیکن تمام تر کوشش کے باوجود وہ اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کا انداز فکر و عمل فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ صوفیاء کی تعلیم اور انکی فکر عشق رسول ﷺ سے کس قدر لبریز ہے۔ کسی بھی اہل علم و تصوف سے مخفی نہیں۔

۱۵ جولائی ۱۹۹۷ء کو موضع کھوکھر زیر میں زیارت و ملاقات شیخ المشائخ قبلہ حضرت حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ لہ شریف کے لئے گیا۔ دوران ملاقات حضرت قبلہ صاحب نے فرمایا کہ میں انتخاب احادیث ﷺ کی ایک کتاب مرتب کر رہا ہوں جس میں احادیث کی تشریح و تفسیر لکھ رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے زیارت بھی کرائی اور احادیث اور ان کی شرح دکھائیں۔ ساتھ ہی مجھ ناچیز کو حکم دیا کہ مذکور کتاب کی تقدیم و تعارف لکھوں۔ یہ محترم قبلہ حضرت صاحب کی نظر توجہ ہی ہو سکتی ہے ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ مقام اللہ اللہ

میری کیا بساط کہ ان کی فکری، تحقیقی، علمی اور فقہی نگارشات پر رائے زنی کروں۔ قبلہ حضور نے علم حدیث کے مختلف موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے تا کہ قارئین کو حدیث پاک کی علی وجہ البصیرت معرفت حاصل ہو سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ احادیث کی جو شرح و تفسیر بیان کی گئی

ہے وہ ایک عالم کی علمی کاوش نہیں بلکہ ایک عارف کی قلبی واردات کا تذکرہ ہے۔ آپ کی تحریروں کے مطالعہ کے بعد اکثر اہل علم حضرات نے اعتدال پسندی اثباتی اور مدلل انداز تحریر کو پسند کیا۔ اور داد دی۔ میرے نزدیک یہ ایک انتہائی اہم کام ہے۔ اس مبارک اور جلیل القدر کام کے لئے یقیناً قبلہ حضور جیسے عظیم المرتبت افراد ہی کام آسکتے ہیں۔ جن کے ظاہر و باطن سے حضور انور ﷺ کی عقیدت و محبت کی معطر اور مطہر خوشبو آئے اور جن کی ہستی ایک عالم کے لئے مشعل راہ ہو اور زندگی کے ہر طبقہ فکر میں جن کے عقیدت و ارادت منداپنے فکر و عمل کے ذریعے لوگوں کے قلوب و اذہان میں احادیث نبوی ﷺ کے فہم و ادراک کی روشنی اتارنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کے وسیع حلقہ ارادت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی یہ بلند پایہ علمی و تحقیقی کاوش ایک روحانی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

رب کائنات سے میری یہ دعا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اس کاوش کو

شرف قبولیت بخشے (آمین)

حافظ عبدالحکیم نقشبندی

خطیب جامع مسجد حیات النبیؐ

لائسن پارک چکوال

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پرسوز و درد مند قلوب ذکر حبیب سے کم نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے نزدیک شروع ہی سے قرآن پاک اور حدیث شریف مرغوب ترین موضوع سخن رہے ہیں۔ دراصل عشاق کے لئے اپنے محبوب کے ذکر سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز پسندیدہ ہو ہی نہیں سکتی۔ مولانا چراغ حسن حسرت نے اسی لئے کہا تھا

آؤ حُسنِ یار کی باتیں کریں
زُلف کی زُخار کی باتیں کریں

مولانا عبدالرحمن جامی نقشبندی قدس سرہ العزیز جن کو نبی کریم ﷺ کے عاشق صادق ہونے کی سند تاریخی لحاظ سے خود دربار رسالت ﷺ سے ملی تھی ایک ہدیہ عقیدت میں کہتے ہیں کہ دراصل خوش قسمت مقامات تو وہ ہیں جہاں اس مقدس ترین ہستی ﷺ کے مبارک ذکر کی گونج برقرار ہے۔

خوشا مسجد و منبر و خانقاہ ہے
کہ دروے بود قیل و قال محمدؐ

برادر مکرم صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب نے برس ہا برس سے حدیث پاک کی تدریس خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور الحمد للہ کہ متعدد طلباء علم کے اس چشمہ سے سیراب و فیض یاب ہو چکے ہیں۔ لیکن نہایت خوش آئند اور لائق تحسین امر یہ ہے کہ انہوں نے اس چشمہ فیض کو صرف درس و تدریس تک محدود رکھنے کا معمول ترک کر کے اس کا دائرہ وسیع تر کرنے کا پروگرام بنایا ہے چنانچہ انہوں نے عربی میں حدیث پاک کی ضخیم کتابوں سے براہ راست مستفیض ہونے کی سکت نہ رکھنے والے اصحاب کے لئے عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق کتب احادیث میں سے بعض احادیث کا انتخاب کیا اور زیر نظر تالیف میں متن کے ساتھ ان کا سلیس ترجمہ درج کرنے کے علاوہ وضاحت طلب مقامات کی تشریح و توضیح بھی کر دی۔

اس مستحسن کاوش سے اس طرح انہوں نے ایک فراموش شدہ مگر بنیادی ضرورت کی طرف متوجہ ہو کر عام المسلمین کی بیش بہا خدمت سرانجام دی تو دوسری طرف ذکر حبیب پاک ﷺ سے طمانیت قلب کا سامان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مقام میں ارتقاع کی کامیاب سبیل بھی پیدا کی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مکتب عشق کا دستور عام و دساتیر سے ماوراء اپنی الگ روایات کا حامل ہے۔ اس میں سبق یاد کرنے والے کے نصیب میں چھٹی کہاں؟ نتیجتاً اس ذکر و افکار سے سوز عشق کا فزوں تر ہونا ایک فطری امر ہے اور پھر اس کی انتہا کسی کو بھی معلوم نہیں۔

”ارمغان حجاز“ میں حضرت علامہ نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اطہر میں پیش کیا اور نہایت درد آلودہ لہجہ میں عرض پر واز ہوئے کہ :-

”یا رسول اللہ ﷺ معلوم نہیں میرا دل کس کے رُخ انور کی جلوہ افروزی کا قتل ہے

کہ اس کو کسی بھی پل چین نصیب نہیں۔ میں اس کو صحرا کی وسعتوں میں لے گیا تاکہ یہ تسکین پاسکے
مگر وہاں اس کی افسردگی میں اضافہ ہو گیا اور جب میں نے آب جو کی روانی سے اسے بہلانا چاہا
تو یہ زار و قطار رو پڑا۔“

ندانم	دل	شہید	جلوہ	کیست
نصیب	او	قرار	یک	نفس نیست
بھرا	مردم	و	افسردہ	تر گشت
کنار	آب	جوئے	زار	بگریست

مقصود الرسول

للہ شریف ضلع جہلم

(چکوال مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۹۷ء)

گزارش احوال

اسلام کا تحریکی شعور برابر اس ضرورت کا احساس دلا رہا تھا کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان اور انسانیت کے سب سے بڑے محسن حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے اقوال و ارشادات سے خوشہ چینی کر کے عہد حاضر کے عَامَّةُ الْمُسْلِمِينَ کو حضور ﷺ کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔

احادیثِ مقدّسہ کی ضخیم کتابوں کا مطالعہ اور ان سے استفادہ کرنا آج کے اس مصروف دور میں عام لوگوں کے بس کی بات نہ تھی کہ وہ اس سے اپنے قلوب کو روشنی اور اذہان کو جلا دے سکیں۔ آسانی کی خاطر نہایت ہی اختصار کے ساتھ میں نے بعض کتابوں سے خوشہ چینی کی اور چند فرمودات کو زیہ پ قرطاس کیا۔

یہ ضرورت تو اپنے ہم مسلک بزرگوں اور رفیقوں کی طرح ہمیشہ میرے سامنے رہی لیکن اپنے متعلق یہ گمان بھی نہ گزرا تھا کہ اس میدان میں کوئی مفید خدمت سرانجام دے سکوں گا یہ جو کچھ میں تیار کر کے پیش کر سکا ہوں یہ محض توفیق الہی کا ظہور ہے اور اس بے کس نواز کی نظر عنایت ہے۔

پاسبانِ من عنایاتِ وے است

اور حقیقت یہ ہے کہ

کہاں میں اور کہاں یہ نگہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

اس کتاب کے مطالعہ سے حضور ﷺ کے اقوال زریں پر ایک اجمالی نظر ہو جاتی ہے اور مختلف شعبہ زندگی کے حالات اس ترتیب سے سامنے آتے ہیں کہ دینی ذوق سے بہرہ ور حضرات یہ محسوس کرتے ہیں کہ گویا یہی ہماری ضرورت تھی۔ انشاء اللہ جب کسی اپنے بندے کو اللہ تعالیٰ توفیق دے گا تو ایمان و کردار کی ایک روح اپنے اندر محسوس کرے گا۔

یہ حصہ اول ہے اس میں احادیثِ مقدسہ کی مستند کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے جو کہ مسلمہ شارحین کی آرا سے مزین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ذرہ بے مقدار کی کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہمیں ہدایت سے نوازے اور یہ ہماری نجاتِ اخروی کا سامان ہو۔ آمین

آخر میں حافظ گلزار حسین آف اللہ شریف کی ہمت و سعی کا نہایت ممنون ہوں کہ انہوں نے ہر قسم کے قلمی اور ادبی تعاون سے میرے کام کو آسان کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

محمد مطلوب الرسول للہی

للہ شریف

۲۵ ستمبر ۱۹۹۷ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حدیث نمبر :- ۱

دنیا کی حقیقت

عَنِ الْمَسْنُورِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَاللَّهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ -

(رواه مسلم) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت مسنور دین شداد سے فرماتے ہیں ' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ کی قسم ' نہیں ہے دنیا ' آخرت کے مقابل مگر ایسی جینے میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے ' پھر دیکھے کہ انگلی کتنا پانی لے کر لوٹتی ہے ؟

(مسلم)

تشریح :-

آپ بہت کم سن صحابی ہیں ، حضور ﷺ کی وفات کے وقت بالکل نو عمر تھے مگر حضور ﷺ کا کلام یاد رکھا اور روایت کیا۔ مصر میں قیام رہا۔

(اکمال ، اشعۃ)

یہ فقط سمجھانے کے لئے ہے ورنہ فانی اور متناہی کو باقی ، غیر فانی سے وجہ نسبت بھی نہیں جو بھیگی انگلی کی تری کو سمندر سے ہے۔ خیال رہے دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔ عاقل ، عارف کی دنیا تو کھیتی ہے۔ اس کی دنیا بہت ہی عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے جو وہ نام و نمود کے لئے کرتا ہے۔ عاقل کا کھانا ، پینا ، سونا ، جاگنا بلکہ جینا مرنا بھی دین ہے کہ حضور ﷺ کی سنت ہے۔ مسلمان اس لئے کھائے پیئے ، سوئے جاگے کہ یہ حضور ﷺ کی سنتیں ہیں۔

حیاء الدنیا اور چیز ہے - حیاء فی الدنیا اور چیز ہے اور حیاء للدنیا کچھ اور۔ یعنی دنیا کی زندگی ، دنیا میں زندگی ، دنیا کے لئے زندگی ، جو زندگی دنیا میں ہو مگر آخرت کے لئے ہو دنیا کے لئے نہ ہو وہ مبارک ہے۔
مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

آب در کشتی ہلاک کشتی است
آب اندر زیر کشتی کشتی است

ترجمہ :- کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے اور اگر دریا کشتی میں آ جائے تو

ہلاکت ہے۔

مومن کا دل مال و اولاد میں رہنا چاہئے مگر دل میں اللہ و رسول ﷺ کے سوا
کچھ نہ رہنا ضروری ہے۔
(مرات)

رابع حضرت للہی جب کسی کو خلافت سے نوازتے تو چند نصائح کے ساتھ یہ شعر
بھی لکھ دیتے۔

نمی گویم کہ از عالم جدا باش
بہر جائے کہ باشی با خدا باش

ترجمہ :- میں نہیں کہتا کہ دنیا سے جدا رہو۔ تم جہاں بھی رہو خدا کے ساتھ رہو
تو دل لگا کر خدا خدا کر جو رہا ہے وہ ہو کر رہیگا۔

حدیث نمبر :- ۲

دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں 'فرمایا رسول اللہ
ﷺ نے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت۔
(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح :-

دنیا کے معنی ابھی عرض کر دئے گئے ہیں - صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا دار کو تمام جہاں کے مرشد ہدایت نہیں دے سکتے - تارک الدنیا دین دار کو سارے شیاطین مل کر گمراہ نہیں کر سکتے - دنیا دار دینی کام بھی کرتا ہے تو دنیا کے لئے اور دین دار دنیاوی کام بھی کرتا ہے تو دین کے لئے -

مومن دنیا میں کتنا ہی آرام میں ہو مگر اس کے لئے آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا جیل خانہ ہے جس میں وہ دل نہیں لگاتا - جیل اگرچہ اے کلاس ہو پھر بھی جیل ہے - اور کافر خواہ کتنی ہی تکلیف میں ہو 'مگر آخرت کے عذاب کے مقابل اس کے لئے دنیا باغ اور جنت ہے' یہاں دل لگا کر رہتا ہے -

لہذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مومن دنیا میں آرام سے رہتے ہیں اور بعض کافر تکلیف میں -
(مرات)

ایک روایت میں ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا 'اے ابوذر' دنیا مومن کی جیل ہے اور قبر اس کے چھٹکارے کی جگہ - جنت اس کے رہنے کا مقام ہے - اور دنیا کافر کے لئے جنت ہے 'موت اس کی پکڑ کا دن اور دوزخ اس کا ٹھکانہ -
(مرقات)

دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے -

علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ مومن کو دنیا میں حرام شہوات کو پورا کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور اسے سخت و مشکل عبادات کا مکلف کیا جاتا ہے - جب وہ مرجاتا ہے تو وہ اس مشقت سے آزاد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ

انے جو اس کے لئے دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں انکی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اور کافر کے لئے جو بھی عیش و آرام ہے وہ دنیا میں ہے ' آخرت میں اس کے لئے دائمی عذاب ہوگا۔

سراج الملوک میں مذکور ہے کہ ایک پریشان حال بد وضع یہودی نے لباس فاخرہ میں ملبوس ایک عالم کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنے نبی ﷺ سے یہ حدیث روایت نہیں کرتے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ تو اب ذرا اپنا حال اور میرا حال دیکھو۔ اس عالم نے جواب دیا کہ جب میں مر جاؤنگا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھ کو آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا جو اس نے میرے لئے تیار کر رکھا ہے تو مجھے محسوس ہوگا کہ یہ دنیا میرے لئے قید خانہ تھی اور جب تم کو موت کے بعد دائمی عذاب ملے گا تو تم کو معلوم ہوگا کہ اس عذاب کے مقابلہ میں دنیا جنت تھی۔

(شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث نمبر :- ۳

دنیا سے رغبت کرنا ہلاکت ہے

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللَّهِ لَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تَبْسُطَ عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا كَمَا بَسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَّا فَسُوءَهَا كَمَا تَنَّا فَسُوءَهَا وَتَهْلِكُكُمْ كَمَا

أَهْلَكْتَهُمْ - (مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عمرو بن عوف سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خدا کی قسم! میں تم پر فقیری سے خوف نہیں کرتا ہوں لیکن میں تم پر اس سے خوف کرتا ہوں کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے، جیسے تم سے پہلے والوں پر پھیلا دی گئی تھی تو تم اس میں رغبت کر جاؤ جیسے وہ لوگ رغبت کر گئے، اور تمہیں ویسے ہی ہلاک کر دے جیسے انہیں ہلاک کر دیا۔
(بخاری و مسلم)

تشریح :-

عمرو بن عوف انصاری صحابی ہیں۔ بدر میں شریک ہوئے۔ مدینہ منورہ میں قیام رہا یہ فرمان ایک بڑی حدیث مبارکہ کا ٹکڑا ہے، جو حضور ﷺ نے صحابہ کرام کی مسکینیت دیکھ کر ارشاد فرمائی، تمہاری یہ فقیری عارضی ہے، عنقریب تم غنی ہو جاؤ گے مگر فقیری خطرناک نہیں البتہ امیری میں خطرہ کہ اس میں فتنے بہت ہیں۔

حضور انور ﷺ کا یہ فرمان صحابہ کو ڈرانے اور احتیاط برتنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے صحابہ کو دنیاوی ناجائز رغبت اور ہلاکت یعنی کفر و طغیان سے محفوظ رکھا۔ وہ حضرات بادشاہ اور امیر ہو کر بھی دنیا میں پھنسے نہیں، حضرت عمرؓ کے پاس اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک ہی کرتہ تھا جسے آپؓ دھو دھو کر پہنتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کے کفن کے لئے گھر میں کپڑا نہ تھا۔ پہنے ہوئے کپڑے دھو کر

انہیں میں آپؐ کو کفن دیا گیا۔

حضرت علیؑ نے اپنے زمانہء خلافت میں فرمایا کہ میں اپنی تلوار فروخت کرنا چاہتا ہوں تاکہ آج گھر کا خرچ چلا سکوں۔

وہ حضرات امیری میں فقیری کر گئے، رہیں ان کی آپس کی جنگیں۔ وہ دنیا کے لئے نہ تھیں۔ دیکھو کتاب ”امیر معاویہ“ مصنف مفتی احمد یار نعیمی گجراتی۔ لہذا اس حدیث مبارکہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حضرات بہک گئے ہوں۔ (مرآت)

حدیث نمبر : ۴

میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَتَّبِعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيُرْجَعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى مَعَهُ وَاحِدٌ يَتَّبِعُهُ
أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيُرْجَعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں 'فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں - دو تو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کے اعمال جاتے ہیں مگر اس

کے گھر والے اور مال واپس لوٹ آتے ہیں اور اس کے اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔
(بخاری و مسلم)

تشریح :-

یعنی بعد مرنے قبر تک تین چیزیں انسان کے ساتھ جاتی ہیں۔ دو بے وفا جو
مردے کو چھوڑ کر واپس آ جاتی ہیں۔ ایک وفادار ساتھ رہتی ہے۔

گھر والوں سے مراد بال بچے، عزیز و اقارب، دوست آشنا، جو دفن اور نماز جنازہ میں
شرکت کرنے جاتے ہیں۔ مال سے مراد اس کے غلام اور لونڈیاں ہیں۔ اعمال سے مراد سارے
اچھے بُرے عمل ہیں جو میت نے اپنی زندگی میں کئے۔ اعمال کے ساتھ جانے سے مراد ان کا
میت کے ساتھ تعلق ہے جو مرنے کے بعد قائم رہتا ہے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔

نیک اعمال جو قبول ہو گئے ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بُرے اعمال شفاعت
بخشش یا سزا بھگتنے تک چمٹے رہتے ہیں۔ وہ ان چیزوں کے بعد پیچھا چھوڑتے ہیں۔ جس پر مولیٰ
رحم کرے۔ حضور انور ﷺ جسے سنبھال لیں اس کا بیڑا پار ہے۔ ”قبر“ اعمال کا صندوق ہے
یاد دوزخ کی بھٹی ہے یا جنت کی نیاری۔ اسی لئے بزرگوں کی قبر کو روضہ کہتے ہیں۔ یعنی جنت کا
باغ۔“

(مرأت)

یہاں شارع بخاری فرماتے ہیں کہ ہر میت موت کی تکلیف برداشت کرتی ہے۔
اس کے عمل اس پر پیش ہوتے ہیں اس کے ساتھ باقی رہنا کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ نیک و
صالح ہے تو اس کا عمل خوبصورت چہرہ اور اچھے لباس اور بہترین خوشبو کے ساتھ قبر میں اس کے
پاس آتا ہے اور اسے کہتا ہے تجھے اس بات کی خوشخبری ہو کہ تیرا معاملہ اللہ نے آسان کر دیا۔ وہ
کہتا ہے تو کون ہے، کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ حدیث میں کافر کے متعلق آتا ہے کہ

اس کے پاس بد صورت آدمی آتا ہے اور کہتا ہے میں تیرا عمل ہوں۔

(تفہیم البخاری)

حدیث نمبر :- ۵

اپنے اور وارثوں کے مال کی وضاحت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّكُمْ مَالٌ وَارِثُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ (ﷺ) مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالٍ وَارِثِهِ قَالَ فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالٌ وَارِثُهُ مَا آخَرَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں 'فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی نہیں مگر اسے اپنا ہی مال زیادہ پیارا ہے ' اپنے وارث کے مال سے ' فرمایا تو اس کا مال وہ ہے جو آگے بھیج دے ' اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو چھوڑ جاوے۔

(بخاری، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح :-

یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو اور میرے عزیزوں کے پاس مال ہو ' وہ

کے گھر والے اور مال واپس لوٹ آتے ہیں اور اس کے اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔

(بخاری و مسلم)

تشریح :-

یعنی بعد مرنے قبر تک تین چیزیں انسان کے ساتھ جاتی ہیں۔ دو بے وفا جو مردے کو چھوڑ کر واپس آ جاتی ہیں۔ ایک وفادار ساتھ رہتی ہے۔

گھر والوں سے مراد بال بچے 'عزیز و اقارب' دوست آشنا جو دفن اور نماز جنازہ میں شرکت کرنے جاتے ہیں۔ مال سے مراد اس کے غلام اور لونڈیاں ہیں۔ اعمال سے مراد سارے اچھے بُرے عمل ہیں جو میت نے اپنی زندگی میں کئے۔ اعمال کے ساتھ جانے سے مراد ان کا میت کے ساتھ تعلق ہے جو مرنے کے بعد قائم رہتا ہے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔

نیک اعمال جو قبول ہو گئے ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بُرے اعمال شفاعت بخشش یا سزا بھگتنے تک چمٹے رہتے ہیں۔ وہ ان چیزوں کے بعد پیچھا چھوڑتے ہیں۔ جس پر مولیٰ رحم کرے۔ حضور انور ﷺ جسے سنبھال لیں اس کا بیڑا پار ہے۔ ”قبر“ اعمال کا صندوق ہے یا دوزخ کی بھٹی ہے یا جنت کی کیاری۔ اسی لئے بزرگوں کی قبر کو روضہ کہتے ہیں۔ یعنی جنت کا باغ۔“

(مرأت)

یہاں شارع بخاری فرماتے ہیں کہ ہر میت موت کی تکلیف برداشت کرتی ہے۔ اس کے عمل اس پر پیش ہوتے ہیں اس کے ساتھ باقی رہنا کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ نیک و صالح ہے تو اس کا عمل خوبصورت چہرہ اور اچھے لباس اور بہترین خوشبو کے ساتھ قبر میں اس کے پاس آتا ہے اور اسے کہتا ہے تجھے اس بات کی خوشخبری ہو کہ تیرا معاملہ اللہ نے آسان کر دیا۔ وہ کہتا ہے تو کون ہے ' کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ حدیث میں کافر کے متعلق آتا ہے کہ

اس کے پاس بد صورت آدمی آتا ہے اور کہتا ہیں میں تیرا عمل ہوں۔

(تفہیم البخاری)

حدیث نمبر :- ۵

اپنے اور وارثوں کے مال کی وضاحت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّكُمْ مَالٌ وَارِثُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ (ﷺ) مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالٍ وَارِثِهِ قَالَ فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالٌ وَارِثِهِ مَا آخَرَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں 'فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی نہیں مگر اسے اپنا ہی مال زیادہ پیارا ہے ' اپنے وارث کے مال سے ' فرمایا تو اس کا مال وہ ہے جو آگے بھیج دے ' اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو تھوڑا جاوے۔

(بخاری 'مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح :-

یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو اور میرے عزیزوں کے پاس مال ہو ' وہ

سب امیر ہوں۔ میں فقیر کنگال اس فرمان کا یہ مقصد ہے۔

(اشعۃ اللمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض لوگوں کو دوسروں کا مال بڑا پسند ہوتا ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایسا کون ہے جو دوسروں کا مال ان کے لئے سنبھال کر رکھے۔ اپنا مال برباد کر دے یا برباد ہونے دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال دوسروں کا ہے اعمال اپنے ہیں جو مال خیرات کر دیا جائے وہ اعمال بن گیا۔ اور جو جمع کر کے چھوڑ گیا وہ نرا مال رہا۔ اور جس مال کی زکوٰۃ نہ دی وہ اپنے لئے وبال و ارثوں کے لئے مال ہوا۔

خیال رہے کہ مال سے صدقات و خیرات کرتے رہنا۔ پھر اللہ اور رسول ﷺ کی رضا کے لئے وارثوں کو غنی کرنے کے لئے مال چھوڑنا یہ بھی عبادت ہے۔

(مرآت)

قَدْ مَ فَرَمَا كَرِ اَشَارَتَا ارشاد ہوا کہ اپنی زندگی و تندرستی میں اپنے ہاتھ سے خیرات کر جائے۔ یہ بُرا ہے کہ زندگی میں کنجوس رہے مرتے وقت وصیت کرے یا امید کرے کہ میرے وارث میری طرف سے صدقہ و خیرات کیا کریں گے ' یہ شیطانی دھوکہ ہے۔

حدیث نمبر :- ۶

انسان کا اصل مال وہ ہے جو کھالے یا صدقہ کرے
عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ الْهُكْمُ التَّكَاتُرُ قَالَ يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَا لِي
 مَالِي قَالَ وَهَلَكُ بَابِنِ آدَمَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَحْنَيْتَ أَوْ
 لَبِستَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ ☆

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت مطرف سے وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نبی
 کریم ﷺ کی خدمت میں آیا 'حضور الْهُكْمُ التَّكَاتُرُ تلاوت فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ
 انسان کہتا ہے "میرا مال میرا مال"۔ فرمایا اے انسان تیرا مال نہیں ہے ' مگر جو کھا کر ختم کر
 دے ' یا پہن کر گلا دے یا خیرات کر کے آگے بڑھا دے۔
 (مسلم)

تشریح :-

آپ کا نام مطرف ابن عبد اللہ ابن شخیر ہے۔ آپ تابعی ہیں ' آپ کے والد
 صحابی اہل بصرہ سے ہیں۔ بڑے عالم فقیہ اور متقی تھے۔

یہ نماز کے علاوہ تلاوت تھی آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کو مال بڑھانے کی
 ہوس نے غافل کر دیا۔ اسی فکر میں زندگی گزاری کہ ایک کے دو ہوں اور دو کے چار۔

إِلَّا مَا أَكَلْتَ اس طرح کہ کھانا کھا کر ہضم کرے ' کپڑا پہن کر اسے گلا دے '

اگر بہت سے جوڑے بنا کر رکھے اور مرنے کے بعد چھوڑ گیا تو کپڑے بھی تیرے نہیں دوسروں کے ہیں۔ اس لئے جب اللہ نیا کپڑا یا نیا جوڑا دے تو فوراً استعمال شروع کر دے۔ ختم ہو جانے پر اللہ اور دے گا۔

حدیث نمبر :- ۷

غنی کا تعلق مال سے نہیں دل سے ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرُضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں ' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ امیری زیادہ مال و اسباب سے نہیں بلکہ امیری دل کی غنا سے ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح :-

دل کی غنا سے مراد قناعت و صبر ' رضا بر قضا ہے - حریص مال دار فقیر ہے قناعت والا غریب ' امیر ہے۔

تو نگری نہ بہ مال است نزد اہل کمال
کہ مالِ طالبِ گور است بعد ازاں اعمال

ترجمہ :- دولت مندی اہل کمال کے نزدیک مال سے نہیں ہے کیونکہ مال تو صرف مرنے تک ہے اس کے بعد اعمال ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ غنی النفس سے مراد کمالاتِ روحانیہ ہوں کہ اس کی برکت سے دولت مند اس کے دروازے کی خاک چاٹتے ہیں۔ دیکھ لو داتا گنج بخش اور خواجہ اجمیری کے آستانے (رضی اللہ عنہما) مطلب یہ ہے کہ غنی وہ ہے جس کو فناءِ نفس کا کمال حاصل ہو۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں :-

رَضِينَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِينَا لَنَا عِلْمٌ وَ لِلْجُهَالِ مَالٌ
فَإِنَّ الْمَالَ يَفْنَى عُنُقْرِيْبٍ وَإِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَا يَزَالُ
(مرات)

ترجمہ :- اللہ کی تقسیم پر ہم راضی ہیں ہمیں علم دیا ہے اور جاہلوں کو مال۔ یہ نیک مال تو عنقریب ختم ہو جائے گا۔ علم باقی ہے اس کے لئے زوال نہیں ہے۔

قناعت کی وضاحت :- جو شخص مال رکھنے کے باوجود مال و دولت پر حریص ہو اور مال میں زیادتی کا طالب ہو تو وہ اپنے مال کی وجہ سے مستغنی نہیں ہے بلکہ وہ زیادہ مال کا محتاج ہے لہذا وہ غنی نہیں ہے۔ غنی تب ہوگا جب وہ مال و دولت سے مستغنی ہو جائے گا۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج رہے ' دنیا اور دنیا داروں کی چیزوں سے بے نیاز رہے۔ مگر آج حال یہ ہے کہ لوگ بظاہر احکامِ خداوندی سے بے نیاز معلوم ہوتے ہیں۔ اور دنیا

کی طرف ہر درجہ کے محتاج ہیں۔ خیال رہے کہ قناعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسابقت اور جدوجہد کو ترک کر دیا جائے اور آگے بڑھنے کی لگن کو ختم کر دیا جائے۔ اسلام اور اسلام کے احکامات کی اشاعت، تبلیغ، مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور ملک و قوم کی تعمیر و ترقی، وطن کی آزادی اور بقاء و استحکام، زراعت، صنعت، سائنس، ٹیکنالوجی اور دفاع کی ترقی میں تیز سے تیز تر گامزن رہنے اور اقوام عالم میں سب سے آگے بڑھنے کی ذہن عین اسلامی تقاضہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔

وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ - (آل عمران) اگر تم کامل مومن رہے تو تم ہی سب پر فائق رہو گے۔ نیز فرمایا - ”وَاعِدُّوْا لِهٖمَّ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ رِّبَاطِ الْحَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ“ (الانفال) کفار سے مقابلہ کے لئے جس قدر بن پڑے قوت حاصل کرو اور جتنے گھوڑے باندھ سکو (باندھو) اور ان (ہتھیاروں) سے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ڈراؤ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اپنی ذاتی عیش و عشرت کی دوڑ دھوپ میں لگے رہنا غیر مستحسن ہے اور مزاج اسلام کے خلاف ہے اور مسلمانوں کی اجتماعی تعمیر و ترقی دین اسلام کے غلبہ کے لئے مصروف عمل رہنا، عین منشاء اسلام ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین نے جس طرح زندگیاں گزاری ہیں ان سے ہمیں یہی فکر ملتی ہے کہ ان کے شب و روز سادگی اور فقر و فاقہ میں بسر ہوتے اور ان کا لشکر ہمیشہ کفار کی سرحدوں کے تعاقب میں رہتا تھا۔

(شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث بالا کی شرح میں صاحب تفہیم البخاری علامہ غلام رسول رضوی لکھتے ہیں کہ مال میں خیریت لذت نہیں بلکہ اس کے متعلق اعتبار سے ہے اگرچہ اس کو خیر کہا جاتا ہے، اسی طرح زیادہ مالدار آدمی لذت غنی ہو تو اس کی غناء مال کو واجبات مستحبات اور دیگر نیک امور میں صرف کرنے پر موقوف نہ ہوتی اور اگر وہ لذت فقیر ہوتا تو مال کے ختم ہونے کے خطرہ کے پیش نظر وہ خرچ کرنے سے زک جاتا۔ وہ درحقیقت صورت اور معنی کے اعتبار سے فقیر ہے اگرچہ مال اس کے ہاتھ میں ہو کیونکہ وہ اس مال سے دنیا و آخرت میں نفع حاصل نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات یہ مال اس کے لئے وبال ہوتا ہے۔

(تفہیم البخاری از علامہ غلام رسول رضوی)

حدیث نمبر :- ۸

اللہ تعالیٰ کا ابن آدم سے خطاب کہ میری عبادت

کر میں تجھے غنی کر دوں گا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَا بَنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأُ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسَدُّ فَقْرَكَ وَإِنْ لَأَنْفَعُلْ مَا لَأَتْ يَدَكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسَدُّ فَقْرَكَ -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے ' فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا۔ میں تیرا سینہ غناء سے بھر دوں گا اور غریبی دور کر دوں گا۔ اگر تو یہ نہ کرے گا تو تیرا ہاتھ کام کاج سے بھر دوں گا اور تیری فقیری بند نہ کروں گا۔

(احمد ' ابن ماجہ)

تشریح :-

یعنی تو اپنا دل میری عبادت و اطاعت کے لئے خالی رکھ " دست بہ کار دل بہ یار" پر عمل کر فراغتِ دل کے یہی معنی ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے کاروبار نہ کر خود بھی بھوکے مرو اور بچوں کو بھی بھوکا مارو۔ دل کی دنیا دوسری ہے اگر اس پر عمل نصیب ہوگا تو انشاء اللہ کمائی میں برکت ' دل میں فراغت نصیب ہوگی۔ اگر اس طرح نہ کر سکے وہ اس طرح کہ اپنا دل دنیا میں لگا دے۔ کبھی آخرت کی طرف مائل نہ ہوگا۔ اس کا انجام وہ ہے جو حضور ﷺ فرما رہے ہیں۔

اگر تو نے اپنے دل کو دنیا کی فکروں ہی میں لگا دیا ' تیرے دل میں دنیا اثر گئی تو تو کام کرے گا زیادہ ' فکر کرے گا زیادہ ' ملے گا وہی جو تیرے مقدر میں ہے۔ تو مالدار ہو کر بھی فقیر ہی رہے گا۔ دل کا چین اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ یہ اس کے ذکر سے نصیب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملک ' مال ' علم پیش فرمائے گئے تو آپ نے علم اختیار فرمایا۔ رب نے علم کی برکت سے انہیں ملک و دولت بھی عطا فرمائے۔

(مرقات)

اللہ سے آخرت مانگو دنیا خود بخود مل جائے گی۔ کسان دانہ کے لئے کاشت کرتا ہے تو بھوسہ خود ہی مل جاتا ہے۔ بندہ مومن کو روزی بے گمان ملتی ہے۔ ” وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ “ ترجمہ :- اس کو رزق وہاں سے ملے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔

(مرات)

کارساز ما بفکر کارما فکر مادر کارما آزارما

ترجمہ :- ہمارا کارساز ہماری فکر میں ہے ، اپنے متعلق اپنی فکر ترا دکھ ہے۔

حدیث نمبر :- ۹

پانچ چیزیں غنیمت ہیں ، پانچ چیزوں سے

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونِ الْأُودِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَعِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عمرو بن ميمون اودی سے فرماتے ہیں ، رسول اللہ ﷺ نے

ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔
 بڑھاپے سے پہلے جوانی کو ، بیماری سے پہلے تندرستی کو ، فقیری سے پہلے غناء کو ، مشغولیت
 سے پہلے فرصت کو اور اپنی موت سے پہلے زندگی کو۔

(ترمذی) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح :-

اود ایک قبیلہ ہے جو اود ابن صعب کی طرف منسوب ہے عمرو بن میمون کو بعض
 نے صحابی کہا ہے ، مگر قوی امکان یہ ہے کہ آپ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں اسلام
 لائے مگر زیارت نہ کر سکے۔ جلیل القدر تابعی ہیں۔ لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔

(اشعۃ)

اِغْتَنَام کے معنی ہیں غنیمت حاصل کر لینا۔ یعنی ان چیزوں سے کچھ کمائی کر لو۔ بار
 بار یہ مواقع نہیں ملتے۔ لہذا صحت ، جوانی ، مالداری ، فراغت اور زندگی کو رائیگاں نہ
 جانے دو۔ اس میں نیک اعمال کر لو کیونکہ یہ نعمتیں بار بار نہیں ملتیں۔ باغ میں بہار اور بہار
 میں بلبل کی شور و پکار ہمیشہ نہیں رہتی۔ کبھی کبھی ہوتی ہے۔ لہذا اسے غنیمت جانو۔ (مرأت)
 ارے بلبل نہ کر غلغل نہ ایہہ گل گل سدا ہوگا
 سدا نہ باغ گلزاراں سدا نہ گل کھلا ہو گا



حدیث نمبر :- ۱۰

یہ دنیا و ما فیہا ملعون ہے سوائے عالم اور ذاکر کے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِلَّا إِنْ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذَكَرَ اللَّهَ وَمَا وَالَاهُ وَوَعَالِمٌ وَمُتَعَلِّمٌ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ' فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ' خبردار (ہوشیار) رہو دنیا لعنتی چیز ہے اور جو دنیا میں ہے وہ لعنتی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس کے جو رب کے قریب کر دے اور عالم کے اور طالب علم کے۔

تشریح :-

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جو چیز اللہ اور رسول ﷺ سے غافل کر دے وہ دنیا ہے یا جو اللہ و رسول ﷺ کی ناراضگی کا سبب ہو وہ دنیا ہے۔ بال بچوں کی پرورش ' غذا لباس گھر وغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے۔ دنیا نہیں ہے۔ (مرآت)

یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں۔ اللہ کے ذکر سے مراد ساری عبادات ہیں وَا لَّا بِنَاہِ وَلِيٍّ سَمْعِي قَرَّبَ بِمَحَبَّتِ يَاتَالِغُ هَوْنًا يَسْبَبُ - لہذا جملہ کے چار معنی ہیں - وہ حضرات ' انبیاء و اولیاء جو اللہ سے قریب کر دیں۔

یا اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ یا جو ذکر الہی سے قریب کر دے یا جو ذکر اللہ کے

تابع ہے یا جو ذکر اللہ تعالیٰ کا سبب ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء و طلباء اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں ہیں۔

یہ تو اللہ کے محبوب ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت ' ہر سعادت کا سر ہے۔ جیسے

بدن کے لئے جان ضروری ہے ایسے ہی مومن کے لئے ذکر اللہ لازمی ہے۔ ذکر اللہ سے دنیا کی

بقا، زمین و آسمان کا قیام ہے۔ (مرقات)

جب ذکرین فنا ہو جائیں گے تو قیامت آ جائے گی۔ (مرآت)

ذکر او سرمایہ ایمان بود

ہر گدا از ذکر او سلطان شود

ترجمہ :- اس کا ذکر ایمان کا سرمایہ ہے۔ اللہ کا ذکر کرنے سے گدا بادشاہ ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر :- ۱۱

اللہ کے نزدیک دنیا چمچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ

بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةً -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) مَكْلُوفَةُ كِتَابِ الرِّقَاقِ

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت بہل بن سعد سے 'فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے
'اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک
گھونٹ نہ پلاتا۔
(احمد 'ترمذی 'ابن ماجہ)

تشریح :-

یعنی اگر دنیا کی قدر و منزلت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو نہ دی جاتی
کیونکہ کفار اللہ کے دشمن ہیں اور دشمن کو پیاری چیز نہیں دی جاتی۔ دنیا کے معنی ابھی گزشتہ
حدیث شریف کی شرح میں گزر چکے ہیں۔
(مرآت)
مولانا روم فرماتے ہیں۔

چیت دنیا از خدا غافل بدن
سے معاش و نقرہ و فرزند و زن

ترجمہ :- دنیا خدا سے غافل ہونے کا نام ہے۔ مال و دولت کا روبرو اور فرزند و

زن کا نام نہیں۔

حدیث نمبر :- ۱۲

بھوکے بھیڑیے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے ہیں

جتنا مال کا حرص انسان پہنچاتا ہے

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذُنُوبَانِ جَانِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت کعب بن مالک سے ' فرماتے ہیں ' وہ اپنے والد سے راوی ہیں - فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دئے جائیں وہ ان بکریوں کو زیادہ خراب نہیں کرتے جتنا کہ انسان کا مال و عزت پر حرص کرنا اس کے دین کو نقصان پہنچاتا ہے -

(ترمذی ' دارمی)

تشریح :-

نہایت نفیس تشبیہ ہے مقصد یہ ہے کہ مومن کا دین گویا بکری ہے اور اس کی حرص مال ' حرص عزت گویا دو بھوکے بھیڑیے ہیں - مگر یہ دونوں بھیڑیے مومن کے دین کو اس سے

زیادہ برباد کرتے ہیں۔ انسان مال کی حرص میں حرام و حلال کی تمیز نہیں کرتا۔ اپنے عزیز و اقارب کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے۔ پھر عزت حاصل کرنے کے لئے ایسے جتن کرتا ہے جو بالکل خلاف اسلام ہیں۔ جیسا کہ آج ممبری ' وزارت چاہنے والوں کو دیکھا جا رہا ہے۔

(مرآت)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ریاکار مرنے کے بعد بھی ریا نہیں چھوڑتا۔ اسی نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا وہ چاہتا ہے کہ میرے جنازے میں بہت لوگ ہوں تاکہ میری عزت ہو۔ ریا مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔

(مرقات)

حدیث نمبر :- ۱۳

مال جمع کرنے کے صرف دو مقصد ہیں

عَنْ أَبِي هَاشِمٍ بْنِ عْتَبَةَ قَالَ عَهَدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ حَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنِّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

وَفِي بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيحِ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ بْنِ عْتَبَةَ

بِالدَّالِ بَدَلَ التَّاءِ وَهُوَ تَصْحِيفٌ - مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہاشم بن عقبہ سے ' فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے عہد لیا۔ فرمایا کہ تمہیں مال جمع کرنے کے لئے ایک خادم اور اللہ کی راہ میں ایک سواری کافی ہے۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

مصائب کے بعض نسخوں میں بجائے "ت" کے ہاشم بن عقبہ دال (د) سے ہے اور یہ غلط ہے۔

تشریح :-

آپ کا نام شبیبہ ابن عقبہ ہے کنیت ابو ہاشم ہندہ بن عقبہ کے بھائی اور حضرت امیر معاویہ کے ماموں ہیں۔ کیونکہ ہندہ امیر معاویہ کی والدہ ہیں۔ آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ آپ نے شام میں قیام رکھا۔ آپ کی وفات خلافت عثمانیہ میں ہوئی۔ آپ بڑے عالم فقیہہ و صالح تھے۔ آپ سے حضرت ابو ہریرہ وغیرہ صحابہ کرام نے روایات لیں۔ (مرآت و مرقات وغیرہ)

فرمایا کہ یہ غلام اور گھوڑے بھی اللہ ہی کے لئے ہوں۔ محض خواہش نفسانی کے لئے نہ ہوں۔ ان سے دین کام جہاد یا تبلیغ حج یا طلب علم مقصود بالذات ہوں۔ دنیاوی کام مقصود التبع ہوں۔ لہذا اگر بادشاہ و امراء، غلام یا گھوڑے اس نیت سے رکھیں کہ ضرورت پڑے۔ یہ مجاہدین، غازیوں میں تقسیم کر کے ان سے جہاد کرایا جائے گا تو بالکل درست ہے کیونکہ نیت اچھی ہے۔ اس فرمان عالی کا مقصد یہ نہیں کہ ان دو چیزوں کے سوا، اور کچھ باس رکھوی نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بلا ضرورت چیزیں نہ رکھو۔ گویا مومن اس شعر کی تفسیر ہو۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سر فرازی
 میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے نمازی
 نوٹ :- یہ غلطی مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں بھی ہے اور بعض حواشی میں بھی کہ
 عقبہ لو عقبہ لکھا ہے۔ بجائے "ت" کے "د" ہے۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۴

دنیا میں ابن آدم کا حق کیا ہے ؟

عَنْ عُمَانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ
 يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي بِهِ عَمُورَتَهُ رَجْلُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا
 سوائے ان اشیاء کے اور چیز میں حق نہیں ہے۔ وہ گھر جس میں رہتا ہو اور وہ کپڑا جو اس کا ستر
 چھپائے اور روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔ (ترمذی)

تشریح :-

یعنی ان تین چیزوں کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ قیامت میں ان تینوں کا
 حساب نہ ہوگا۔ ان کے سوا اور چیزوں کا حساب ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

”ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ“

ترجمہ :- پھر اس دن تم سے ہر نعمت کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ یہاں نعیم سے مراد عیش و عشرت کی چیزیں ہیں۔

خیال رہے شخصی زندگی فانی ہے قومی زندگی باقی ہے۔ لہذا مسلمان اپنی شخصی زندگی کے لئے معمولی سامان اختیار کریں۔ قومی اور دینی زندگی کے لئے قیامت تک کا انتظام کرے۔ حضور ﷺ نے قومی و دینی زندگی کے لئے ممالک فتح فرمائے مگر اپنی ذات کے لئے آرام و مکان بھی نہ بنایا۔ یہاں شخصی زندگی اور شخصی حاجتوں کا ذکر ہے۔

بوریا ممنوں خواب راحتش

تاج کسریٰ زیر پائے امتش

ترجمہ :- ان کی خواب راحت کی ممنوں چٹائی ہے۔ حالانکہ تاج کسریٰ ان کی

امت کے ریر پاؤں ہے

گھر میں بقدر ضرورت گھر کا سامان داخل ہے، روٹی میں سالن شامل ہے، پانی میں دودھ لسی وغیرہ داخل ہے کیونکہ اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ حضور ﷺ نے دودھ، لسی وغیرہ نوش فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیم ابن اودھمؑ فرماتے ہیں۔

وَمَا هِيَ إِلَّا جُوعَةٌ قَدْ سَدَدَتْهَا

وَ كُلُّ طَعَامٍ بَيْنَ جَنْبِي وَاحِدٌ

ترجمہ :- یہ تو صرف بھوک ہی ہے جسے میں نے روکا ہوا ہے ورنہ میرے دونوں

پہلوؤں کے درمیان ہر کھانا ایک ہی ہے۔

آج کل بھی بعض سیاسی پارٹیاں روٹی ، کپڑا اور مکان کا نعرہ تو لگاتی ہیں مگر غریب
پاکستانیوں کو یہی تین چیزیں مہنگی ملتی ہیں۔
(مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۵

سرورِ کائنات ﷺ کا چٹائی پر سونا اور جسم پر نشان لگ جانا
عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَامَ عَلَى حَصِيرٍ فَقَدْ أَثَرُ فِي جَسَدِهِ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَا
رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِي
وَالِدُنِيَا وَمَا أَنَا وَالِدُنِيَا إِلَّا كَوَاكِبٍ اسْتَنْظَلَتْ تَحْتَ
شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوئے ، پھر
اٹھے اس حالت میں کہ چٹائی نے آپ ﷺ کے جسم اطہر پر اثر کیا ہوا تھا ۔ تب ابن
مسعود نے عرض کیا ! یا رسول اللہ ﷺ ہم کو آپ اجازت دے دیتے کہ ہم حضور ﷺ
کے لئے بستر بچھا دیا کرتے اور سب انتظامات کر دیتے ۔ تو فرمایا ! مجھے دنیا سے کیا تعلق
میں اور دنیا نہیں ، مگر اس سوار کی طرح جو ایک درخت کے نیچے سایہ لے ، پھر چلا جائے اور

درخت کو چھوڑ جائے۔

(ترمذی، ابن ماجہ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح :-

اس وقت حسم اطہر پر قیص نہ تھی۔ صرف تہبند مبارک زیب تن فرمائے ننگی چٹائی پر آرام فرماتے غالباً کھجور کے پتوں سے بنائی گئی تھی۔

بوریا ممنوں خواب راحتش

تاج کسریٰ زیر پائے امٹش

ترجمہ :- ان کے آرام کی جگہ چٹائی ہے۔ حالانکہ کسریٰ کا تاج ان کے غلاموں

کے قدموں میں ہے۔

یہاں 'لَوْ' شرط کے لئے نہیں بلکہ تمنا اور آرزو کے لئے ہے۔ یعنی کاش کہ حضور

ﷺ ہم غلاموں کو اجازت دے دیتے تو ہم ہر قسم کے آرام کا انتظام کر دیتے، یعنی اعلیٰ

لباس بہترین نرم بستر۔ حضور ﷺ کی یہ سادگی ہم غلاموں سے دیکھی نہیں جاتی۔

وَتَسْرَكْهَا یعنی سوار جتنی دیر آرام کے لئے اپنا بستر وغیرہ نہیں کھولتا بلکہ زمین پر

لیٹا دھوپ ڈھل جانے پر چل دیتا ہے۔ ایسے ہی ہمارا حال ہے کہ ہم کونین کے مالک ہیں

مگر اپنے لئے کچھ نہیں رکھتے۔ لہذا حدیث مبارکہ کا یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ نے پردہ

فرمانے کے بعد دنیا کو اور اپنی امت کو چھوڑ دیا۔ ان سب سے لا تعلق ہو گئے۔

اگر ہم کو حضور ﷺ چھوڑ دیں تو ہم ہلاک ہو جائیں۔ دنیا میں اگر سورج نہ ہو تو

دنیا اندھیری ہو جائے۔ اگر روح بدن میں نہ رہے تو بدن محض ایک گوشت کا لوٹھرا رہ جائے۔

اگر جڑ درخت کو چھوڑ دے تو درخت سوکھ جائے۔ اگر حضور ﷺ دنیا کو چھوڑ دیں تو

(مرآت)

کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے۔

حدیث نمبر :- ۱۶

سرورِ کائنات ﷺ کو وادی بطحا سونے

کی بنا دینے کی پیشکش

عَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّي لِيَجْعَلَ لِي بِطَحَاءِ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا يَا رَبِّ وَلَكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا وَاجُوعُ يَوْمًا فَإِذَا جَعْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ وَإِذَا شَبِعْتُ حَمَدْتُكَ وَشَكَرْتُكَ -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ ، وَالتِّرْمِذِيُّ) مَشْكُوتَةٌ كِتَابُ الرِّقَاقِ

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو امامہؓ سے ' فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو مجھ پر میرے رب نے پیش فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین سونا بنا دے تو میں نے عرض کیا یارب نہیں - لیکن میں ایک دن سیر ہوا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تو جب بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں ' تجھے یاد کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیری حمد کروں اور شکر کروں -

(احمد ، ترمذی)

تشریح :-

یعنی رب تعالیٰ نے مجھ پر دو چیزیں پیش فرمائیں۔ ایک یہ کہ مکہ معظمہ کے پہاڑوں 'پتھروں' کنکروں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ دوسری یہ کہ سارا سونا میری اکیلے کی واحد ملکیت رہے 'کسی اور کا اس پر قبضہ نہ ہو۔ بطحاء کہتے ہیں اس میدان کو جس میں کنکر 'پتھر' پہاڑ ہوں یعنی پتھریلی زمین۔

خیال رہے یہاں اللہ نے حضور ﷺ سے مشورہ فرمایا تھا 'آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس کو سونا کر دیں۔ مشورہ میں اختلاف کا حق ہوتا ہے 'ماننا لازم نہیں ہوتا۔ اسی لئے سرکار نے عرض کیا 'نہیں۔ یہ نہیں بھی بارگاہِ الہی میں مقبول ہوئی۔ اس نہیں پر ہزار ہا ہاں قربان ہوں معنوی طور پر اللہ نے وہاں سونا بنا دیا ہے 'اب زمین حجاز میں سونا ہی نکل رہا ہے۔ حضور ﷺ خود سونے کی کان - لاکھوں حجاج آپ ﷺ کے دم سے وہاں پہنچتے ہیں اور کروڑوں روپے وہاں اہل مکہ کو دے آتے ہیں۔ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر آپ چاہتے تو مکہ کے پہاڑ سونا بن جاتے۔ لہذا آیت کریمہ "أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ..... الخ - قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا"

ترجمہ :- یا تیرے لئے ایک سونے کا گھر ہو یا تو آسمان کے درمیان چڑھ جائے اور ہرگز تیرے چڑھ جانے کو نہیں مانیں گے۔ یہاں تک کہ ہمارے اوپر کتاب اتار لائے جس کو ہم سب پڑھیں۔ فرمادیتے ہیں میرا رب پاک ہے میں تو ایک پیغام پہنچانے والا آدمی ہی ہوں۔ حضور کا عاجز ہونا بیان نہیں کرتیں ورنہ یہ حدیث اس کے خلاف ہوگی۔

یعنی اگر میں اتنے سونے کا مالک بن گیا تو صرف بندہ شاکر بنونگا ، مگر مسکینیت میں صابر بھی ہونگا اور شاکر بھی۔ لہذا امیری پر فقیری کو ترجیح دیتا ہوں۔ معلوم ہو آپ ﷺ کی امیری ' غریبی اختیار ہے۔ ہماری طرح بے اختیاری نہیں۔ انبیاء کرام کی موت بھی اختیاری ہوتی ہے اور بوقتِ وفات ان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ نیل کی کھال پر ہاتھ پھیرو جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے فی بال ایک سال زندگی اور۔

ہمارے آقا ﷺ کو بھی اختیار دیا گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا

اللَّهُمَّ أَنْتَ الرَّفِيقُ الْأَعْلَى تَبِ آفِ كُووفَاتِ دِي كُئِي۔

حدیث نمبر :- ۱۷

قیامت کے دن بندے سے پانچ سوالات

پوچھے جائیں گے

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عُلِمَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن مسعودؓ سے وہ نبی ﷺ سے راوی ' فرمایا قیامت کے دن انسان کے قدم نہ ہٹیں گے حتیٰ کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا - اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں خرچ کی ' اس کی جوانی کے متعلق کہ کاہے میں گزاری ' اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کاہے میں خرچ کیا اور اس میں کیا عمل کیا ' جس کا علم دیا گیا -

(ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح :-

یعنی بروز قیامت پانچ چیزوں کا حساب دئے بغیر انسان بارگاہِ الہی سے نہیں ہٹ سکتا۔ ان پانچوں میں اگر رہ گیا تو سزا کا مستحق ٹھہرا۔ اگر ان میں سے نکل گیا تو جنت میں چلا گیا۔ اگر چہ عمر میں جوانی بھی آگئی تھی ' مگر چونکہ جوانی میں نیک و بد اعمال زیادہ کئے جا سکتے ہیں کیونکہ اس وقت ساری قوتیں اپنے کمال پر ہوتی ہیں اس لئے جوانی کے متعلق خاص سوال ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو جوانی میں عبادت کرے گا وہ عرشِ الہی کے سایہ میں ہوگا۔ اسے میدانِ قیامت کی گرمی نہ پہنچے گی۔ جوانی کی عبادت بہت قدر والی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ سپاہی کے مراتب اور عہدے جنگ کے زمانہ میں بڑھائے جاتے ہیں ' امن کے زمانہ میں کچھ نہیں ہوتا۔ گویا جوانی کا زمانہ نفس سے جنگ کا زمانہ ہے۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری است

وقت پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

ترجمہ :- جوانی میں توبہ کرنا انبیاء کی شان ہے ' بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے۔

مال کے متعلق دو سوال ہونگے - ایک یہ کہ کہاں سے کمایا؟ حلال ذریعہ سے یا حرام ذریعہ سے؟ دوسرا یہ کہ کس مقام پر خرچ کیا؟ اطاعت میں یا معصیت میں - مبارک ہے وہ مال جو اچھی راہ سے آئے اور اچھی راہ پر خرچ ہو جائے۔ اگر بارش کا پانی پرنا لہ سے نہ نکالا جائے تو وہ چھت توڑ دیتا ہے۔

ابن عسا کر نے حضرت ابوالدرداء سے روایت کی کہ ان سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے قیامت میں سوال ہوگا کہ تم عالم تھے یا جاہل، اگر تم نے کہا کہ عالم تو حکم ہوگا کہ اپنے علم پر عمل کیا کیا؟ اگر تم نے کہا جاہل تھا تو فرمایا جائے گا کہ تم جاہل کیوں رہے؟ تمہیں کیا عذر تھا؟ علم سے مراد علم دین ہے۔ لہذا انسان کو چاہئے کہ علم سیکھے اور نیک عمل کرے۔

”تَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ“ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرو۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۸

دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے دل میں حکمت آ جاتی ہے
عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا زَاهِدًا فِي الدُّنْيَا إِلَّا أَنْبَتَ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فِي قَلْبِهِ وَ
أَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهُ وَبَصَّرَهُ عَيْبَ الدُّنْيَا وَدَاءَ هَا وَ

دَوَاءَ هَا وَ آخِرَجَةَ مِنْهَا سَالِمًا إِلَى دَارِ السَّلَامِ -

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ) (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ

نے کہ نہیں بے رغبتی کرتا کوئی بندہ دنیا میں مگر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت اُگا دیتا ہے اور اس سے اس کی زبان میں گویائی دیتا ہے اور اسے دنیا کے عیب اس کی بیماریاں اور ان کا علاج دکھا دیتا ہے اور اسے دنیا سے جنت کی طرف سلامت نکالے گا۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح :-

مرقات کے مطابق یہاں زہد سے مراد دنیا میں دل نہ لگانا ہے۔ اگرچہ لاکھوں کا مال ہو مگر دل یار سے لگا ہو تو وہ زہد ہی ہے۔ بعض شارحین کے مطابق حاجت سے زیادہ مال سے بے رغبت ہونا زہد ہے۔ یعنی ایسے آدمی کو اللہ رب العزت چند نعمتیں عطا فرماتا ہے اس کے دل میں علم و معرفت کے چشمے پھوٹیں گے۔ علاوہ ازیں اس کی زبان پُر تاثیر ہوگی۔ اس کے منہ سے ہمیشہ حق بات نکلے گی اور اس میں تاثیر ہوگی۔

یعنی قدرتی طور پر اسے دنیا کے عیوب معلوم ہو کر اس کے اور ان عیوب سے بچنے کا طریقہ بھی وہ قدرتی طور پر معلوم کر لیا کرے گا۔ ”اللَّهُمَّ ارِنَا الْأَشْيَاءَ كَمَا هِيَ“ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو۔ یہ فرمان ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

یعنی انشاء اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور اسے جنت کا داخلہ نصیب ہوگا۔ اس سے اشارتاً معلوم ہوا کہ جو دنیا میں راغب ہوگا اس کا حال اس کے برعکس ہوگا۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۹

دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَلْ مِنْ أَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْمَاءِ إِلَّا ابْتَلَتْ قَدَمَاهُ قَالُوا لَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كَذَلِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَا يَسْلِمُ مِنَ
الذُّنُوبِ - (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں ، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کیا کوئی ایسا ہے جو پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں۔ لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا یوں ہی دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا۔

(بیہقی فی شعب الایمان) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح :-

نہایت نفیس تشبیہ ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ انسان پانی میں چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں۔ پاؤں ضرور بھیگیں گے۔

یہاں دنیا دار سے مراد دل میں دنیا کی محبت رکھنے والا ہے۔ محبت دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے یا دنیا سے مراد وہ دنیا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے ، دنیا صفر ہے۔ آخرت عدد ہے۔ اگر صفر اکیلا ہو بغیر عدد کے تو خالی ہے۔ اگر عدد سے مل جائے تو اسے دس گنا کر دیتا ہے۔

ابو جہل کی دنیا گناہوں کی جڑ تھی اور آخرت سے الگ - حضرت سلیمان علیہ السلام و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دنیا دین کے ساتھ تھی ، لہذا نیکیوں کی جڑ تھی -

اللہ تعالیٰ ابو جہل و قارون کی دولت سے ہر مسلمان کو بچائے - حضرت

عثمانؓ کے خزانہ سے عطیہ دے -

حدیث نمبر :- ۲۰

حضور ﷺ نے فرمایا مجھے مال جمع کرنے

کی وحی نہیں کی گئی

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ تَقِيْرٍ مُرْسِيًّا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَ أَكُونَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَ لَكِنُّ أَوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ سَبِّحُ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِنَ السَّاجِدِيْنَ وَ أَعْبُدُ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ -

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ وَأَبُو نَعِيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ)

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

حضرت جبیر بن تقیر سے ارسالاً روایت ہے ، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ

ﷺ نے کہ مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو رہوں لیکن مجھے یہ

وحی کی گئی ہے کہ اپنے رب کی تسبیح بولوں اور سجدہ کرنے والوں میں ہوؤں اور اپنے رب کی

عبادت کرتے رہو حتیٰ کہ تم کو موت آجائے۔

(شرح سنہ ، ابو نعیم فی الحلیہ بروایت ابی مسلم)

تشریح :-

جبیر بن تقیر قبیلہ بنی حضم سے ہیں۔ خلافتِ صدیقی میں ایمان لائے۔ ۷۷۵ھ میں وفات پائی۔ حدیثِ مرسل ہے کیونکہ جبیر تابعی ہیں۔ فرمایا میری زندگی کا مقصد تجارت اور مال جمع کرنا نہیں۔ میری زندگی کا مقصد تبلیغِ نبوت اور اللہ کی اطاعت ہے اپنے پاس بقدرِ ضرورت مال رکھنا یا تجارت کرنا اسی کے تابع ہے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ حضور ﷺ فتحِ خیبر کے بعد ازواجِ مطہرات کو سال بھر کا خرچ عطا فرما دیتے تھے۔ یا یہ کہ حضور ﷺ نے تجارت اور بکریاں چرائی ہیں۔ ظہورِ نبوت کے بعد حضور ﷺ نے چیزیں خریدیں ہیں، فروخت بھی کی ہیں۔ مگر وہ سب چیزیں عارضی تھیں۔ لہذا عثمان غنیؓ یا دوسرے صحابہ کرامؓ کا تجارتیں کرنا، مال جمع کرنا ممنوع نہ تھا۔ اگر مال جمع نہ کیا جائے تو زکوٰۃ و حج وغیرہ عبادتیں کیسے ممکن ہوں۔ کام کرنا اور ہے کام میں مشغول ہو جانا کچھ اور ہے۔

اس آیت کریمہ میں موت آنے تک تسبیح، نماز اور ہر ممکن عبادت کا حکم ہے یقین سے مراد یقینی چیز موت ہے۔ خدا کرے مرتے دم تک کوئی نماز، ذکرِ اللہ، مسجد کی حاضری، تکبیر اولیٰ، نوافل، کوئی چیز نہ چھوٹے۔ حضراتِ صوفیاء کے نزدیک یقین سے مراد عینِ الیقین یا حق الیقین ہے۔ بعض مفسرین کے مطابق تسبیح و نماز تو عبادت ہیں اور **وَاعْبُدُوا رَبَّكُم** میں عبودیت کا حکم ہے۔ عبادت اور عبودیت میں بڑا فرق ہے عبادت آسان مگر عبودیت مشکل۔ اللہ نصیب کرے۔

ابو مسلم خولانی بڑے زاہد، عابد و عالم تھے اور تابعین میں سے ہیں۔ آپ نے صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ سے ملاقات کی۔ ۶۲ھ میں وفات پائی۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۲۱

جب بندے کے مال میں بے برکتی دی جاتی ہے

تو وہ مال پانی اور مٹی میں لگا دیتا ہے

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِي مَالِهِ جَعَلَهُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ -
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب بندے کے مال میں بے برکتی دی جاتی ہے تو وہ مال کو پانی اور مٹی میں لگا دیتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح :-

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کون نہیں جانتا۔ آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی۔ خلیفہ چہارم تھے۔ بڑے سیاسی، زاہد، عابد، مجاہد، عالم، متقی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ پہلے خلفائے ثلاثہ کے مشیر اور آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ الزہراءؓ کے خاوند

حسین کریمین کے والد گرامی اور خیر کے فاتح آپ ہی ہیں۔

یعنی یہ کہ بلا ضرورت عمارتیں بنانا - انکے گارے چونے میں پیسہ خرچ کرنا مراد ہے - مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے مال میں بے برکتی ڈالنا چاہتا ہے تو اسے مکانات بنانے گرانے کا شوق دے دیتا ہے۔ اس کی بد قسمتی دیکھو کہ اللہ ورسول ﷺ کی راہ میں خرچ کرنے ' حق والوں کے حق ادا کرنے کا اسے خیال تک نہیں آتا۔ وہ اسی خیال میں لگا رہتا ہے کہ یہ بگاڑو ' یہ بناؤ ' ضروری عمارات جیسے مسجد ' ضرورت کے مکان اور دکانیں اس حکم سے خارج ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ لاکھوں روپے کے خرچ سے بنائی ' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ پر بہت کثیر رقم خرچ کی۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۲۲

دنیا کا مال کس کا ہے اور جمع کون کرتا ہے

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ وَمَنْ لَا مَالَ لَهُ وَلَا مَالًا لَهَا
يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ رسول اللہ ﷺ سے راوی فرمایا

دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اس کے لئے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔

(احمد ، بیہقی شعب الایمان) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح :-

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین سے ، صدیق اکبرؓ کی بیٹی ، نبی پاک ﷺ کی بیوی ، آپؐ کی رخصتی ہجرت کے بعد عمل میں آئی۔ یہاں دار سے مراد عیش و عشرت کا گھر ہے یعنی دنیا کو عیش کی جگہ وہی سمجھتا ہے جس کے مقدر میں آخرت کا عیش نہ ہو ورنہ مومن دنیا کو عمل کی جگہ اور رہنے کی منزل سمجھتا ہے کہ جتنی زندگی ہے اس میں کچھ کر لو ، پھر یہ نہ ملے گی۔ (مرقات) مولانا فرماتے ہیں۔

سہ پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعت است
مصطفیٰؐ فرمود دنیا ساعت است

ترجمہ :- پس تجھے ہر لحظہ موت بھی ہے اور رجعت بھی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا ایک ساعت ہے۔

مال سے مراد حرام ذرائع سے کمایا ہوا مال اور حرام جگہ خرچ کیا ہوا مال ہے۔ یہ مال حقیقت میں مال نہیں نرا وبال ہے ، یعنی دنیاوی حرام مال کو وہ مال سمجھتا ہے۔ جس کے نصیب میں حلال مال نہیں۔ تم ایسے نہ بنو ، مومن اس مال کو راہِ خدا میں خرچ کر کے آخرت سنبھالتا ہے۔

یعنی غافل آدمی دنیاوی عیش و آرام کے لئے مال جمع کرتا ہے اور مومن آخرت کے لئے جمع کرتا ہے۔ غافل بے وقوف ہے اور مومن عاقل ہے۔ (مرآت)

حضرت میاں صاحب فرماتے تھے کہ غفلت شعار انسان لذاتِ فانیہ کے چکر میں پھنس کر معاصی کے گرداب میں جا پڑتا ہے اور زندگی بھر اسی میں غوطے کھاتا رہتا ہے۔

دل آگاہ سے باید و گرنہ

گدا یک لحظہ بے نامِ خدا نیست

ترجمہ :- دل کی آگاہی چاہئے ورنہ گدا تو ہر وقت اللہ کا نام لیتا ہے۔

حدیث نمبر :- ۲۳

حضور انور ﷺ کا امت پر خوف ، نفسانی

خواہش اور لمبی امیدیں

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِي الْهَوَىٰ وَطُولُ الْأَمَلِ
فَأَمَّا الْهَوَىٰ فَيُصَدِّدُ عَنِ الْحَقِّ وَأَمَّا طُولُ الْأَمَلِ فَيُنْسِي
الْآخِرَةَ وَهَذِهِ الدُّنْيَا مَرْتَجِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهَذِهِ الْآخِرَةُ
مَرْتَجِلَةٌ قَادِمَةٌ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهَا بَنُونَ فَإِنْ
اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَكُونُوا مِنْ بَنِي الدُّنْيَا فَا فَعَلُوا فَإِنَّكُمْ

الْيَوْمَ فِي دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَأَنْتُمْ غَدًا فِي دَارِ
الْآخِرَةِ وَلَا عَمَلَ -

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت جابرؓ سے ' فرماتے ہیں ' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جن چیزوں سے میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں ان میں زیادہ خوفناک نفسانی خواہش ہے اور لمبی امید ' لیکن نفسانی خواہش تو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی امید تو آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دنیا کوچ کر کے جارہی ہے اور آخرت کوچ کر کے آرہی ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے بچے ہیں۔ اگر تم یہ کر سکو کہ دنیا کے بچے نہ بنو تو ایسا کرو ' کیونکہ تم آج عمل کی جگہ میں ہو جہاں حساب نہیں ' اور تم کل آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہ ہوگا -

(بیہقی فی شعب الایمان) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح :-

یعنی جو دل چاہے وہ کرے ' قانون شرعی کا لحاظ نہ کرے اور یہ خیال کرنا کہ ابھی عمر پڑی ہے بڑھاپے میں نیک عمل کر لوں گا۔ ان دونوں دھوکوں میں عام لوگ گرفتار ہیں۔ نفس اور شیطان گناہ تو جلدی کراتے ہیں ' نیکیوں میں دیر لگواتے ہیں کہ ابھی عمر بہت ہے پھر کر لینا - نفسانی خواہش سے مراد وہ خواہشات جو خلاف اسلام ہوں ان کی پیروی کرنے والا ظاہر ہے اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت نہ کرے گا۔ آخرت یاد آتی ہے جب موت سامنے ہو ' انسان موت کو قریب سمجھ کر آخرت کی تیاری کرتا ہے۔ جب دل میں خیال یہ ہو کہ ابھی سو دو سو

سال مجھے موت نہیں آئے گی تو وہ آخرت کی تیاری کیسے کرے گا؟ فرمانِ عالی برحق ہے جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں تب سے دنیا جا رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے۔ ہر سانسِ آخرت کی طرف ایک قدم ہے۔ لوگ بڑی دھوم دھام سے سالگرہ مناتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ زندگی کا ایک اور سال غفلت میں گزر گیا۔

سے غافل تھے گھڑیاں یہ دیتا ہے منادی

خالق نے تری عمر کی ایک اور سانس گھٹا دی

معلوم نہیں دنیا کب ساتھ چھوڑ دے اور آخرت کب آ جائے۔ یہاں بچوں سے مراد تابع، محکوم، زیر فرمان، راکب و راغب، یعنی بعض دنیا کے طالب اس میں راغب، بعض آخرت کے طالب اس میں راکب۔ دونوں کی طلب نہیں ہو سکتی کیونکہ دونوں متضاد ہیں یعنی دنیا میں اللہ تمہارا حساب نہیں فرماتا۔ جو چاہو عمل کر لو مرنے کے بعد وقت نہ ملے گا۔ وہاں صرف حساب ہوگا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ تم آج اپنا حساب خود کرتے رہو۔ یاد رہے کہ حضرات انبیاء اولیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں مگر ان اعمال پر ثواب نہیں لہذا فرمانِ عالی بالکل برحق ہے کہ ثواب والا عمل صرف اور صرف زندگی میں ہی ہو سکتا ہے۔ صدقات جاریہ کا سب کام زندگی میں ہو سکتا ہے۔ ہاں اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔ لہذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرأت)



حدیث نمبر :- ۲۴

دو فرشتوں کی منادی جو انسان اور جن

کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ إِلَّا وَبِجَنبَيْتِهَا مَلَكَانِ
يُنَادِيَانِ يُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
هَلِّمُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَا قَلَّ وَكَفَىٰ خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَالْهُي -
(رَوَاهُ أَبُو نَعِيمٍ فِي الْحِلْيَةِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو درداء سے فرماتے ہیں 'فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نہیں
طلوع ہوتا سورج مگر اس کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں۔ پکارتے ہیں سوائے جن و
انس کے ساری مخلوق کو سناتے ہیں کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ جو تھوڑا ہو اور
کافی ہو وہ اس سے اچھا ہے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔

تشریح :-

اس طرح کہ وہ فرشتے بھی سورج کے ساتھ ہی گردش کرتے ہیں اور ہر جگہ طلوع کے
وقت سورج کے ساتھ ہوتے ہیں۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سورج تو ہر وقت کہیں نہ کہیں

طلوع ہوتا ہی رہتا ہے۔ جب یہاں دو پہر کا وقت ہوتا ہے تو دوسری جگہ صبح، چونکہ دن نکلتے وقت لوگ کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں اس لئے صبح کے وقت ہی یہ اعلان مناسب ہوتا ہے۔ جن وانس کے سوا ساری مخلوق یہ آواز سنتی ہے۔ ان دونوں فرشتوں کا کلام حضور ﷺ کے ذریعے ہمیں سنایا جا رہا ہے جس طرح رب نے اپنا کلام بندوں کو حضور ﷺ کے ذریعے سنایا تاکہ ان دونوں گروہوں کا ایمان بالغیب رہے کہ ایمان بالغیب پر ہی سزا و جزاء ہے اور اسی پر دار و مدار ہے۔ دونوں گروہوں پر ایمان بالغیب واجب ہے۔ کام کاج میں مشغول ہو کر رب تعالیٰ سے غافل نہ ہو جاؤ۔ ”ہاتھ کار میں ہو، دل یار کے ساتھ ہو“ ہر وقت اس کے دروازے پر رہو۔ رب فرماتا ہے کہ **فِیْرِوْ اِلٰی اللّٰہِ** گناہ گار ہو تو اس کے دروازے پر آؤ۔ نیکو کار ہو تو بھی اس کے دروازے پر آؤ کیونکہ اس کے سوا کوئی اور دروازہ نہیں۔

جو رزق مقدار میں تھوڑا ہو، انسان کی حاجات پوری کر دے۔ اسے پا کر انسان رب سے غافل نہ ہو جائے۔ وہ اس رزق سے بہتر ہے جو مقدار میں زیادہ ہو اور رب تعالیٰ سے غافل کر دے کہ وہ تھوڑا مال اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ زیادہ مال اللہ کا عذاب ہے۔ علم کا بھی یہی حال ہے کہ بقدر ضرورت علم جو خداری کا ذریعہ ہو، اس زیادہ علم سے بہتر ہے جو رب تعالیٰ سے غافل کر دے۔ عالم کو متکبر بنا دے۔ یاد رہے کہ فرشتے یہ بات درحقیقت جن وانس کو سناتے ہیں مگر ہمارے حضور ﷺ کی معرفت سے ان تک پہنچاتے ہیں۔



حدیث نمبر :- ۲۵

میت جب قبر میں جاتا ہے تو فرشتے

اور انسان کیا کہتے ہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يُبْلَغُ بِهِ قَالَ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ قَالَتِ
الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ بَنُو آدَمَ مَا خَلَّفَ -

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں۔ فرمایا
جب مردہ جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ آگے کیا بھیجا؟ اور انسان کہتے ہیں کہ پیچھے کیا چھوڑ
گیا؟ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح :-

میت سے مراد وہ ہے جو مرنے لگے، یعنی مرتے وقت اس کے وارثین تو چھوڑے
ہوئے مال کی فکر میں ہوتے ہیں کہ کیا چھوڑے جا رہا ہے؟ اور فرشتے جو اس کی روح قبض
کرنے کے لئے آئے ہوتے ہیں وہ اس کے اعمال و عقائد کا حساب لگاتے ہیں کہ جیسے اس کے
عمل ہوں ویسے ہی فرشتے، اسی طرح نیک اعمال والے کو رحمت کے فرشتے لینے آتے ہیں
جبکہ بدکار کو عذاب کے فرشتے یہ کہتے ہیں کہ اب آگے کے لئے کیا لائے ہو؟ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۲۶

انسان میں چار خوبیاں ہوں تو کوئی حرج نہیں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ إِذَا كُنَّ فِيكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ الدُّنْيَا حِفْظُ أَمَانَةٍ وَصِدْقُ حَدِيثٍ وَحُسْنُ خَلِيقَةٍ وَعِفَّةٌ فِي طَعْمَةٍ - (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ شُعْبُ الْإِيمَانِ)

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے ' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تجھ میں چار خوبیاں ہوں تو تجھ پر حرج نہیں کہ دنیا تجھ سے الگ رہے۔ امانت کی حفاظت بات کی سچائی، اچھی عادت ' کھانے میں پاکدامنی۔ (احمد بیہقی شعب الایمان)

تشریح :-

یعنی اگر یہ چار نعمتیں تجھے خدا عطا کر دے مگر دنیا تیرے پاس زیادہ نہ ہو تو پرواہ نہ کر۔ یہ چاروں نعمتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں بلکہ دنیا کی زیادتی کبھی ان نعمتوں کو نقصان بھی دیتی ہے لہذا اس صورت میں دنیا کی کمی ہی اچھی ہے۔ جسے یہ توفیق مل جائے انشاء اللہ وہ دنیا میں کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ اچھی عزت والا انشاء اللہ بہت عزت پاتا ہے۔ جو اپنے حلق و حرام کی کمائی سے اور زبان کو حرام بات سے محفوظ رکھے وہ بندہ انشاء اللہ مقبول الدعاء ہوتا ہے وہ جو

رب سے مانگتا ہے پالیتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ سچی بات، حلال روزی، عبادتوں کی اصل ہے۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۲۷

حضرت معاذ ابن جبل کو حضور ﷺ کی وصیت

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ يُوصِيهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي تَحْتَ رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسَى أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هَذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي هَذَا وَقَبْرِي فَبِكِي مُعَاذٌ جَشَعًا الْفِرَاقِ رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ اتَّفَقَتْ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ نَحْوَ الْمَدِينَةِ فَقَالَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت معاذ بن جبل سے، فرمایا جب انہیں رسول اللہ ﷺ

نے یمن کی طرف بھیجا تو رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ انہیں وصیت فرما رہے تھے اور جب کہ معاذؓ سوار تھے اور رسول اللہ ﷺ پیدل چل رہے تھے۔ ان کے کچا وہ کے نیچے تو جب فارغ ہوئے تو فرمایا! اے معاذ ممکن ہے کہ تم اس سال کے بعد مجھے نہ ملو۔ غالباً تم اب میری مسجد اور میری قبر پر سے گزر دو تو معاذؓ رسول اللہ ﷺ کی جدائی سے گھبرا کر بہت روئے پھر حضور ﷺ واپس ہوئے تو اپنا چہرہ پاک مدینہ کی طرف کیا پھر فرمایا کہ لوگوں میں مجھ سے قریب ترین لوگ پرہیزگار ہیں جہاں بھی ہوں۔ (احمد)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں 'معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو حسب معمول انہیں الوداع کرنے شنیۃ الوداع تک گئے۔ معاذؓ سوار ' جبکہ حضور ﷺ پیدل چل رہے تھے۔ سنت یہی ہے کہ مہمان کو الوداع کرتے وقت کچھ دور اس کے ساتھ جاؤ۔ اس عمل سے اپنے مقرر کردہ حکام کا احترام فرمانا ہے۔ یہاں لَعَلَّ شک کے لئے نہیں بلکہ یقین کے لئے جیسے رب فرماتا ہے -

لَعَلَّ اللّٰهُ يُحَدِّثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا يٰۤاٰمُرَايَا لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ 'وقبری میں "و" بمعنی مع ہے یعنی میری قبر پر آؤ گے جو اسی مسجد میں ہوگی۔ (مرقات)

اس فرمان میں پانچ غیبی خبریں ہیں - ۱- ہم عنقریب وفات پا جائیں گے
 ۲- ہماری وفات مدینہ میں ہوگی ۳- ہماری قبر مسجد نبوی ﷺ میں ہوگی۔
 ۴- معاذؓ ہمارے بعد وفات پائیں گے ۵- حضرت معاذؓ ہماری قبر پر زیارت کرنے آئیں گے - یہ پانچوں باتیں علوم خمسہ سے ہیں۔ یہ ہے ہمارے نبی ﷺ کا علم غیب۔ یہ خیال کر کے روئے کہ میں حضور انور ﷺ سے اب ہمیشہ کے لئے الوداع ہو رہا ہوں ' آج بھی

مدینہ منورہ سے نکلتے وقت جو حالت حجاج کی ہوتی ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی۔

فرماتے ہیں ' میں آگے روانہ ہوا ' حضور ﷺ واپس مدینہ کی طرف پھرے تو با آواز بلند فرمایا جو میں نے بھی اپنے کانوں سے سن لیا۔ آپ ﷺ نے تسلی کے لئے فرمایا۔ اس فرمان کے چند مقاصد ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ اے معاذ تم اس ظاہری فراق سے غم نہ کرو ' تقویٰ اختیار کرو جہاں بھی ہو گے میرے قریب ہی رہو گے۔ ۲۔ تا قیامت مسلمان تقویٰ کے ذریعے مجھ سے قریب ہو سکیں گے۔ زبان ' وطن اور قومیت ہم سے قریب کرنے کے لئے کافی نہیں۔ قرآن کے پاس اطاعت کے قدم سے اور حضور ﷺ کے پاس ارادت کے قدم سے پہنچو۔ ہم صرف مدینہ میں نہیں بلکہ عشاق کے سینہ میں رہتے ہیں۔ ۳۔ میرے متصل جو خلیفہ ہونگے (حضرت ابو بکر صدیقؓ) وہ میرے بہت ہی قریب ہونگے۔ تم ان کو دیکھ لیا کرنا ان کے رخسار میں میرا جمال دیکھو گے۔

(اشعۃ از مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی و مرقات از ملا علی قاری حنفی)

بعض حضور ﷺ کے قرابت دار مکہ میں رہ کر بھی حضور ﷺ سے دُور رہے جیسے ابولہب وغیرہ۔ بعض دُور رہ کر بھی حضور ﷺ سے قریب رہے جیسے ادیس قرنی وغیرہ۔ تقویٰ بہت قسم کا ہے جیسا تقویٰ ویسا حضور سے قُرب۔ اللہ تعالیٰ قُرب محمدی نصیب فرمائے۔ (مرآت)

چو سی بکوائے دلبر بسپار جان مضطر

کہ مباد بار دیگر نہ سی بدیں تمنا

ترجمہ :- جب محبوب کے آستانے تک رسائی کا شرف ہو جائے تو جان اُن پر

قربان کر دے کیونکہ شاید یہ موقعہ پھر نصیب نہ ہو۔

حدیث نمبر :- ۲۸

سینہ میں نور کے داخلہ کی نشانی

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّ النُّورَ إِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْقَسَحَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلْ لِي لِكَ مِنْ عِلْمٍ يُعْرِفُ بِهِ قَالَ نَعَمْ التَّجَافِي مِنْ دَارِ الْغُرُورِ وَالْإِنَابَةَ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ وَالْإِسْتِعْدَادَ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نَزْوِلِهِ -

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن مسعودؓ سے فرماتے ہیں ' کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کی کوئی نشانی بھی ہے۔ جس سے یہ نور پہچانا جاسکے۔ فرمایا ہاں ' دھوکہ کی جگہ سے دُور رہنا ' دائی گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔ (بیہقی فی شعب الایمان) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ہدایت سے مراد ہدایتِ خاص ہے جس کے ساتھ خیر کی توفیق مل جاتی ہے۔ عام ہدایت تو رب نے ساری مخلوق کو فرمائی۔ ہدایتِ عامہ کے لئے انبیاء تمام انسانوں کے لئے بھیجے۔ (مرأت)

اور جب مومن کا سینہ کھل جاتا ہے تو عرش و کرسی، لوح و قلم، زمین و آسمان تمام سے زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں آتا ہے کہ میں نہ تو زمین و آسمان میں سماتا ہوں بلکہ میں تو مومن کے سینہ میں سماتا ہوں۔

مولانا فرماتے ہیں :-

من نہ گنجم در زمین و آسمان
بلکہ میں گنجم بقلب مومناں

ترجمہ :- میں زمین و آسمان میں نہیں سماتا، ہاں مومن کے قلب میں سما جاتا ہوں۔ یہ اس نورانی مومن کا سینہ ہے، اس نورِ قلبی کی تین علامتیں ہیں۔ ۱۔ دنیا سے دل نہ لگانا ۲۔ آخرت سے دل لگانا ۳۔ دنیا میں اعمالِ صالح کرنا۔ دنیا کو دارالغرور اس لئے فرمایا کہ اس کا دکھلاوہ بہت ہے حقیقت کچھ نہیں۔ جیسے صحرا یا تھور دُور سے پانی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں ریت یا تھور (کھر) ہوتا ہے۔ یا جیسے پانی کا بلبکہ کہ دیکھنے میں بہت ابھرا ہو مگر اندر کچھ نہیں۔ دنیا سے بادشاہوں، امیروں، وزیروں نے دھوکہ کھایا کہ بہت کچھ جمع کیا بڑی محنت و مشقت سے جمع کیا مگر ایک سانس الٹی آگئی۔ آن کی آن میں سب کچھ چھوڑا اور خالی ہاتھ چلے گئے۔ یہ ہے دنیا کا دھوکہ سکندر جب گیا دنیا سے تو دونوں ہاتھ خالی تھے۔ یاد رہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ و حضرت سلیمان علیہ السلام کی دنیا انہیں

دھوکہ نہ دے سکی کیونکہ ان کی دنیا آخرت کی کھیتی تھی کہ اس سے انہوں نے رب کو راضی کر لیا۔ دنیا ان کے لئے دار الغرور نہیں بلکہ دار السرور تھی۔ وہ شاد شاد آئے، شاد شاد رہے، شاد شاد چلے گئے۔

وہ موت بلکہ علامتِ موت سے پہلے گناہوں سے توبہ نیک اعمال کا توشہ جمع کر لیتے ہیں۔ ریل آنے سے پہلے سامان تیار رکھتے ہیں۔ موت یار کے پاس لے جانے والی ریل ہے، اس کے آنے سے پہلے سامان تیار کر لو۔ پھر ریل کے آنے پر کچھ نہ ہو سکے گا۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۲۹

جب کوئی بندہ کم بولتا ہے تو اس سے قرب حاصل کرو

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَ أَبِي خَلَادٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطِي زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مُنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوا مِنْهُ فَإِنَّهُ يُلْقِي الْحِكْمَةَ -

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو خلادؓ سے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمتیں دی گئی ہیں۔ تو ان سے قرب حاصل کرو کیونکہ اسے حکمت دی جاتی ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح :-

ابوخلاد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض صحابہ کرام کے نزدیک ان کا نام عبدالرحمن

ہے حق یہ ہے کہ ابوخلاد صحابی ہیں۔

یعنی وہ دنیاوی باتیں کم کرتے ہیں۔ ذکر اللہ یاد رُود شریف اس میں داخل نہیں۔

کیونکہ ذکر اللہ وغیرہ تو عبادت ہے۔ اللہ کرے ان سے زبان ہر وقت تر رہے۔

(مرآت)

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد علم باعمل ہے۔

بعض کے نزدیک شریعت و طریقت کا اجتماع حکمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص

چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ انکی

صحبت اکسیر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں - كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ سچے لوگوں کے

ساتھ ہو جاؤ، حقیقت میں ایسا مسلمان نائب پیغمبر وارثِ رسول ﷺ ہے۔ جنہیں دنیا

(مرقات)

مشائخ کے نام سے پہچانتی ہے۔

حدیث نمبر :- ۲۰

بہت سے پریشان حال لوگ اللہ پر قسم کھالیں

تو وہ پوری کر دے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رَبُّ اشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّةَ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے 'فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے نکالے ہوئے - اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ انہیں بری کر لے -
(مسلم)

تشریح :-

اس فرمانِ عالی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے ہیں - وہاں سے نکالے جاتے ہیں - وہ تورب کے دروازے کے سوا کسی کے دروازے پر نہیں جاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی حقیقت سے دنیا غافل ہے - اگر وہ کسی کے پاس جاتے تو وہ ان سے ملنا گوارہ نہ کرتا - رب نے انہیں دنیا والوں سے ایسا چھپایا ہوا ہے جیسے لعل پہاڑ میں یا موتی سمندر میں تاکہ لوگ ان کا وقت ضائع نہ کریں -
(مرآت)

فرمانِ عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں - ۱ - وہ بندہ اگر اللہ تعالیٰ کو قسم دے کر وئی چیز مانگے ' کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی تو یہ کر دے - تورب تعالیٰ ضرور کر دے گا - یہ بندہ ہے بندہ کی ضد اپنے رب سے - ۲ - یہ کہ اگر وہ بندہ خدا کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے ' تو خدا اس کی قسم پوری کر دے - مثلاً وہ کہہ دے کہ خدا کی قسم تیرا بیٹا ہوگا ' یا رب کی قسم آج بارش ہوگی تورب تعالیٰ ان کی زبان سچی کرنے کے لئے یہ کر دے - بعض لوگ بزرگوں کی زبان سے کچھ کہلواتے ہیں ' حضور ﷺ کہہ دو کہ تیرا بیٹا ہوگا ' تو مقدمہ میں کامیاب ہوگا - اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے -

(اشعۃ للمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

حضرت غوث بہاء الحق ملتانیؒ اور بوڑھی عورت کا واقعہ اس کا ثبوت ہے کہ عورت نے کہا بہاء الحق واپس آ جاؤ۔ اللہ کی قسم آج بارش ہو جائے گی میں بارش کرادوں گی۔
(فہرست القرآن از مفتی احمد یار نعیمی)

”ان کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی“

حضرت مولانا مفتی محمد امین محدث اعظم مدظلہ فیصل آبادی اس واقعہ کے راوی ہیں کہ میرے بھائی ڈاکٹر محمد شریف کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ ڈاکٹر اور طبی معائنہ والے مایوس ہو چکے تھے۔ ایک دفعہ رابع حضرت للہیؒ (جو ان کے مرشد تھے) نے پوچھا کہ ڈاکٹر آپ کی کوئی اولاد ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ جناب کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی کوئی امید ہے تو حضرت نے فرمایا ! نہیں اولاد تو ضرور ہونی چاہئے۔ بس یہی الفاظ کام کر گئے اور سال بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا جو آج بھی اللہ کے فضل سے بقید حیات ہے۔ (مؤلف)

حدیث نمبر :- ۳۱

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم کو ضعفاء

کی وجہ سے ہی روزی ملتی ہے

عَنْ مَصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَأَيْتُ سَعْدًا أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى
مَنْ دُونَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ
تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ -

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت مصعب بن سعد سے فرماتے ہیں کہ حضرت سعد نے سمجھا کہ انہیں اپنے سے نیچوں پر بزرگی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے کمزوروں کی برکت سے ہی مدد کئے جاتے ہو اور روزی دئے جاتے ہو۔ (بخاری)

تشریح :-

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی اور صاحبِ اشعۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مطابق حضرت مصعب ابن سعد ابن ابی وقاص ہیں۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ، حضرت علی ابن عمر طلحہ سے ملاقات ہے۔ (رضی اللہ عنہم) ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔

شرح مشکوٰۃ صاحبِ مرآت فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص بڑے مالدار، سخی اور بہادر تھے۔ ایک بار ان کے دل میں خیال آیا کہ میں فلاں فقیر مہاجر صحابی سے افضل ہوں۔ آپ نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا تب حضور ﷺ نے یہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دلوں کے خطرات سے مطلع فرمایا۔ آپ کا یہ خیال بطور شکر ہو گا نہ کہ بطور فخر چونکہ یہ تصوّر کہ میں بہادری اور سخاوت میں فلاں سے افضل ہوں آپ کی شان کے لائق نہ تھا اس لئے یہ ارشاد ہوا۔ فرمایا اے سعد تمہاری سخاوت تو دولت سے ہے اور شجاعت طاقت و قوت سے مگر دولت قوت، فتح، فقراء کی برکت سے ہے۔ وہ تم حضرات کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہیں اس سے تو تسل ثابت ہوا۔ (مرآت)

فقراء مسلمان بندوں کے لئے قطب اور اوطار ہیں جیسے خیمہ میخوں اور قطب چوب سے قائم ہے۔ ایسے ہی دنیا ان لوگوں سے قائم ہے۔ فقراء کی برکت سے بندوں کو رزق ملتا ہے

ان کے طفیل بارشیں ہوتی ہیں - غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ یہی لوگ ہیں۔
(مرقات از ملا علی قاری حنفی)

حدیث نمبر :- ۳۲

جنت میں زیادہ تر فقراء اور جہنم میں زیادہ تر عورتیں ہونگی
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ
وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا کہ میں نے جنت میں جھانکا تو وہاں کے عام باشندے فقیر لوگ دیکھے اور میں نے
دوزخ میں جھانکا تو وہاں اکثر باشندے عورتیں دیکھیں۔
(بخاری و مسلم)

تشریح :-

یہ واقعہ جسمانی معراج کا نہیں کیونکہ اس رات تو حضور انور ﷺ جنت میں تشریف
لے گئے تھے وہاں کی سیر فرمائی تھی - یہ خواب کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ (مرآت)
کیونکہ حضرات انبیاء کرام کی اطاعت کرنے والے اکثر فقراء ہی رہے۔ آج بھی

دیکھ لو علماء و حفاظ وقت پڑنے پر غازی شہید اکثر غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اب بھی مساجد میں دینی مدرسے غریبوں کے دم سے آباد ہیں۔ امیروں کے لئے کالج، سینما، کھیل تماشے ہیں۔ فرمان عالی بالکل برحق ہے۔

(مرات)

چونکہ عورتیں زیادہ تر دنیا کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اپنے خاوند بلکہ گھر بھر کو نیکیوں سے روک دیتی ہیں اور عورتیں ناشکری، بے صبری زیادہ کرتی ہیں۔ عورت بگڑ کر سارے گھر کو بگاڑ دیتی ہے اور سنبھل کر سارے گھر کو سنبھال لیتی ہے۔ بچے کا پہلا سکول ماں کی گود ہے۔ جنت و دوزخ کا یہ داخلہ بعد قیامت ہوگا مگر حضور ﷺ کی نگاہ شریف نے اسے ملاحظہ فرمایا۔ ہمارے خواب و خیال سے بھی زیادہ تیز حضور ﷺ کی نگاہ شریف ہے۔ ہم خواب و خیال سے اگلی آئندہ چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔

(مرات)

یہاں صاحب تفہیم البخاری لکھتے ہیں کہ مہلب نے کہا کہ عورتیں اس لئے دوزخ میں زیادہ ہونگی کہ یہ اپنے شوہروں کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ عورتیں جنت میں اس لئے کم ہونگی کہ ان میں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ زیادہ عورتیں جلد ہی بے دین لوگوں کے دھوکے میں آ جاتی ہیں جو ان کی خواہش کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کو آخرت کی طرف توجہ دلائے تو اس طرف کان تک نہیں دھرتیں بلکہ دنیاوی زیب و زینت کی طرف مائل ہوتی ہیں اور فقراء جنت میں اس لئے زیادہ ہونگے کہ ان کو اتنا مال میسر نہیں ہوتا جس کے سبب وہ بد اعمالیوں کی طرف مائل ہو سکیں کیونکہ اکثر کثرتِ اموال ہی معاصی کا وسیلہ بنتے ہیں۔ سید عالم ﷺ نے فقر کے فتنے کے شر سے پناہ مانگی ہے کیونکہ اس کا شر کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ فقرا اگر شر سے خالی ہو تو اس کی بہت فضیلت ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا الْفَقْرُ فُخْرِي (کہ فقر میرا فخر ہے) اسی طرح غناء و امارت کے فتنے کے

شر سے آپ ﷺ نے پناہ چاہی ہے۔ امارت کا اثر انسان کا دل سخت کر دیتا ہے اور وہ جو رواستبداد پر آمادہ ہوتا ہے اگر سوال کیا جائے کہ جنت میں کوئی بھی کنوارہ نہ ہوگا۔ ہر ایک جنتی کی کم از کم دو بیویاں ہونگی تو دوزخ میں ان کی کثرت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت سے پہلے عورتیں دوزخ میں زیادہ ہونگی اور ہر شخص کے لئے دو بیویاں ہونے کی تقدیر پر جنت میں زیادہ ہونگی۔ (کذا قال العلماء)

علامہ رضوی کہتے ہیں کہ میری رائے میں جواب یہ ہے کہ ہر ایک جنتی کی دو بیویاں خورعین سے ہونگی اور وہ یقیناً جنت میں ہونگی۔ یہاں دنیاوی عورتوں کا ذکر کہ وہ دوزخ میں زیادہ ہونگی کیونکہ وہی دنیاوی زینت کی طرف مائل ہوتی ہیں اور وہی فساق کے دھوکہ میں جلدی آ جاتی ہیں اور اپنے شوہروں کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ جنت کی عورتیں تو شوہروں سے محبت کریں گی ان کا ناشکری کرنا غیر مہمور ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ - (تفہیم البخاری)

حدیث نمبر :- ۳۳

حضرت عمرؓ کا نبی کریم ﷺ سے سوال

اور حضور ﷺ کا جواب

عَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رُمَالٍ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَرُ الرُّمَالُ بِجَنْبِهِ مَتَكِنًا عَلَى وَ سَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشُوهَا لَيْفٌ

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْعُ اللَّهَ فَلْيُوسِعْ عَلَيَّ أُمَّتِكَ فَإِنَّ
فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وَسِعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ فَقَالَ
أَوْ فِي هَذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أُولَئِكَ قَوْمٌ عَجَلَتْ لَهُمْ
طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي رِوَايَةٍ أَمَا تَرْضَى أَنْ
تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ :-

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کی ٹانگوں والی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا اور پنگے آپ کی کروٹ میں اثر کر گئے تھے۔ چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ میں نے کہا! یا رسول اللہ ﷺ رب سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی امت پر وسعت فرمادے کیونکہ فارس و روم پر بڑی وسعت کی گئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ فرمایا اے ابن خطاب تم اس خیال میں ہو۔ یہ وہ قوم ہے جن کے لئے دنیاوی زندگی میں ان کو نعمتیں دے دی گئیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ دنیا ان کے لئے ہو اور آخرت ہمارے لئے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح :-

حصیر چٹائی رمال کھجور کے پتوں سے بنی ہوتی ہے۔ ان پتوں کو اردو میں پنگے کہتے

ہیں یہ ہے حضور ﷺ کی سادہ زندگی۔ تکیہ کا غلاف چمڑے کا جس میں کھجور کی نرم چھال یعنی کھجور درخت کا نرم گودا تھا۔ اس عرض و معروض میں غالباً امت کا ذکر زائد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ پر وسعت فرمادے مگر بے ادبی کے خوف سے امت کا نام لیا۔ یعنی حضور ﷺ آپ کی امت اس فقر و فاقہ میں آپ کی پیروی نہ کر سکے گی۔ یہ دعا کریں کہ اللہ ان پر دنیا وسیع کرے۔ انہیں عیش و عشرت نصیب ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔ جیسا کہ جواب عالی سے معلوم ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ کی امت پر آپ کے صدقے دنیا بہت فراخ ہوئی تمام دنیا کے بادشاہ مسلمان بنا دئے گئے۔ تاریخ والے جانتے ہیں۔

بوریا ممنوں خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

ترجمہ :- چٹائی ممنوں ہے کہ وہ مجھ پر نیند کرتے ہیں، حالانکہ تاج کسریٰ ان کے غلاموں کے پاؤں میں ہے۔

عرض کی کہ روم و فارس کے بادشاہ کافر ہیں۔ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے، وہ عیش و آرام میں ہیں۔ حضور ﷺ آپ تو اللہ کے محبوب ہیں۔ حضور کا عیش و آرام ان سے زیادہ ہونا چاہئے۔ یعنی تمہاری رائے تو ایسی شاندار ہوتی ہے اس کے موافق قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں۔ تم جیسا پختہ اور درست رائے والا کوئی ہی ہوگا، تم بھی یہاں دھوکہ کھا گئے اور قیصر و کسریٰ کی عیش و عشرت والی زندگی کی آرزو ہمارے واسطے کرنے لگے۔ اس لئے یہاں ابن خطاب کے خطاب سے یاد فرمایا۔ نام نہ پکارا۔ ابن خطاب فرمانے میں بھی عجیب ناز و انداز ہے۔ فرمایا ان کفار کو دنیاوی عیش و آرام عطا فرمانا اللہ کی رحمت نہیں بلکہ اللہ کا عذاب ہے کہ وہ اس کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ کفر و فسق کے باوجود نعمتیں ملنا اللہ کا ان پر

عذاب ہے۔ فرماتے ہیں کفار کے لئے صرف دنیا ہو۔ ہمارے لئے آخرت بھی ہو۔ صوفیاء کے نزدیک دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے، جو مال و دولت آخرت کا توشہ بن جائے وہ دین ہے لہذا اس حدیث پاک کی بناء پر دولت عثمانی پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ وہ دولت تو عین دین تھی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بعد میں حضور ﷺ کو بہت دولت عطا فرمائی جو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے بانٹی۔ اب بھی ہم سب حضور ﷺ کے آستانہ سے پل رہے ہیں۔ بہر حال حدیث پاک بالکل واضح ہے کہ مومن کی دنیا اور 'کافر کی دنیا کچھ اور ہے۔

دونوں کی ہے پرواز اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۳۴

انسان کو ہمیشہ اپنے سے کم ترکو دیکھنا چاہئے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فَضَّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اسے دیکھے جسے اس پر مال و اعضاء میں بڑائی دی گئی ہے تو اسے بھی دیکھ لے جو اس سے نیچے ہے۔ (مسلم و بخاری) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اگر تم کبھی ایسے شخص کو جو صحت یا دولت میں تم سے زیادہ ہو اور تم کو اس پر رنج ہو تو فوراً ایسے کو بھی دیکھ لو جو صحت و دولت میں تم سے کم ہو اور خدا کا شکر ادا کرو۔ شیخ سعدی شیرازی گلستان میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا جو تاسفر کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ نیا خرید نہ سکتا تھا۔ میں لوگوں کو جوتے پہنے دیکھ کر رو رہا تھا کہ اسی دوران شہر کی جامع مسجد پہنچا وہاں ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے پاس پاؤں ہی نہ تھے اور وہ چوڑوں سے گھسٹ رہا تھا۔ میں نے فوراً توبہ کی اور سجدہ میں گر کر شکر باری تعالیٰ کرنے لگا۔ یہ ہے اس حدیث پاک پر عمل اس سے دل کو بہت تسکین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل نصیب کرے۔ آمین۔ اور مسلم شریف میں اس طرح عبارت ہے۔

” قال انظر و الی من هو اسفل منکم و لا تنظر و الی من هو فوقکم فہو اجدرا ان لا تزدر و انعمۃ اللہ علیکم“

ترجمہ :- یعنی فرمایا تم اپنے سے نیچے کو دیکھو اپنے سے اوپر کو نہ دیکھو۔ یہ عمل اس کا باعث ہے کہ تم اللہ کی نعمت کی ناقدری نہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی چیزوں میں اپنے سے نیچے کو دیکھو تا کہ تم شکر کرو اور دین کی چیزوں میں اپنے سے اوپر کو دیکھو تا کہ تم اپنی عبادت پر تکبر نہ کرو۔ اگر تم ہنجگانہ نماز پڑھتے ہو تو انہیں دیکھو جو تہجد اور اشراق بھی پڑھتے ہیں۔ مگر افسوس صد افسوس ہمارے معاشرہ میں تو ایسی گنگا بہہ رہی ہے۔ مال و دولت والے کو معزز شہری جبکہ نمازی اور دیندار کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(مرات)

شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی کہتے ہیں۔ کہ اگر ایسے شخص کو دیکھو جو دنیاوی ناز و نعمت میں اس سے بلند پایہ ہے تو ایسے شخص کو بھی دیکھ لینا چاہئے جس سے یہ بلند پایہ ہے۔ تاکہ بلند پایہ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفران نہ کرے بلکہ اپنے اوپر اللہ کی نعمتیں دنیاوی مال و متاع، خوبصورتی اور اولاد وغیرہ کو دیکھے تاکہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالائے اور خوش ہو لیکن جس کا تعلق آخرت سے ہے وہاں اس کو دیکھے جو اس سے دین داری میں بلند پایہ ہے تاکہ فضائل حاصل کرنے میں راغب ہو۔
(تفہیم البخاری)

حدیث نمبر :- ۲۵

حضور ﷺ نے فرمایا مجھے کمزوروں میں تلاش کرو

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
أَبْغُونِي فِي ضُعْفَانِكُمْ فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ أَوْ تُنْصَرُونَ
بِضُعْفَانِكُمْ - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ :-

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی، فرمایا مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرو۔ تم اپنے کمزوروں کی وجہ سے ہی روزی اور فتح دے جاتے ہو۔
(ابوداؤد)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں ضعفاء سے مراد وہ صالح مومن ہیں جن میں کبھی شیخی نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے نیک مومنوں میں تلاش کرو۔ میں ملوں گا۔ ڈھونڈنے سے مراد ہے کہ ان فقراء و مساکین کی خدمت کیا کرو جس سے وہ راضی ہو جائیں۔ ان کی مجلسوں میں حاضر رہو۔

یہاں اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حدیث قدسی ہے کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہوں۔ مجھے وہاں طلب کرو۔ میری رضا ضعفاء کی رضا میں پوشیدہ ہے۔ (اشعۃ)

یہاں مرقات نے بحوالہ ابن ملک فرمایا ہے کہ حضور ﷺ روحانی توجہ سے تو ہر دم ان مقبولوں کی محفل میں رہتے ہیں مگر کئی دفعہ جسماً و صورتاً بھی ان مجالس میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔

(مرقات از ملا علی قاری حنفی)

صاحب مرآت فرماتے ہیں کہ ایسی پاک مجلسوں میں اگر کوئی شخص اجنبی نظر آئے تو ضرور اس سے مصافحہ کریں۔ ممکن ہے کہ اس گروہ میں کوئی شہسوار ہو۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام شکل انسانی میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں آتے۔ حضرت خضر علیہ السلام مختلف انسانی شکلوں میں لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض اُمتیوں کے جنازہ میں بھی شرکت کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی پہلی

محراب ختم ہونے پر ختم شریف میں شرکت فرمائی۔ مجلس میں ایک بزرگ آئے، نام پوچھا گیا تو فرمایا، ابو ہریرہؓ، مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ آج عبدالعزیز کے ہاں ختم ہے، ہم وہاں جا رہے ہیں اور مجھے کسی اور مقام پر جانے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی لئے مجھے یہاں پہنچنے میں تاخیر ہو گئی ہے۔ بس اتنا فرمایا اور غائب ہو گئے۔

(فتاویٰ عزیزیتہ مقدمہ ص ۱۳ فارسی عبارت کا ترجمہ)

عرس بزرگاں، میلاد شریف کی مجالس اور بزرگان دین کی زیارات میں شرکت کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ شاید حضور ﷺ کی قدم بوسی کا شرف نصیب ہو جائے۔ آخرت میں حضور ﷺ کے ملنے کے تین مقام ہیں۔ حوضِ کوثر، میزانِ عمل اور صراط۔ جبکہ دنیا میں آپ ﷺ کے ملنے کی جگہ بزرگوں کی مجالس۔ ان سے دُوری اللہ و رسول سے دُوری ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

سے چوں شوی دُور از حضورِ اولیاء
اس چہیں داں دُور گشتی از خدا

ترجمہ :- جب تو اولیاء اللہ سے دُور ہوا تو جان لے کہ تو اللہ سے دُور ہو گیا۔

یہاں اشعۃ نے فرمایا کہ راوی کو شک ہے کہ آپ ﷺ نے تَرْزَقُونَ فرمایا

يَا تَنْصُرُونَ فرمایا۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ ضعفاء میں قطب اور اتار ہوتے ہیں

جن سے نظام دنیا قائم ہے۔ اگر یہ رہیں تو دنیا رہے۔ مثلاً خیمہ چوب اور عناب میخوں سے

قائم ہے اگر یہ نہ رہیں تو خیمہ گر جائے۔ آسمان کا خیمہ ان بزرگوں سے قائم ہے۔
(مرقات از ملا علی قاری حنفی)

حدیث نمبر :- ۳۶

نبی کریم ﷺ فقراء، مہاجرین کے توسل
سے فتح مانگتے تھے

عَنْ أُمِّيَّةَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَا لِيَكُ
الْمُهَاجِرِينَ - (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)
ترجمہ :-

روایت ہے امیہ ابن خالد ابن عبداللہ ابن اسید سے 'وہ نبی کریم ﷺ سے راوی
ہے کہ حضور ﷺ فقراء اور مہاجرین کے توسل سے فتح مانگتے تھے۔

(شرح سنہ) (مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح :-

امیہ بن خالد کو بعض محدثین صحابی کہتے ہیں، مگر آپ تابعی ہیں۔ ثقہ، مکی یا
مدنی ۸۰ھ کے بعد وفات پائی۔ (مرآت)

چنانچہ حضور انور ﷺ جہاد میں اس طرح دعا فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْصِرْنَا

عَلَى الْأَعْدَاءِ بِحَقِّ عِبَادِكَ الْفُتَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ - یعنی اے اللہ ہماری دشمن پر نصرت فرما ' اپنے مہاجر فقبروں کے حق سے جو تیرے بندے ہیں۔ اگرچہ سرکارِ دو عالم ﷺ خود سب کے وسیلہ عظمیٰ ہیں مگر آپ کا ان کے وسیلہ سے دعا مانگنا یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کے مقبول بندوں کے وسیلہ سے دعا کرنا سنتِ رسول ﷺ ہے اور افضل بندے اپنے نیک خدام کے وسیلہ سے دعا کریں۔ صرف نیک اعمال کے وسیلہ پر قناعت نہ کیا کریں۔

(مرآت)

اس حدیث پاک کو بہت طرح سے قوت حاصل ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے - "لَوْ تَزَيَّلُوا الْعَذَابَ بِنَا الَّذِينَ كَفَرُوا"

(اگر مسلمان کافروں سے جدا ہو جاتے تو ان کو کافر ہونے کی وجہ سے ہم عذاب دیتے) اگر ملہ سے یہ فقراء، مومنین نکل جاتے تو ہم کفار کو عذاب دے دیتے۔ پتہ لگا کہ کفار کا عذاب سے بچے رہنا فقراء، مومنین کی برکت سے ہے۔

ابن ابی شیبہ طبرانی ابن عبد اللہ نے روایت کی کہ کان ﷺ بِصَعَالِيكُ

الْمُسْلِمِينَ -

امیہ ابن خالد صاحب مشکوٰۃ کے نزدیک صحابی ہیں اور اگر تابعی بھی ہوں تو نہایت ثقہ

ہیں۔ ایک ثقہ کی مرسل حدیث قبول ہے۔ (مرقات)

مندرجہ بالا آیت و حدیث وسیلہ، اولیاء کے لئے اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

سے بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق

گر ملکِ باشد سیاہ گردد ورق

ترجمہ :- اللہ اور خاصانِ حق کی عنایت کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہے تو اس کا اعمال نامہ

سیاہ ہے۔

بقول علامہ اقبالؒ -

سے اسی میں دیکھ مضمحل ہے کمالِ زندگی تیرا
کہ تجھ کو زینتِ دامن کوئی آئینہ رو کر لے

.....☆☆☆.....

حدیث نمبر :- ۳۷

دنیا مومن کا قید خانہ ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ سُنَّتُهُ وَإِذَا فَارَقَ الدُّنْيَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسُّنَّةَ - (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ دنیا مومن کا جیل خانہ ہے اور اس کی قحط سالی ہے۔ جب مومن دنیا چھوڑتا ہے تو جیل اور قحط سے نکل جاتا ہے۔ (شرح سنہ ، مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح :-

جس طرح جیل میں قیدی کا دل نہیں لگتا اگرچہ وہاں ہر طرح کی سہولتیں بھی میسر ہوں اسی طرح مومن کا دل دنیا میں نہیں لگتا۔ اگرچہ اسے بڑا ہی آرام ہو۔ اس حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان کو دنیا میں تکلیف ہی تکلیف ہے 'تکلیف اور بات ہے اور دل نہ لگنا کچھ اور۔ مثال کے طور پر قحط سالی میں انسانوں کو ذلت 'قلت اور تکلیف ہوتی ہے ' اسی طرح مسلمان کو دنیا میں کوئی نہ کوئی تکلیف رہتی ہے یہ آزمودہ چیز ہے بلکہ تکلیفیں 'نا کامیاں اور مصیبتیں ہی انسان کو انسان بنا کر رکھتی ہیں۔ عیش و آرام میں غفلت جبکہ تکلیف میں بیداری ہوتی ہے۔ رجوع الی اللہ ہوتا ہے۔

مومن کو آخرت میں اس قدر آرام اور راحتیں ہیں کہ ان کے مقابل دنیا کی بادشاہت بھی جیل ہے اور کافر کو آخرت میں ایسی مصیبتیں جھیلنا ہونگی کہ ان کے مقابلے میں دنیا کی سخت ترین تکلیف گویا جنت ہوگی۔ مومن مر کر دنیاوی جنجال سے آزاد ہوتا ہے اور کافر مر کر پھنستا ہے موت ایک ریل ہے جو مومن کو عیش خانہ تک اور کافر کو جیل خانہ تک پہنچاتی ہے۔ جس طرح ایک ہی ریل میں کسی کے بارات ہو سکتی ہے اور کسی کی میت 'یا پھر اسی ریل میں کسی کو پھانسی کے لئے لے جایا جا رہا ہو۔ اور کوئی جیل سے آزاد ہو کر جا رہا ہو۔ (مرأت)

سے دریں محنت سرائے بے مواسا
بہ نعمت ہائے خویشم کن شناسا

ترجمہ :- اس بے رحم محنت سرا میں اپنی نعمتوں سے مالا مال فرما۔



حدیث نمبر :- ۲۸

حضرت بلالؓ اور حضور ﷺ کے تیس دن

ایسے گزرے کہ کھانا نہ کھایا

عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أَخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ وَلَقَدْ أُؤْذِيَتْ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذِي أَحَدٌ وَلَقَدْ آتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَ يَوْمٍ مَالِي وَ لِبِلَالٍ طَعَامٌ يَا كَلِّهِ ذُو كَبَدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُورَايُهُ ابْنُ بِلَالٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ وَ مَعْنَى هَذَا لِحَدِيثٍ حِينَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَارٍ بِأَمِّنٍ مَكَّةَ وَ مَعَهُ بِلَالٌ إِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِنَ الطَّعَامِ يَحْمِلُ تَحْتَ إِبْطِهِ)

مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کی راہ میں بہت ڈرایا گیا جتنا کوئی نہیں ڈرایا جاتا اور میں اللہ کی راہ میں ستایا گیا ایسا کوئی نہیں ستایا جاتا اور مجھ پر تیس دن رات ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے لئے کھانا نہ تھا۔ سوائے اس قدر کہ جسے بلالؓ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے۔ (ترمذی)

اور فرمایا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ بلال تھے۔۔۔ بلال کے ساتھ اتنا کھانا تھا جتنے وہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے۔

تشریح :-

یعنی دین اسلام کی تبلیغ اور کتاب اللہ کی اشاعت کے سلسلے میں جتنا کفار نے آپ ﷺ کو ڈرایا اتنا کسی اور نبی کو ان کی قوم نے نہیں ڈرایا۔ اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ دین کی تبلیغ میں جتنا کفار نے آپ ﷺ کو ستایا اتنا کسی اور نبی و ستایا نہ گیا۔ صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ جب کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ کو بہت ستایا اس وقت آپ کے ساتھ طاقتور مسلمان نہ تھے۔ جب اسلام پھیلا تو کفار کی طاقت کمزور ہو گئی اور انہیں کم ستایا گیا۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم سے تکالیف برداشت کیں مگر حضور انور ﷺ نے تیس (۲۳) سال۔ لیکن نوح علیہ السلام کی تکالیف سے آپ کی تکالیف سخت تر ہیں۔ چونکہ آپ سید الانبیاء ہیں اس لئے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں۔ گہن چاند اور سورج کو ہی لگتا ہے تاروں کو نہیں اسی طرح دکھ بڑوں کو چھوٹوں کی نسبت زیادہ ملتا ہے۔

خیال رہے یہ واقعہ ہجرت مدینہ کا نہیں کیونکہ اس دن آپ ﷺ کے ساتھ صدیق اکبر تھے۔ سیدنا بلال نہیں تھے۔ غالباً یہ واقعہ تبلیغ طائف کا ہے۔ نبوت کے دسویں سال ابوطالب کی وفات ہوئی اور پانچ دن بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ کا انتقال ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھا۔ تین ماہ بعد آخر شوال میں حضور

ﷺ تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ تھے۔ آپ نے وہاں کے سردار بنی ثقیف کے معتمد شخص عبید یا لیل ابن عبد کلال کو تبلیغ کی۔ اس نے آپ ﷺ کے پیچھے آوارہ لڑکے لگا دئے جنہوں نے آپ ﷺ کو زخمی کر دیا۔ زید نے روکا تو ان کا سر زخموں سے چور ہو گیا۔ تب جبرائیل امین علیہ السلام نے آ کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! حکم فرمائیں تو طائف کے پہاڑوں کو ملا دوں، جس سے یہ لوگ پس جائیں۔ فرمایا اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ممکن ہے ان کی اولاد مسلمان ہو جائے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھو، طائف میں بڑے بڑے مسلمان سپہ سالار پیدا ہوئے۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کی دعا کا صدقہ ہے۔

صاحبِ مرقات و لمعات فرماتے ہیں کہ یہاں یہ واقعہ مراد نہیں کیونکہ اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ بلال نہ تھے۔ بلکہ زید تھے۔ یہاں طائف کا کوئی اور سفر مراد ہے جس میں سیدنا بلال ساتھ تھے۔ بعض نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے طائف کے کئی سفر کئے ہیں۔ یہاں حدیث پاک میں ذُو کَبَدُ فرما کر یہ اشارہ دیا کہ ہم دونوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو کوئی جانور بھی کھا سکے۔ چہ جائیکہ انسان کھائے۔ شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ بغل میں کھانا ظاہر ہے تھوڑا سا ہی سما سکے گا۔ چار یا چھ روٹیاں اتنا کھانا اور تیس دن دو صاحبان کا گزارہ۔

(مرآت)

اس سید الصابریں پر لاکھوں سلام۔ میں قربان جاؤں کہ سر کا ﷺ نے تبلیغ دین کی خاطر ایسی تکالیف اور مشقتیں اٹھائیں کہ آج تک تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔



حدیث نمبر :- ۳۹

جس میں دو عادتیں ہوں وہ صابر اور شاکر ہے

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصَلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيهِ
كَتَبَهُ اللَّهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ
فَوْقَهُ فَاقْتَدَى بِهِ وَنَظَرَ فِي دُنْيَا إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ فَحَمِدَ
اللَّهَ عَلَى مَا فَضَّلَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللَّهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَ
مَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ وَنَظَرَ دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ
هُوَ فَوْقَهُ فَاسْفَ عَلَى مَا فَاتَهُ مِنْهُ لَمْ يَكْتَبَهُ اللَّهُ شَاكِرًا وَ
لَا صَابِرًا - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ :-

حضرت عمر و ابن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں دو عادتیں ہوں اسے اللہ تعالیٰ صابر شاکر لکھتا ہے۔ جو اپنے
دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے تو اس کی پیروی کرے اور اپنی دنیا میں اپنے سے نیچے
والے کو دیکھے تو اللہ کا شکر کرے اس پر کہ اللہ نے اسے اس شخص پر بزرگی دی تو اللہ تعالیٰ اسے
شاکر صابر لکھے گا اور جو اپنے دین میں اپنے سے کم کو دیکھے اور اپنی دنیا میں اپنے سے اوپر کو

دیکھے تو فوت شدہ دنیا پر غم کرے - اللہ سے نہ شاکر لکھے گا نہ صابر -

تشریح :-

شکر اور صبر دونوں کا ایک شخص میں جمع ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ شکر تو نعمت کے ملنے پر کیا جاتا ہے اور صبر نعمت نہ ملنے یا چھین جانے پر ملتا ہے ' مگر جو ان دو چیزوں پر صبر اور شکر پر عمل کرے گا وہ صابر اور شاکر ہوگا - گویا یہ ہے اجتماع ضدین - (مرآت)

فرمایا کہ اگر تم اچھے کام کرتے : غم نہ کرو بلکہ ان لوگوں کو دیکھو جو تم سے زیادہ نیک ہیں ' خواہ وہ زندہ ہوں یا : ان کو حضرات صحابہ کرامؓ و اہل بیتؑ کے اعمال پر غور اور عمل کرنا چاہئے - جو زیادہ نیکیوں کی کوشش کرے گا اس کے سبب اللہ اسے صابر لکھے گا - جب یہ شخص ان بزرگوں جیسے کام نہ کر سکے گا تو افسوس کرے گا - یہ اس کا صبر ہوگا - ہمیں افسوس کرنا چاہئے کہ کاش ہم بھی صحابہ کرامؓ کے وقت ہوتے اور جمالِ مصطفیٰ ﷺ سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ' قدموں پر جان نچھاور کرتے -

اپنے سے نیچے کو دنیا داری میں دیکھ کر شکر کرنا چاہئے - اس کے سوچنے سے بڑی سے بڑی مصیبت بھی آسان ہو جاتی ہے - اگر کسی کا جو ان بیٹا مر جائے اور صبر نہ آئے تو وہ حضرت علی اکبر کی شہادت پر غور کرے - انشاء اللہ فوراً صبر نصیب ہوگا - دین میں اپنے سے کم اور دنیا میں اپنے سے اوپر دیکھنے والے شخص کی زندگی حسد ' جلن ' بے صبری اور دل کی کوفت میں گزرے گی - امیروں کو دیکھ کر جلتا بھرتا رہے گا کہ ہائے میرے پاس مال کم ہے اور اپنی عبادت پر فخر کرے گا کہ فلاں بے نمازی ہے اور میں نمازی ہوں ' میں اس سے بہتر ہوں ' یہ تکبر ہے - فرمانِ باری تعالیٰ - ہے " لِكَيْلَا تَأْسُوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا اِبْمَا اتَّكُمْ " (اور تم اس چیز کا غم نہ کھاؤ جو تم سے فوت ہو گئی ہے اور تم اس پر خوش مت ہو

جو تمہیں دی گئی ہے) (پ ۲۷ حدید ۲۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کی کمی پر رنج کرے گا وہ ایک ہزار سال کی مسافت دوزخ سے قریب ہو جائے گا اور جو شخص دینی کوتاہی پر رنج کرے گا وہ جنت سے ایک ہزار سال کی راہ قریب ہو جائے گا۔

(مرقات از ملا علی قاری حنفی)

حدیث نمبر :- ۴۰

حضرت ابو ذرؓ کو کن سات چیزوں کا اپنے

محبوب سے حکم ملا؟

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَمَرَنِي خَلِيلِي بِسَبْعِ أَمْرِنِي بِحُبِّ
 الْمَسَاكِينِ وَالذُّنُوبِ مِنْهُمْ وَأَمَرَنِي أَنْ أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ
 دُونِي وَلَا أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقِي وَأَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ
 الرَّحِمَ وَإِنْ أَدْبَرْتُ وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أَسْئَلُ أَحَدًا شَيْئًا وَ
 أَمَرَنِي أَنْ أَقُولَ بِالْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا وَأَمَرَنِي أَنْ لَا
 أَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَائِمَةً وَأَمَرَنِي أَنْ أَكْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا
 حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّهُنَّ مِنْ كَنْزِ تَحْتِ الْعَرْشِ -
 (رَوَاهُ أَحْمَدُ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ :-

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ' فرمایا مجھے میرے محبوب نے سات چیزوں کا حکم دیا - مجھے مسکینوں سے محبت اور ان سے قرب کا حکم دیا ہے اور مجھے حکم دیا کہ اپنے سے ادنیٰ کو دیکھوں اور اپنے سے اوپر کو نہ دیکھوں اور مجھے حکم دیا کہ رشتوں کو جوڑوں اگرچہ وہ رشتہ دور کا ہو اور مجھے حکم دیا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں اور مجھے حکم دیا کہ سچی بات کروں اگرچہ کڑوی ہو اور مجھے حکم دیا کہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں اور مجھے حکم دیا کہ یہ زیادہ کہوں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ" الخ - نہیں ہے طاقت اور قوت مگر اللہ سے - کیونکہ یہ عرش کے نیچے کا خزانہ ہے -

تشریح :-

یہاں خلیل سے مراد سرکارِ دو عالم ﷺ ہیں - خلیل وہ جس کی محبت دل کے اندر داخل ہو جائے - یہ بنا ہے خَلَّةٌ سے بمعنی کشادگی - دل کی کشادگی بھر دینے والی محبت خَلَّةٌ ہے - خلیل وہ جو محبوب بھی ہو مطاع بھی - خلیل کے بہت معنی ہیں - اَمْرَانِی کا حکم استجابی ہے اور سب مسلمانوں کو ہے بمعرفہ حضرت ابوذرؓ - ہو سکتا ہے حکم و جوبی ہو اور ابوذرؓ کے لئے خاص ہو - حدیث پاک کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت بلالؓ سے تو محبت ہو اور حضرت عثمان غنیؓ سے محبت نہ ہو تو قرب سے مراد دلی قرب ہے یا جسمانی قرب یعنی مساکین کی صحبت میں رہنا - مساکین کی صحبت دل میں مسکینیت پیدا کرتی ہے - یعنی دنیاوی مال و متاع ' عزت و جاہ میں اپنے سے کم کو دیکھو اور دینی کاموں میں اپنے سے اوپر کو دیکھنا چاہئے -

أَصِلَ الرَّحْمَ سے مراد رشتہ دار ہیں - جوڑنے کا مطلب ہے ان سے اچھا

سلوک کرنا ' ان سے بد سلوکی نہ کرنا - اس کی تفسیر میں حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے

بھائیوں سے برتاؤ اور فتح مکہ کے دن قریش سے حضور ﷺ کا برتاؤ دیکھو۔

أَحَدًا سے مراد دنیا دار لوگ ہیں۔ حضور ﷺ سے مانگنا ہر ایک لئے فخر ہے۔

آپ ﷺ کا دروازہ تو وہ ہے جہاں بادشاہ بھی بھیک مانگتے ہیں۔

منگتے تو ہیں منگتے ، کوئی شاہوں میں دکھا دو

جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

ان کاں مُرَّاً کا مطلب ہے اپنے متعلق اور دوسروں کے متعلق ہمیشہ حق بات کہو۔

اپنا قصور ہو تو فوراً مان لو اپنے متعلق حق کہنا بڑا مشکل ہے۔ کڑوی سے مراد اپنے یا دوسرے

پر کڑوی۔

دنیاوی وجاہت والے کا خوف مجھے حق کہنے سے نہ روکے رہے۔ اگر کبھی ان کو اللہ

والے لوگوں کا کوئی عمل بظاہر خلاف معلوم ہو تو اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرے۔ کئی دفعہ ان

کے بعض اعمال غلط معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت بالکل درست ہوتے ہیں۔ جیسے ماہ رمضان

میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا لوگوں کے سامنے روٹی کا ٹکڑا کھالینا ، بالکل حق تھا کیونکہ آپ

مسافر تھے۔ اس ذریعہ سے لوگوں کو اپنی عقیدت سے ہٹا دیا۔ اسی طرح قرآن حکیم میں حضرت

خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ۔

كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ لَا حَوْلَ شَرِيفٍ (عرش کے نیچے کا خزانہ) جنت کی

اعلیٰ نعمت ہے جو عرشِ اعظم کے نیچے محفوظ ہے۔ عرشِ اعظم جنت الفردوس کی چھت ہے۔ اس کی

برکت سے دل کو چین ، روح کو خوشی نصیب ہوتی ہے۔ اس میں بندہ اپنی قوت و طاقت سے

الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی قوت اور طاقت پر بھروسہ کرتا ہے۔ وسوسہ کی بیماری کے لئے یہ عمل مجرب

ہے کہ بعد نمازِ فجر و مغرب لا حَوْلَ شَرِيفٍ سات سات بار پانی پر دم کر کے پانی پی لیا

کرے۔ انشاء اللہ یہ بیماری جاتی رہے گی۔ یہ تیسرے کلمہ کی جزو ہے اور سلسلہ نقشبندیہ میں ختم خواجگاں میں یہی لا حَوْلَ شَرِيفِ پانچ سو دفعہ پڑھ کر حضرت مجتہد الف ثانیؒ کی روح کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ننانوے بلاؤں کا علاج لا حول شریف میں ہے۔ جن میں ادنیٰ غم اور دکھ ہے۔ یہ کلمہ جنت کا خزانہ اس اعتبار سے بھی ہے کہ یہ کہنے سے آخرت میں کثیر المنافع کی توقع ہے، گویا کہ یہ نفیس اور عمدہ خزانہ ہے۔

(تفہیم البخاری)

حدیث نمبر :- ۴۱

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو عیش پسندی سے منع کیا گیا

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهِ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ إِيَّاكَ وَالتُّنْعَمُ

عِبَادَ اللَّهِ لِيَسُوْا بِالْمِتْنَعِمِيْنَ - (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

ترجمہ :-

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن بھیجا تو فرمایا کہ تم عیش پسندی سے بچنا۔ اللہ کے بندے عیش و عشرت میں مشغول نہیں ہوتے۔
(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح :-

یعنی سرکارِ دو عالم ﷺ مقامِ شنیۃ الوداع تک حضرت معاذؓ کو رخصت کرنے تشریف لے گئے۔ حضرت معاذؓ سوار تھے جبکہ سید الانبیاء ﷺ پیدل جا رہے تھے۔ وہاں آپؐ نے معاذ بن جبلؓ کو فرمایا کہ تم یمن میں گورنر بن کر جا رہے ہو مگر حکام کی سی عیش و آرام کی زندگی اختیار نہ کرنا۔ سادہ غذا اور لباس سادہ رکھنا تاکہ نفس موٹا اور تم غافل نہ ہو جاؤ۔ یاد رہے سرکارِ دو عالم ﷺ کے صحابہؓ جو گورنر بن کر جاتے تھے انہیں میدہ والا آٹا کھانا منع تھا۔ سادہ زندگی سے انسان دین اور دنیا میں آرام سے رہتا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس آج مسلمان یہ سبق بھول گئے۔ ہمارے کالجوں میں فیشن پرستی اور زیادہ خرچ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ طلباء تعلیم سے فارغ ہو کر فضول خرچ بن کر نکلتے ہیں۔ پھر مہذب ڈاکو، شریف بدمعاش بنتے ہیں اور اگر نوکری مل جائے تو رشوتوں سے ملک کا ستیاناس کرتے ہیں۔ ان کا خرچ اتنا وسیع ہوتا ہے کہ تنخواہ پر گزارہ نہیں ہوتا اور رشوت سے خرچ پورا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود اور اولاد کو ایسا رزق کھلانا حرام ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب انسان حرام کمائی کھاتا ہے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اگر معمولی خرچ کریں تو یہ نوبت نہ آئے۔ اللہ کے بندے ہر حال میں خصوصاً امیر یا حاکم بن کر عیش پسند نہیں ہوتے۔ اگر حکام غافل اور عیش پسند ہو جائیں تو رعایا تباہ اور ملک برباد ہوگا۔ قرآنِ مقدس کفار کے متعلق فرماتا ہے - **يَا كٰفِرُوْنَ كَمَا تَاكُلُوْنَ اَلْاَنْعَامَ** (وہ ایسے کھاتے ہیں جیسے (ڈنگر) چوپائے کھاتے ہیں) اچھا کھانا اچھا پینا اور چیز ہے مگر عیش پسندی کچھ اور ہے۔ اسی طرح عمدہ غذا اور لباس اور ہے سادہ غذا اور لباس کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھی نعمتیں دے تو اچھا کھاؤ، پہنو۔ مگر سادگی کے ساتھ اور پھر اچھے کھانے پینے کے عادی نہ بن جاؤ۔ کبھی پلاؤ، کبھی دال، کبھی چٹنی، کبھی پراٹھے اور کبھی مرغ کا گوشت وغیرہ۔ (مرات)

حدیث نمبر :- ۴۲

جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہو تو اللہ اس کے تھوڑے

عمل پر راضی ہوتا ہے

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ رَضِيَ مِنَ اللَّهِ بِالْيَسِيرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللَّهُ مِنْهُ

بِالْقَلِيلِ مِنَ الْعَمَلِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ :-

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو

اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہوگا تو اللہ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوگا۔

(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح :-

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا دو قسم کی ہے۔

ازلی اور ابدی۔ رضا ابدی ہماری رضا سے پہلے ہے جب وہ ہم سے راضی ہوتا ہے تو ہم کو

نیکی کی توفیق ملتی ہے۔ مگر رضا ابدی ہماری رضا کے بعد ہے۔ جب ہم اللہ سے راضی ہو جاتے

ہیں۔ نیکیاں کر لیتے ہیں تو وہ ہم سے راضی ہوتا ہے۔ یہاں رضا ابدی کا ذکر ہے۔ اس لئے

بندے کی رضا پہلے بیان ہوئی۔ اور آیت کریمہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

(اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے) رضاء ازلی کا ذکر ہے - اس لئے

وہاں رضاء الہی کا پہلے ذکر ہے۔ (مرقات)

حدیث پاک کا مطلب واضح ہے کہ اگر تم معمولی روزی پا کر شکر زیادہ کرو تو رب تعالیٰ تمہارے معمولی اعمال کی بہت ہی قدر فرمائے گا۔ اور قلیل عمل میں اجرِ جزیل عطا فرمائے گا۔ (مرات)

حدیث نمبر :- ۴۳

مفلس اگر افلاس کو چھپائے تو اللہ حلال روزی دیتا ہے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ أَوْ أَحْتَاجَ فَكْتَمَهُ النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُرْزَقَهُ رِزْقًا سَنَةً مِنْ حَلَالٍ -

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ جو بھوکا یا حاجت مند ہو پھر اُسے لوگوں سے چھپائے تو اللہ تعالیٰ کے

ذمہ کرم پر یہ ہے کہ اسے ایک سال کی حلال روزی عطا فرمائے گا۔

تشریح :-

یہاں بھوک سے مراد قابل برداشت بھوک ہے۔ جس سے ہلاکت نہ ہو اس کا چھپانا اور خود کما کر کھانا پیٹ بھرنا بہتر ہے لیکن اگر بھوک سے جان نکل رہی ہو تو اس کا ظاہر کرنا اور کسی سے کچھ لے کر بقدر ضرورت کھالینا فرض ہے اگر چھپائے گا اور بھوکا مر جائے گا تو حرام موت مرے گا۔ (مرقات)

فقہاء کا یہ فتویٰ اس حدیث پاک کے خلاف نہیں ہے۔ حدیث کو سمجھنے کے لئے سچی فہم اور سمجھ ہونا ضروری ہے۔ فرمان پاک درست اور مجرب ہے اپنی فقیری چھپانے والے بفضلہ تعالیٰ امیر ہو جاتے ہیں۔ کبھی جلد اور کبھی دیر سے مگر فقط چھپانے پر کفایت نہ کرے بلکہ کمانے کی بھی کوشش کرے۔ یہ سال بھر کی روزی آسمان سے نہیں برے گی بلکہ اسباب سے میسر ہوگی۔ جو مومن صاحب عیال، کثیر البال اور فقیر الحال ہو پھر سوال سے بچے تو وہ صاحب کمال اور محبوب رب ذوالجلال ہے کہ کسی سے رب کی شکایت نہیں کرتا بلکہ راضی برضا رہتا ہے مگر یہ عمل ہے بہت مشکل۔ (مرآت)

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا - آمِينَ

حدیث نمبر :- ۴۴

انسان بوڑھا ہو جاتا ہے جبکہ اس کی دو چیزیں

جو ان ہو جاتی ہیں

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرَمُ

ابنِ اَدَمَ وَ يَشْبُ مِنْهُ اِثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَ
لِحِرْصٍ عَلَى الْعُمْرِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ :-

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ
انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں۔ مال کی حرص اور عمر کی حرص۔
(بخاری و مسلم ، مشکوٰۃ باب الاصل والحرص)

تشریح :-

یہاں عام دنیا دار انسان مراد ہے جو بڑھاپے میں بھی حریص رہتا ہے۔ بعض اللہ کے
بندے جوانی میں بھی حریص نہیں ہوتے وہ اس حکم سے الگ ہیں۔ مگر ایسے خوش نصیب بندے
بہت قلیل ہیں۔ عموماً بوڑھے آدمی مال جمع کرنے 'مال بڑھانے میں بہت مشغول رہتے ہیں۔
ہمیشہ زندگی کی دعائیں کراتے ہیں اور اگر کوئی انہیں کو سے تو لڑتے ہیں۔ یہ ہے محبت مال و عمر۔
حریص کا دل یا تو قناعت سے بھرتا ہے یا قبر کی مٹی سے۔ اس حدیث شریف کی صحت پر تجربہ
شاہد ہے۔

ح
بیخ ہائے خوئے پد محکم شدہ
قوت بر کنڈن آں گم شدہ

ترجمہ :- بڑی عادت کی جڑ پکی ہوگئی اس کو ختم کرنے کی قوت بھی ختم ہوگئی
موت تو سر پر کھڑی ہے اور امیدیں بہت لمبی بندھی ہوئی ہیں یہ ہم
جیسے غافلوں کا ذکر ہے۔ حضور ﷺ اکثر یہ شعر پڑھتے تھے۔

ح كل امرئ مصباح في اهله

والموت اقرب من شراك نعله

ترجمہ :- ہر آدمی اپنے گھر میں صبح کرتا ہے حالانکہ موت اُس کے جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

انسان بڑھاپے میں بھی یہ سوچتا ہے کہ ابھی عمر بہت ہے نیکیاں آئندہ کر لیں گے اسی خیال میں رہتے ہیں کہ موت آجاتی ہے۔

ح غافل تجھے گھڑیاں یہ دیتا ہے منادی

خالق نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

صوفیاء فرماتے ہیں مَوْتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ یا

فرماتے ہیں۔ حَاسِبُوا قَبْلَ أَنْ تُحَاسِبُوا یعنی حساب دینے سے پہلے اپنا حساب کر لو

آج بھی احتساب کا لفظ چل نکلا ہے لیکن اے غافل انسان کبھی اُس احتساب کو بھی یاد کر لیا کر

جس کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ ”رَانَ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٍ“۔

(بے شک اللہ کی پکڑ سخت ہے) (مرآت المناجیح)

حدیث نمبر :- ۴۵

بوڑھے کا دل دو چیزوں سے جوان رہتا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيرِ شَابًا فِي اثْنَيْنِ فِي حَبِّ الدُّنْيَا وَ

طَوْلِ الْأَمَلِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب الاطل والحرص

حدیث نمبر :- ۴۶

اللہ تعالیٰ بوڑھے بندے کو معذور رکھتا ہے
 وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَعْذَرَ اللَّهُ إِلَىٰ امْرَأٍ آخِرَ أَجَلِهِ
 حَتَّىٰ بَلَغَهُ سِتِّينَ سَنَةً - (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) مشکوٰۃ باب الاصل والحرص
 ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھے
 کا دل دو چیزوں میں جوان رہتا ہے - محبت دنیا اور لمبی امیدیں - (بخاری و مسلم)
 انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اُس بندے کو معذور رکھتا
 ہے جس کی موت پیچھے کر دی گئی ہو - یہاں تک کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا - (بخاری)
 تشریح :-

محبت دنیا موت سے ڈرنے کا ذریعہ ہے اور لمبی امید ذریعہ ہے اعمالِ صالحہ میں دیر
 لگانے کا۔ لیکن اللہ سے امید اور آخرت کی لمبی امید میں کمال ایمان کی نشانی ہے۔ اصل دنیا
 کی امید کو کہتے ہیں اور رجاء آخرت کی امید کو۔ اللہ سے امید کو کہا جاتا ہے - اصل
 بُری ہے اور رجاء اچھی ہے۔

دوسری حدیث مبارکہ لفظ أَعْذَرَ کے دو معانی ہیں ایک یہ کہ أَعْذَرَ کے معنی ہیں
 کہ دُور کر دیتا ہے۔ یعنی بابِ افعال کا ہمزہ سلب کے لئے ہے تب مطلب یہ ہوگا کہ بچپن اور

جوانی میں غفلت کا عذر سنا جائے گا مگر جو بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرے اس کا عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ کیونکہ بچپن میں جوانی کی امید تھی۔ جوانی میں بڑھاپے کی امید تھی۔ اب بڑھاپے میں سوائے موت کے اور کس چیز کا انتظار ہے۔ اگر اب بھی عبادت نہ کرے تو سزا کے قابل ہے اس کا کوئی بہانہ قابل سماعت نہیں۔ دوسرا یہ کہ عذر ماضی ہے، معنی معذور یعنی جو بوڑھا آدمی بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ عبادت نہ کر سکے۔ مگر جوانی میں بڑی عبادتیں کرتا رہا ہو تو اللہ اسے معذور قرار دے کر اس کے نامہ اعمال میں وہی جوانی کی عبادت لکھتا ہے۔ ساٹھ سال پورا بڑھا پایا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

رسم است کہ مالکانِ تحریر آزاد کنند بندہء پیر

ترجمہ :- یہ رسم ہے کہ تحریر کے مالک بوڑھے غلام کو آزاد کر دیتے ہیں۔

اے بارِ خدایا عالم آراء

بر سعدی پیر خود بہ بخشاء

ترجمہ :- اے جہاں کے مالک اللہ تو بھی اپنے بوڑھے سعدی کو معاف فرما

دے۔

بوڑھے نوکر کی پنشن ہو جاتی ہے وہ رؤف و رحیم رب بھی اپنے بوڑھے بندوں کی

پنشن کر دیتا ہے۔ مگر پنشن اس کی ہوتی ہے جو جوانی میں خدمت کرتا رہے۔ (مرأت)

مولانا روم فرماتے ہیں۔

کان اللہ بودہ ای در ماضی

تا کہ کان اللہ لہ آمد جزا

ترجمہ :- گذشتہ زمانہ میں تو اللہ کا ہوا رہا۔ اس کی جزا ہے کہ اب تیرا ہو گیا۔

حدیث نمبر :- ۴۷

انسان مال کا سخت حریص ہے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ مِ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَا تُبْغِي تَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ
جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب الامل و اخرص

ترجمہ :-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
کہ اگر انسان کے پاس دو وادیاں (جنگل) مال کے ہوں تو بھی تیسرا جنگل تلاش کرے
گا۔ انسان کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تو بہ قبول کر لیتا ہے۔ اُس کی جو توبہ
کرے۔
(بخاری و مسلم)

تشریح :-

یہاں دو اور تیسرا جنگل حد بندی کے لئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر انسان
کے پاس دو یا تین جنگلوں جتنا مال بھی ہو تو پھر بھی وہ زیادہ کی خواہش کرے گا۔ انسان کی
ہوس زیادہ مال سے نہیں بجھتی یہ تو فصلِ ربانی سے بجھتی ہے۔ لفظ تُرَاب سے مراد قبر کی مٹی
ہے یعنی انسان کی ہوس قبر تک رہتی ہے۔ مر کر ہوس ختم ہوتی ہے۔ یہ حکم عمومی ہے۔ اللہ کے

نیک بندے اس حکم سے خارج ہیں۔ وہ تو بڑے صابر و شاکر ہیں۔ جیسے حضراتِ انبیاء اور خالص اولیاء اللہ، مگر یہ لوگ بہت کم ہیں۔

یہاں صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ صوفیاء کا قول ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے اور مٹی کی فطرت خشکی ہے اس کی خشکی صرف بارش سے ہی دور ہوتی ہے۔ بارش ہونے پر اس میں سبزہ، پھل، پھول سب کچھ ہوتے ہیں۔ یوں ہی اگر انسان پر توفیق کی بارش نہ ہو تو انسان محض خشک ہے۔ اگر نبوت کے بادل سے توفیق و ہدایت کی بارش ہو تو اس میں ولایت و تقویٰ وغیرہ کے پھل و پھول لگتے ہیں۔

(مرقات)

انسان اگرچہ برائیوں کا مجموعہ ہے لیکن اگر توبہ کر کے رب کی طرف رجوع کرے تو آغوشِ رحمت اس کے لئے کھلی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ لَوْ جَدَّ اللَّهُ تَوَّابًا رَّحِيمًا (البتہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے) صوفیاء کے نزدیک توفیق کی بارش توبہ ہے یا در ہے بارش سے مٹی میں باغ لگتے ہیں پتھروں میں نہیں۔ سخت دل آدمی کم نیک ہوتے ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

در بہاراں گئے شود سر سبز سنگ

خاک شو تا گل برود رنگ رنگ

کم ز خاکی، چونکہ خاکے یار یافت

در بہارے صد ہزار انوار یافت

مولانا رومؒ (مرآت)

ترجمہ :- بہاروں میں پتھر سبز نہیں ہوتے تو خاک ہو جا تا کہ رنگارنگ پھول
کھلیں - کیا ! ٹوٹی سے بھی کم ہے؟ کیونکہ مٹی کو جب پانی ملتا ہے تو سبزہ و پھول سے
بھر جاتی ہے۔

حدیث نمبر :- ۴۸

حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ ستر

سال کے درمیان ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ سِتِّينَ إِلَى السَّبْعِينَ وَ أَقَلَّهُمْ
مَنْ يُجَوِّزُ ذَلِكَ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب الاصل والحرص

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ بہت کم لوگ اس سے آگے
بڑھیں گے۔
(ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح :-

بہت کم لوگ ستر سال عمر میں آگے بڑھیں گے - سو سال سے آگے بڑھنے والے تو بہت ہی کم ہونگے - حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو تین سال ہوئی - اسماء بنت ابوبکرؓ کی عمر ایک سو سال ہوئی لیکن ان حضرات کی قوت میں کمی نہ آئی - حسان بن ثابتؓ آپ کے والد اور آپ کے دادا تینوں کی عمریں ایک سو بیس سال ہوئیں - حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر ساڑھے تین سو سال ہوئی مگر اسلام میں تھوڑا عرصہ رہے - ۵۳ھ میں وفات پائی - (مرقات)

حضرت سلمان فارسیؓ کا مزار بغداد شریف سے تیس میل دُور سلمان پارک بستی میں ہے پہلے اسے مدائن کہتے تھے - یہ سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین میں سے ہیں - (مرآت)

حدیث نمبر :- ۴۹

وہ آدمی اچھا ہے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل بھی اچھے

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسَنَ عَمَلُهُ فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ) مشکوٰۃ باب استحباب الحال والعمر للطاعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو بکرؓ سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کون آدمی اچھا ہے - فرمایا جس کی عمر بھی لمبی ہو اور اس کے عمل بھی اچھے ہوں - عرض کیا تو کون آدمی بُرا ہے - فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اس کے عمل بھی بُرے ہوں -

احمد ، ترمذی ، دارمی

تشریح :-

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں اور اہل طائف میں سے ہیں - یعنی جس شخص کی عمر دراز ہو اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں - ہر آنے والا دن اس کی نیکیاں بڑھائے - ایسا شخص بہت ہی خوش نصیب ہے اور جس کی نیکیاں گناہوں کے برابر ہوں وہ دوسرے نمبر کا خوش نصیب ہے ایسا شخص مشکل سے ملے گا - جو زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہ کرے - یہ شان حضرات انبیاء کرامؑ یا خاص اولیاء اللہؑ کی ہے - وہ شخص بڑا بد نصیب ہے جس کی زندگی دراز ہو اور اس کے گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں اور اس کی زندگی میں آنے والا ہر دن اس کے گناہوں میں اضافہ کرے -

(مرآت)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث طبرانی ، حاکم ، بیہقی ، ابو نعیم نے مختلف راویوں اور مختلف الفاظ سے روایت فرمائی ہے - یہ الفاظ اور روایت ، حضرت ابو بکرؓ سے صرف دو کتب میں ہی ہے -

(مرقات)

حدیث نمبر :- ۵۰

زیادہ عبادت والا شہادت یا شہید کا درجہ پالیتا ہے

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَخَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقَتِلَ أَحَدُهُمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتَ
 الْآخَرَ بَعْدَهُ بِجُمُعَةٍ أَوْ نَحْوِهَا فَصَلُّوا عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ
 ﷺ مَا قُلْتُمْ قَالُوا ادْعُونَا اللَّهُ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ وَيَرْحَمَهُ وَيُلْحَقَهُ
 بِصَاحِبِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ فَأَيْنَ صَلَوَتُهُ بَعْدَ صَلَوَتِهِ وَعَمَلُهُ
 أَوْ قَالَ صِيَامُهُ لَمَّا بَيْنَهُمَا أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ -
 (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنِّسَائِيُّ)

مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عبید ابن خالدؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو شخصوں کے درمیان
 بھائی چارہ فرمایا اور ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں مارا گیا۔ پھر ایک ہفتہ یا اس کے قریب
 دوسرا آدمی فوت ہو گیا۔ لوگوں نے اس کی نماز پڑھی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے کیا کہا۔
 عرض کیا ہم نے اللہ سے دعا کی کہ اسے بخش دے اس پر رحم کر اور اسے اپنے ساتھی سے ملا
 دے۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس شہید کے بعد اس کی نمازیں اور اس کے عمل کو یاد

فرمایا - شہید کے روزوں کے بعد اس کے روزے کہاں گئے؟ ان کے درمیان کا فاصلہ آسمان و زمین کے فاصلے سے زیادہ دراز ہے۔
(ابوداؤد 'نسائی')

تشریح :-

صاحب اشعۃ اور صاحب مرقات کے نزدیک عبید ابن خالد صحابی ہیں۔ کثرت ابو عبد اللہ اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ مہاجر بن کر مدینہ حاضر ہوئے 'لہذا آپ مہاجر ہوئے۔
(مرقات 'اشعۃ')

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یا تو وہ دونوں آدمی مہاجر تھے یا ان میں سے ایک مہاجر تھے اور دوسرے انصاری۔ دوسرا احتمال قوی ہے کیونکہ عقد مؤاخات کا رشتہ مہاجر اور انصاری میں کیا جاتا تھا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ شہید مہاجر ہوئے یا انصاری۔ بہر حال ایک صاحب پہلے شہید ہوئے اور دوسرے صاحب کچھ دنوں کے بعد اپنے بستر پر فوت ہوئے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ نماز جنازہ میں تم نے اس کے لئے کیا دعا کی؟ نماز جنازہ میں دعائے ماتورہ تو پڑھی ہی جاتی ہے مگر دوسری دعاؤں کی بھی اجازت ہے۔ حضور ﷺ نے نماز جنازہ میں اور بہت دعائیں کی ہیں۔
(مرآت)

دوسرے صاحب شہید نہ ہوئے بلکہ ان کا بھائی ہفتہ عشرہ پہلے شہید ہو گیا۔ مولیٰ تو اپنے کرم سے اس کو اسی شہید کا درجہ عطا فرما۔ ان دونوں کو وہاں بھی اکٹھا کر دے، جس طرح وہ یہاں یک جاتھے۔ سبحان اللہ بڑی پیاری دعا کی۔ فرمایا اس شخص کو جو یہ ہفتہ عشرہ زیادہ مل گیا، ان دنوں میں اس نے نماز روزے اور دوسری نیکیاں کیں۔ اس لئے اس کا درجہ شہید سے زیادہ ہو گیا۔ یہ صاحب مرابط تھے یعنی جہاد کی خاطر ہر دم تیار اور مرابط کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ لہذا شہادت میں اس شہید کے برابر ہوئے۔ باقی دنوں میں اعمال میں سبقت لے گئے۔ نیز بعض غیر

شہید ، شہید سے بڑھ جاتے ہیں۔ صدیق اکبرؓ تلوار سے شہید نہیں ہوئے مگر شہیدوں سے افضل ہیں۔ رب ذوالجلال نے فرمایا - مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ - (انبیاء سے ، صدیقوں سے ، شہداء اور نیک لوگوں سے) صدیق کو شہداء پر مقدم فرمایا۔

حدیث نمبر :- ۵۱

حضور ﷺ کا تین باتوں پر قسم کھانا

عَنْ أَبِي كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثَلَاثٌ أَقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ فَمَا الَّذِي أَقْسِمُ عَلَيْهِنَّ فَإِنَّهُ مَا تَقَصَّ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظَلِمَ عَبْدٌ مُظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ بِهَا عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)

مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو کبشہ انماریؓ سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تین باتیں وہ ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ایک بات کی تمہیں خبر دیتا ہوں یاد رکھو۔ وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں وہ یہ ہیں کہ کسی بندے کا مال صدقہ سے کم نہیں ہوتا اور کوئی ظلم نہیں کیا جاتا جس پر وہ صبر کرے مگر اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور کوئی بندہ مانگنے کا دروازہ نہیں کھولتا۔ مگر اللہ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(ترمذی اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تشریح :-

حضرت ابو کبشہ انماریؓ کا نام عمرو بن سعد یا سعد ابن عمرو یا عامر ابن سعد صحابی ہیں۔ آخر زمانہ میں شام میں رہے۔ (مرآت)

یعنی تین خبریں قسم سے بیان کرتا ہوں اور ایک خبر بغیر قسم کے۔ خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کی خبر خواہ قسم سے ہو یا بغیر قسم بالکل حق و درست ہے۔ حضور ﷺ کی خبر کا درست ہونا ایسا ہی لازم و ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی خبر کا حق ہونا لازم ہے کہ رب تعالیٰ کا جھوٹ بھی ناممکن ہے اور نبی کا جھوٹ بھی ناممکن۔ اگرچہ وہ بالذات ہے اور یہ محال یا بغیر جیسے رب تعالیٰ کی قسمیں تاکید کے لئے ہوتی ہیں ایسے ہی حضور ﷺ کی قسمیں بھی تاکید کلام کے لئے ہیں۔ صرف اَقْسِمُ فرما کر قسم کھائی گئی۔ واللہ باللہ نہیں فرمایا یہ بھی قسم کا ایک طریقہ ہے۔ صدقہ سے مراد ہر خیرات ہے۔ فرضی ہو یا نفلی۔ تجربہ شاہد ہے کہ خیرات سے مال بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔ آزما کر دیکھ لو۔ میرا رب سچا

اُس کا رسول سچا۔ صدقہ سے دنیا میں برکت اور آخرت میں ثواب ہے۔ حق تو یہ ہے کہ صدقہ والے مال کو عموماً حاکم ، حکیم ، وکیل اور چور نہیں کھاتے اور دنیاوی نقصان بھی بہت کم ہوتے ہیں۔ صبر سے مراد اخلاقی صبر ہے نہ کہ مجبوری کا صبر۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ (معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو معاف کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر تمام اہل مکہ کو معاف کر دیا اور فرمایا۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (آج کے دن تم پر کوئی سرزنش نہیں) (یوسف ۹۱ پ ۱۳) انہیں بھی معاف کر دیا جن سے عمر بھر ظلم و ستم دیکھے تھے دیکھ لو ان حضرات کی آج بھی واہ واہ ہو رہی ہے۔ یہ ہے عزت بڑھنا۔

تجربہ شاہد ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کے پاس اولاً تو مال جمع ہوتا ہی نہیں اگر جمع ہو جائے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے یونہی چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی نے ان کی مثال اس کتے سے دی ہے جو منہ میں ٹکڑا لئے شفاف و صاف نہر پر گزرے اور اس میں اپنے عکس کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ دوسرا کتا ہے۔ اس سے ٹکڑا چھین لینے کے لئے اس پر منہ پھاڑ کر حملہ کرے۔ تو اپنا ٹکڑا بھی کھو بیٹھے۔

(مرقات)

حدیث نمبر :- ۵۲

موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْرًا اسْتَعْمَلَهُ فِقِيلٌ وَكَيْفَ يَسْتَعْمَلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يُوفِّقُهُ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعة

ترجمہ :-

روایت ہے کہ حضرت انسؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیسے کام لیتا ہے۔ فرمایا اسے موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

تشریح :-

غالباً بندہ سے مراد بند، مومن ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بند، مومن کی جب بھلائی چاہتا ہے تو نہ تو اسے رہنے دے کہ وہ اپنی زندگی برباد و ضائع کر دے نہ اسے گناہوں میں مبتلا ہونے دے۔ ممکن ہے کہ عبد سے مراد ہر بندہ، مومن و کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کافر نہیں رہنے دیتا۔ آخر کار وہ مومن ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ انسان کام تو ہمیشہ ہی کرتا ہے

کوئی شخص بیکار نہیں رہتا ' جاگنا، چلنا، پھرنا بھی تو کام ہی ہیں۔ سرکار نے کام سے کون سا کام مراد لیا ہے فرمایا کام سے مراد نیک کام ہیں اور کام لینے سے مراد اس کی موت کے قریب کام لینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے بندے کا انجام اچھا ہوتا ہے اگرچہ زندگی گناہوں میں گزارے مگر توبہ کر کے گناہوں کا کفارہ ادا کر کے مرتا ہے۔ خاتمہ کا اعتبار ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ مومن کی زندگی موت سے افضل ہے۔ زندگی عمل کا وقت ہے دوسرے ہر کسی گنہگار کے متعلق ہم فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وہ دوزخی ہی ہے۔ یہ تو اللہ کو ہی خبر ہے ممکن ہے کہ وہ مرتے وقت نیک ہو جائے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت زندگی سے افضل ہے کہ وہ راحت و آرام اور اپنے کام کے پھل پانے کا زمانہ ہے۔ عشاق کہتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کی حیات شریف کے زمانہ میں مومن کی زندگی فراق کا زمانہ ہے۔ موت یار کے دیدار کا ذریعہ ہے۔

سنا ہے قبر میں دیدار ہوگا بے حجابانہ
کفن کو پھاڑ کر اٹھیں گے مردے اپنی مدفن سے

صاحب مرقات ملا علی قاری حنفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حاکم نے بسند صحیح ' احمد ' ابن حبان ' طبرانی نے مختلف صحابہ سے مختلف عبارتوں سے روایت کی۔

(مرقات)



حدیث نمبر :- ۵۳

ساٹھ سال کی عمر والے کو بلاوا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادُ مُنَادٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ابْنَ ابْنَاءِ السِّتِّينَ وَهُوَ الْعُمُرُ الَّذِي قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَوْلَمْ نَعْمِرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ - (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي

شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا کہ ساٹھ سالہ لوگ کہاں ہیں۔ یہ عمر وہ ہے جس

کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ” کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہ دی جس میں نصیحت پکڑنے والا

نصیحت پکڑے اور آئے تمہارے پاس ڈرانے والا “ - (بیہقی)

تشریح :-

بروز قیامت بلاوا ہوگا کہ پہلے ساٹھ سال والے بوڑھے حاضر ہوں اور اپنی عمروں کا

حساب دیں کہ انہوں نے دراز عمر کس طرح کام میں خرچ کی۔ انسانی عمر کے تین حصے ہوتے ہیں

بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ ساٹھ سالہ آدمی یہ تینوں حصے پالیتا ہے۔ بچپن نہ سنبھلے تو جوانی میں

سنبھل جائے اور جوانی میں نہ سنبھلے تو بڑھاپے میں ٹھیک ہو جائے لیکن اگر بڑھاپے میں بھی

درست نہ ہو تو پھر کب ہوگا - اب تو صرف موت ہی باقی ہے - لہذا بڑھا گنہگار کوئی عذرو
 معذرت نہیں کر سکتا - آیت مقدسہ میں ڈرانے والے سے مراد رسول اللہ ﷺ یا قرآن مجید
 یا بڑھاپا یا موت ہے - بوڑھے کے پاس یہ سارے ڈرانے والے پہنچ جاتے ہیں -
 (مرأت از مفتی احمد یار خان نعیمی)

حدیث نمبر :- ۵۴

دو شہیدوں سے زیادہ بستر پر مرنے والے کی فضیلت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ إِنَّ نَفْرًا مِّنْ بَنِي عَدْرَةَ ثَلَاثَةٌ
 اتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَن يَكْفِينِيهِمْ قَالَ
 طُلْحَةُ أَنَا فَكَانُوا عِنْدَهُ فَبَعَثَ النَّبِيُّ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيهِ
 أَحَدُهُمْ فَاسْتَشْهِدُ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيهِ الْآخَرُ
 فَاسْتَشْهِدُ ثُمَّ مَاتَ الثَّلَاثُ عَلَى فِرَاشِهِ قَالَ قَالَ طُلْحَةُ
 فَرَأَيْتُ هُوَ لِأِثْلَثَةٍ فِي الْجَنَّةِ وَرَأَيْتُ الْمَيِّتَ عَلَى
 فِرَاشِهِ أَمَامَهُمْ وَالَّذِي اسْتَشْهِدَ آخِرَ يَلِيهِ وَأَوَّلَهُمْ يَلِيهِ
 فَدَخَلَنِي مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ ذَلِكَ فَقَالَ وَ
 مَا أَنْكَرْتَ مِنْ ذَلِكَ لَيْسَ أَحَدٌ أَفْضَلُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ

مُؤْمِنٍ يُعَمَّرُ فِي الْإِسْلَامِ لِتَسْبِيحِهِ وَتَكْبِيرِهِ وَتَهْلِيلِهِ -
(رَوَاهُ أَحْمَدُ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعة

ترجمہ :-

حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے - فرماتے ہیں کہ بنی عذرہ کے تین شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ تو وہ ان کے پاس رہے۔ تو پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا انہیں ہماری طرف سے کون سنبھالے گا۔ جناب طلحہؓ بولے، میں۔ تو وہ ان کے پاس رہے تو پھر نبی کریم ﷺ نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک اس لشکر میں گیا۔ وہ شہید ہو گیا۔ پھر اور لشکر بھیجا تو ان میں سے دوسرا گیا۔ وہ بھی شہید ہو گیا اور تیسرا اپنے بستر پر مر گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب طلحہؓ نے فرمایا کہ میں نے ان تینوں کو جنت میں دیکھا۔ بستر پر مرنے والے کو ان سب سے آگے دیکھا اور جو پیچھے شہید ہوا اسے اس کے قریب اور پہلے شہید ہونے والا اس کے قریب دیکھا۔ میرے دل میں اس سے کچھ خیال آ گیا تب پہلے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تو فرمایا کہ تم نے اس میں سے کس چیز پر تعجب کیا۔ اللہ کے نزدیک اس مومن سے کوئی چیز افضل نہیں جسے اسلام میں زیادہ عمر دی جائے۔ اس کی تسبیح، تکبیر اور اس کے کلمہ کی وجہ سے۔

(احمد)

تشریح :-

عبداللہ بن شداد تابعی، آپ کے والد شداد ابن اوس صحابی ہیں۔ حضرت میمونہ آپ کی خالہ ہیں۔ بڑے عالم متقی تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ اور ابن عباسؓ سے روایات لی ہیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تینوں نو مسلم فقیر ہمارے مہمان ہیں۔ ان کا کھانا کپڑا وغیرہ ہمارے ذمہ ہے۔ جو ہماری طرف سے ان کا خرچ برداشت کرے تا قیامت ہم جیسے فقیروں کا گزارہ حضور ﷺ کے دروازے سے ہوتا رہے گا۔ دنیاوی وسیلے ان ہی کے کرم کے مظہر ہیں۔ تینوں حضرات 'حضرت طلحہ' کے دائمی مہمان ٹھہرے۔ حتیٰ کہ ان میں سے وہ باری باری راہِ خدا میں شہید ہو گئے۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات لکھتے ہیں کہ تیسرے صاحب ان دو جہادوں میں یا تو گئے ہی نہ تھے ' یا گئے تھے مگر شہید نہ ہوئے۔ بعد میں بیماری سے فوت ہوئے۔ مگر وہ جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے یعنی مرابط فی سبیل اللہ۔ یہ قیود خیال میں رہیں۔ مزید کہتے ہیں کہ ابو طلحہ نے خواب میں دیکھا یا کشف سے۔ (مرقات)

یہ حدیث الہام اولیاء ' کشف اولیاء کی دلیل ہے۔ بعض حضرات کشف قبور کر لیتے ہیں۔ اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔ طلحہ فرماتے ہیں کہ جنت میں اس طرح دیکھا کہ تیسرے صاحب جو شہید نہ ہوئے تھے مگر ان میں نمبر اول تھے۔ دوسرے شہید نمبر دوم اور پہلے شہید ہونے والے تیسرے نمبر پر تھے۔ یہ اولیت آخریت درجہ اور مرتبہ کی تھیں۔ کہ جیسا درجہ انہیں ملا تھا ویسا ہی انہوں نے دیکھا۔ جناب طلحہ فرماتے ہیں کہ یہ ترتیب دیکھ کر مجھے ایسا سوال یا اشکال پیدا ہوا کہ میں خود حل نہ کر سکا کہ غیر شہید تو نمبر اول اور شہداء اس کے ماتحت ہیں۔ یہ اشکال حضور ﷺ نے اس طرح حل فرمایا کہ دوسرے شہید کو پہلے شہید سے کچھ عمر زیادہ مل گئی۔ اور تیسرے آدمی کو پہلے ان دونوں سے زیادہ عمر ملی۔ چونکہ انہیں ذکر اللہ ' عبادت و اطاعت کا موقع زیادہ ملا اس لئے یہ دونوں اس پہلے شہید سے افضل ہوئے اور ان دونوں میں تیسرے صاحب دوسرے شہید سے اعلیٰ ہوئے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ تیسرے صاحب بھی

شہادتِ جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اسلئے انہیں حکمی شہادت تو مل گئی لیکن ذکر اللہ میں وہ بڑھ گئے۔ لہذا ان کا درجہ زیادہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان کی زندگی کا ہر دن بلکہ ہر ساعت اسکی نیکیاں بڑھ جانے کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی زندگی نصیب فرمائے۔ آمین۔

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۵۵

قیامت کو لمبی عمر والے بھی عبادت کو تھوڑی سمجھیں گے

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ
لِلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَبْدَ الْوَّحَّارَ عَلِيَّ
وَجْهَهُ مِنْ يَوْمٍ وُلِدَ إِلَى أَنْ يَمُوتَ هَرَمًا فِي طَاعَةِ اللَّهِ
لَحَقَّرَهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَوْ دَانَهُ رَدَّ إِلَى الدُّنْيَا كَيْمًا يَزُ
دَادَ مِنَ الْأَجْرِ وَالثَّوَابِ -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت محمد بن عمیرہ سے یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گرا جائے حتیٰ کہ اللہ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مر جائے تو اس دن اس عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تمنا

کرے گا کہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے۔ (احمد)

تشریح :-

صاحب اشعۃ للمعات شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ محمد بن عمیرہ کی صحابیت مشہور نہ تھی۔ اس لئے راوی نے یہ کہہ دیا کہ آپ حضور ﷺ کے صحابی تھے آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ (اشعۃ)

یہ فرضی صورت ہے جس سے ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا یعنی فرض کرو کہ کوئی شخص پیدا ہوتے ہی عبادت میں ایسا مشغول ہو جائے کہ کبھی کوئی کام نفس کے لئے نہ کرے اور اسی حال میں بوڑھا ہو کر مر جائے۔ چہرے کے بل گر جانے کا مطلب ہے کہ عبادت میں مشغول ہو جائے۔ ممکن ہے اس سے مراد سجدہ میں گر جانا ہو۔ وہ شخص مرتے وقت یہی کہے گا کہ میں نے کچھ نہ کیا۔ کچھ اور موقع مل جاتا تو اور کچھ کر لیتا اور تمنا کرے گا کہ عبادت و ریاضات کے لئے دنیا میں پھر بھیج دیا جاؤں۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ جسے رب تعالیٰ بخش دے گا وہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا نہ کرے گا۔ وہاں مطلب یہ ہے کہ یہاں رہنے سہنے، یہاں کے عیش کرنے کے لئے یہاں آنے کی تمنا نہ کرے گا۔ یہ آرزو دوسرے مقصد یعنی عبادت الہی کے لئے ہے۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۵۶

دنیا ذلیل ہے ایک عجیب مثال

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَرَّ عَلَى اسْكٍ مَيِّتٍ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ هَذَا لَهُ بِدْرُهُمْ
فَقَالُوا مَا نَحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَىءٍ قَالَ فَوَاللَّهِ الدُّنْيَا أَهْوَنُ
عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذَا عَلَيْكُمْ .
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بھیڑ کے مرے ہوئے بچے پر
گزرے تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ یہ اسے ایک درہم کے عوض لے لے صحابہ
کرامؓ نے عرض کیا ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہمیں کسی بھی چیز کے عوض ملے۔ تو فرمایا اللہ کی قسم ! دنیا
اللہ کو اس سے زیادہ ذلیل ہے جیسی یہ تمہارے نزدیک۔ (مسلم ، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح :-

بکری کا مردار بچہ کوئی چار آنے میں بھی نہیں خریدتا ، کیونکہ اس کی کھال بے کار اور
گوشت وغیرہ حرام ہے اسے کون خریدے۔ وہ بکری کا مردار بچہ گلا سڑا ہوا تھا۔ یعنی اللہ کے
نزدیک یہ دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل ہے۔ حدیث سے مراد دنیا کی حقیقت واضح کرنا
ہے۔ دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔ عاقل عارف کی دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے۔ اس کی
دنیا بہت عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے کیونکہ وہ دکھلاوے کے لئے پڑھتا ہے۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا دار کو تمام جہان کے مرشد ہدایت نہیں دے سکتے۔
تارک الدنیا دین دار کو سارے شیاطین مل کر گمراہ نہیں کر سکتے۔ دنیا دار دینی کام بھی دنیا کی خاطر
کرتا ہے اور دین دار دنیاوی کام بھی دین کے لئے کرتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں -

ح خلق را بگر کہ چوں ظلمانی اند
در متاع فانی چوں فانی اند

ترجمہ :- دیکھو یہ خلقت کیسے اندھیرے میں پڑی ہے اس فانی متاع دنیا میں کس طرح فانی ہو چکی ہے۔

حدیث نمبر :- ۵۷

مسلمان پر تعجب ہے ہر معاملہ میں

عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ أَنْ أَمْرَهُ كُلُّهُ لَهُ خَيْرٌ وَ لَيْسَ
ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَاءٌ شَكَرَ فَكَانَ
خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت صہیبؓ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ! تعجب ہے مرد مسلمان پر کہ اس کے سارے کام خیر ہیں۔ یہ بات کسی کو حاصل نہیں ہوتی سوائے مرد مومن کے۔ کہ اگر اسے راحت پہنچے تو شکر کرے تو اس کے لئے راحت خیر ہو اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرے ' تو صبر اس کے لئے بہتر ہو - (مسلم ، مشکوٰۃ باب التوکل والصبر)

تشریح :-

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حضرت صہیبؓ ابنِ سنان ہیں۔ حضرت عبداللہ ابنِ جدعان کے آزاد کردہ غلام۔ آپ کی کنیت ابو یحییٰ ہے اصلی باشندے موصل کے ہیں مگر رومیوں نے آپ کو قید کر کے روم پہنچا دیا۔ پھر مکہ معظمہ میں فروخت ہو کر آئے۔ مکہ ہی میں ایمان لائے۔ اللہ کی راہ میں بہت ستائے گئے۔ آپ کے متعلق یہ آیت اتری۔

”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ“ (اور لوگوں میں سے بعض اپنی جانوں کو خدا کی رضا کے لئے بیچتے ہیں) (بقرہ ۲۰۶ پ ۲) آپ نے نوے سال عمر پائی۔ ۸۰ ہجری میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (مرقات)

مومن کے لئے دنیا میں خیر ہی خیر ہے، شر بھی خیر ہے۔ راحت و آرام بھی خیر ہے۔ مصیبت و آلام بھی خیر۔ وہ ہر طرح نفع میں ہے۔ مومن نعمتیں پا کر شاکر بن جاتا ہے اور مصیبتیں پا کر صابر بن جاتا ہے۔ خیال رہے کہ شکر و صبر دونوں تین قسم کے ہوتے ہیں۔ دلی، قولی، عملی یعنی جتانی، لسانی، ارکانی، مالدار کا زکوٰۃ نکالنا عملی شکر ہے۔ یہ ہی حال صبر کا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیری فقیری دو سواریاں ہیں مجھے پرواہ نہیں کہ کس سواری پر سواری ہو جاؤں۔ (مرقات)

ع فقر و شاہی وارداتِ مصطفیٰ است

ترجمہ :- غریبی اور امیری دونوں حضور ﷺ کے واردات ہیں۔

کافر فقیر ہو تو رب کی شکایتیں کر کے کافر رہتا ہے۔ امیر ہو تو فخر و تکبر کر کے اپنا کفر اور زیادہ کر لیتا ہے۔ مومن کا ہر حال اچھا ہوتا ہے۔ امیر ہو تو شاکر ہوتا ہے، فقیر ہو تو صابر ہوتا ہے۔ اس کا بھروسہ اور اس کا تصوّر راتی محور اللہ کی ذات ہے۔

ع اندر بھی ہوتے باہر بھی ہو پھر باہر ت لہیندا ہو

حدیث نمبر :- ۵۸

اللہ پر توکل کا عجیب فرمان

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوَ إِحْمًا صَا وَتَرُوحُ بِطَانًا -
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عمرؓ ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اگر اللہ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو وہ تم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام شکم سیر لوٹتے ہیں۔
(ترمذی ، مشکوٰۃ باب التوکل والصبر)

تشریح :-

حق توکل یہ ہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ کو ہی جانے۔ بعض نے فرمایا کہ کسب کرنا اور نتیجہ اللہ پر چھوڑنا حق توکل ہے۔ جسم کو کام میں لگائے اور دل کو اللہ سے وابستہ رکھے۔ تجربہ بھی ہے کہ اللہ پر توکل کرنے والے بھوکے نہیں مرتے۔
کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

رزق نہ رکھیں ساتھ یہ پیچھی اور درویش
جن کا رب پر آسرا ان کو رزق ہمیش

پرندے تلاش رزق کے لئے آشیانہ سے باہر ضرور جاتے ہیں اور درختوں میں چلنے
پھرنے کی طاقت نہیں اس لئے انہیں وہاں ہی کھانا پانی پہنچتا ہے۔ کوئے کا بچہ انڈے سے نکلتا
ہے تو سفید ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اس سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بچے
کے منہ میں بھنگے جمع کر دیتا ہے۔ یہ بچہ انہیں کھا کر بڑا ہوتا ہے۔ جب کالا پڑ جاتا ہے تب ماں
باپ آتے ہیں۔ (مرقات)

اس طرح صاحب توکل مومن کو اللہ تعالیٰ بھی 'نبی رزق سے نوازتا ہے جہاں اس کا
گمان بھی نہیں ہوتا وہاں سے اس کو انواع و اقسام کی نعمتیں آتی ہیں وَ مَنْ يَتَّوَكَّلْ
عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ " اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے پس وہ ہی اس کے لئے کافی
ہے " (پ ۲۸ طلاق ۳)
مولانا فرماتے ہیں -

کاف کافی آمد از بہر عباد
صدق وعدہ کھیل عَصَص

ترجمہ :- بندوں کے لئے کاف ہی کافی ہے یعنی اللہ۔ کھیل عَصَص اس کا

بچا وعدہ ہے۔



حدیث نمبر :- ۵۹

زہد و تقویٰ کا عجب مفہوم

عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ تَحْرِيمُ الْحَلَائِلِ وَلَا إِضَاعَةُ
 الْمَالِ وَلَكِنَّ الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونَ بِمَا فِي
 يَدَيْكَ أَوْثَقَ بِمَا فِي يَدِي اللَّهِ وَأَنْ تَكُونَ فِي ثَوَابِ
 الْمُصِيبَةِ إِذْ أَنْتَ أَصَبْتَ بِهَا أَرْغَبَ فِيهَا لَوْ أَنَّهَا أُبْقِيَتْ
 لَكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

مشکوٰۃ باب التوکل والبصر

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے 'وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے
 ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا دنیا میں زہد و تقویٰ نہ تو حلال کو حرام کر لینے سے ہے اور نہ مال
 برباد کرنے سے ' لیکن دنیا میں زہد یہ ہے کہ بغیر اپنے قبضہ کی چیز کے ' اس پر زیادہ بھروسہ نہ
 کرے - جو اللہ کے قبضہ میں ہے اور جب تو مصیبت میں گرفتار ہو تو مصیبت کے ثواب میں
 زیادہ راغب ہو ' اگر وہ تجھ پر باقی رکھی جاوے - (ترمذی ابن ماجہ)

تشریح :-

بعض جھوٹے پیروں فقیروں کو دیکھا گیا کہ وہ گوشت یا دوسرے اعلیٰ کھانے نہیں کھاتے ہمیشہ موٹا کھاتے اور موٹا پہنتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی جھوٹ 'غیبت' بھنگ ' چرس اور ترک نماز میں مبتلا رہتے ہیں اور اسے فقیری بلکہ اولیائی سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ اس فرمانِ مالی کے مظہر ہیں 'یہ لوگ پیر نہیں بلکہ شیاطین ہیں کہ حرام چیز تو چھوڑتے نہیں اور حلال سے محروم ہو جاتے ہیں۔ فقیری کے لئے بھی علم شریعت کی ضرورت ہے۔ مال برباد کرنے کی چند صورتیں ہیں اور وہ سب حرام ہیں۔

۱- ناجائز جگہ خرچ کرنا ۲- بلاوجہ مال لٹا دینا ۳- بال بچے ہوتے ہوئے مال لوگوں میں تقسیم کر دینا ۴- سارا مال خیرات کر کے اپنے اور اپنی اولاد کو بھکاری 'فقیر بنا دینا

ہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بال بچوں کی طرح صابر و شاکر اور متوکل ہوں تو وہ سب خیرات کر دیں ورنہ آج خیرات کر کے کل بھیک مانگنا 'یہ حرام ہے۔ فرمایا تو متقی تب بنے گا جب تیرے دو اعتقاد ہو جائیں۔ ایک یہ کہ جو چیز تیرے ملک اور تیرے قبضہ میں ہے اگر اللہ نہ چاہے تو تو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ دوسرا یہ کہ جو چیز نہ تیری ملک ہو اور نہ تیرے قبضہ میں ہو اگر رب تعالیٰ چاہے کہ تو اس سے فائدہ اٹھائے تو عنقریب وہ چیز تیرے پاس پہنچے گی اور تو اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ غرض یہ کہ تیرا توکل اللہ پر ہو 'اپنے پر یا اپنے ملک پر یا اپنے قبضہ پر نہ ہو۔ یہ توکل انسان کو سچا بندہ بنا دیتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اپنے گھر میں ہی پکا ہوا کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ اور جہاں وہم و گمان بھی نہ ہو وہاں سے کھانا مل جاتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے۔ یہ واقعات اس فرمانِ عالی کی شرح ہیں۔

نیز متقی ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر تجھ پر کوئی آفت آجائے اور تیرا دل

چاہے کہ یہ آفت جلد نل جائے اگر پھر تجھے خیال آجائے کہ یہ مصیبت تو ثواب کا ذریعہ ہے تو تمہارے دل میں اس کی رغبت واقع ہو جانے کی خواہش زیادہ ہو۔ یہاں رغبت کا ذکر ہے دعا کا نہیں۔ مصیبت کی دعا کرنا ممنوع ہے۔ مگر اس کے ثواب کی رغبت کرنا اچھا ہے۔ جب مصیبت آ پڑے تو اس کی تکلیف پر نظر نہ ہو بلکہ اس کے ثواب پر نظر ہو۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۶۰

ابن آدم کی سعادت اور شقاوت کیا ہے

عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللَّهُ لَهُ وَمِنْ شَقَاوَةِ
ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللَّهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ سَخَطُ
بِمَا قَضَى اللَّهُ لَهُ - (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ
غَرِيبٌ)

مشکوٰۃ باب التوکل والصر

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت سعدؓ سے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی نیک بختی اس سے ہے کہ اس کا اللہ کے فیصلے سے راضی ہونا ہے اور انسان کی بد بختی اس کا اللہ سے خیر مانگنا چھوڑ دینا ہے۔ انسان کی بد بختی اس سے ہے کہ اس کا اپنے متعلق اللہ کے فیصلے سے ناراض ہونا ہے۔

(احمد ترمذی اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے)

تشریح :-

سعادت و شقاوت ایک بھی چیز ہے مگر ان دونوں کی علامات میں جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو اور اس کی قضا پر سر جھکائے رہے - سمجھ لو کہ انشاء اللہ یہ سعید ہے - اس کا خاتمہ اچھا ہونے والا ہے - اگر اس کے برعکس ہو تو علامت بد بختی کی ہے - حضرت انسؓ نے مرفوعاً روایت فرمایا کہ جو استخارہ کرے گا نقصان نہ اٹھائے گا - جو مشورہ کرے گا وہ شرمندہ نہ ہوگا - جو درمیانہ خرچ رکھے گا وہ فقیر نہ ہوگا - (طبرانی ، مرقات از ملا علی قاری حنفی)

میانہ روی بڑی اچھی چیز ہے - بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار آدمی چار نعمتوں سے محروم نہ ہوں گے - شکر گزار بندہ زیادتی، نعمت سے محروم نہیں ہوتا اور توبہ کرنے والا بندہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا اور استخارہ کرنے والا خیر سے محروم نہیں ہوتا اور نہ ہی محروم ہوگا اور مشورہ کرنے والا درستی سے محروم نہ ہوگا - جو شخص اللہ کے حکم سے ناراض رہے اور رب کی شکایتیں کرتا رہے وہ بد نصیب ہے - یاد رہے کہ مصیبتوں کو دور کرنے کے لئے تدبیریں کرنا برا نہیں ہے بلکہ اس کا حکم ہے - رب کے فیصلے سے ناراض ہو کر اس کی شان میں بکواس کرنا برا ہے جیسا کہ بعض جاہلوں کا طریقہ ہے

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۶۱

لوگ اگر جان لیں تو یہ ایک آیت ہی کافی ہے

عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِنِّي لَا أَعْلَمُ آيَةً لَوْ أَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَّتْهُمْ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ

يَجْعَلُ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اسے اختیار کر لیں تو وہ انہیں کافی ہو کہ جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لئے چھٹکارہ بنا دے گا اور بے گمان جگہ سے اسے روزی دے گا۔

(احمد، ابن ماجہ، دارمی)

تشریح :-

فرماتے ہیں اگر اس آیت کریمہ پر تمام دنیا عمل کرے تو دین و دنیا کے رنج و غم سے اور فکروں سے آزاد ہو جائے۔ یہ ایک آیت تمام کے لئے کافی ہے۔ تقویٰ سے مراد تقویٰ عامہ ہے یعنی اللہ و رسول کے احکامات پر عمل کرنا اور جن چیزوں سے انہوں نے منع فرمایا ہے ان سے بچے رہنا، تقویٰ ہے۔ یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے جس پر اس کا کرم ہوتا ہے اسے تقویٰ نصیب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تقویٰ پر وعدے فرمائے۔ ایک تو ہر مشکل و مصیبت سے نجات ملنا اور غیب سے روزی عطا ہونا۔ یاد رہے کہ مصیبت و بلا اور چیز ہے رب تعالیٰ کا امتحان کچھ اور مصیبت سے نجات ملنا چاہئے مگر امتحان میں کامیابی ہونا چاہئے۔ حضرت حسین امام المتقین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں اللہ نے ایسی کامیابی عطا فرمائی جس کی مثال نہیں۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

لہذا اس آیت کریمہ پر اعتراض نہیں کہ کہ جناب حسینؑ یا امام احمد ابن حنبل متقی تھے مگر ان سے مصیبت نہ ملی۔ وہ مصیبت نہ تھی آزمائش تھی۔ جو شخص اس آیت کریمہ کو ورد میں رکھے۔ اسے دست غیب نصیب ہو جاتا ہے۔ یعنی غیب سے روزی ملنا۔ (مرآت)

حدیث نمبر : ۶۲

ایک بھائی کی دوسرے بھائی پر شکایت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَخُوَانِ عَلِيٍّ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ وَالْآخَرَ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُعْتَرِفُ أَخَاهُ النَّبِيَّ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ غَرِيبٌ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ' فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ایک آپ ﷺ کی خدمت میں آتا تھا ان میں سے دوسرا کوئی پیشہ کرتا تھا۔ تو پیشہ والے کماؤ نے حضور ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی تو فرمایا شاید تجھے اس کی برکت سے روزی مل رہی ہے۔ (ترمذی)

(اور فرمایا یہ حدیث صحیح غریب ہے) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

تشریح :-

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ غالباً وہ دونوں سگے بھائی تھے جن کا کھانا پینا مشترک تھا۔
(مرقات)

ان دونوں میں سے ایک اپنے کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر چکا تھا۔ حضور ﷺ کے پاس علمِ دین سیکھنے آتا تھا۔ یہ رسم آج تک چلی آ رہی ہے کہ بعض لوگ اپنے کو یا اپنے بچوں کو علمِ دین کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور مسلمان ان کا خرچہ اٹھاتے ہیں۔ اصحابِ صفہؓ بھی ایسے ہی لوگ تھے۔

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ وہ طالب علم غیر شادی شدہ تھا اور یہ کمانے والا بال بچے دار تھا۔ اس طالب علم کا خرچہ بھی یہ کماؤ بھائی اٹھاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ طالب علم کی خدمت کرنا اور خرچہ دینا بہت بڑی عبادت ہے۔ شکایت کرنے والے نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اس کو طلب علم سے منع فرمادیں اور اسے کمائی کرنے کا حکم دیں تاکہ یہ اپنی دنیا سنبھال لے اور اس کی شادی وغیرہ کا انتظام ہو سکے۔ مجھ سے اس کا بوجھ اتر جائے، سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا تو اسے علمِ دین سیکھنے دے اور اس کا خرچہ تو برداشت کئے جا۔ اللہ اس کا رزق تیرے دسترخوان پر بھیجے گا۔ تجھے برکتیں حاصل ہوں گی۔ فرمانِ عالی سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ بعض لوگوں کا اپنے کو علمِ دین کے لئے وقف کر دینا سنتِ صحابہ کرامؓ ہے۔ عالمِ دین بننا فرضِ کفایہ ہے۔ بقدر ضرورت علمِ دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ ۲۔ ان طالب علموں کا خرچہ مسلمانوں کو اٹھانا چاہئے۔ انشاء اللہ اس میں بڑی برکت اور ثواب ہے۔ ۳۔ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنا بڑی برکت کا باعث ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے - وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ”اور قرابت والے کو اس کا حق دے اور مسکین اور

مسافر کو بھی“ (پ ۱۵ بنی اسرائیل ۲۶) اور جب ایک شخص غریب بھی ہو قرابت دار بھی ہو اور طالب علم بھی ہو تو اس پر خرچ کرنا نور“ علی نور ہے۔

خیال رہے کہ حضور ﷺ کا لَعَلَّ فرمانا شک کے لئے نہیں بلکہ کریموں کی شاید بھی یقینی بلکہ حق الیقین ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے ”وَهَلْ تُرْزِقُونَ بِضَعْفَانِكُمْ“ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۶۲

نبوت ﷺ کا حوصلہ و دل و جگر

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَتِي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمُوهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ - (متفق عليه)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن مسعودؓ سے فرماتے ہیں گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ نبیوں میں سے ایک نبی کی حکایت بیان فرما رہے ہیں جنہیں ان کی قوم نے مارتا تو انہیں خونم خون کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے تھے اور کہتے تھے الہی میری قوم کو بخش دے کہ یہ جانتے نہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب التوکل والصر)

تشریح :-

یہ ہے تصور رسول ﷺ حضرات صحابہ کرام حضور کی اداؤں کے تصور میں رہتے

تھے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا

تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

صاحب اشعۃ فرماتے ہیں کہ نبی سے مراد یا تو نوح علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم سے

بڑی مصیبت اٹھاتے تھے۔ حتیٰ کہ کئی کئی دن بے ہوش رہتے تھے۔ ہوش میں آنے کے بعد پھر

تبلیغ فرمانے چلے جاتے تھے یا خود حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ یہ واقعہ طائف کی تبلیغ

اور احد شریف کے جہاد کا بھی ہو سکتا ہے کہ حضور انور ﷺ ان ظالم کفار کو دعائیں دیتے جاتے

تھے۔ چہرہ مبارک سے خون صاف کرتے جاتے تھے تاکہ خون آنکھوں یا منہ میں نہ پڑے

یا زمین پر نہ گرے۔ زمین پر گرنے سے عذاب الہی آجانے کا اندیشہ تھا۔ (اشعۃ)

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي كَمَا مَطَّلَبُ هِيَ كَثُورٌ أَيْمَانُ كِي تَوْفِيقُ دَعَا عَذَابُ نَه

دے ورنہ کفار کے لئے بخشش کی دعا حکم قرآن منع ہے۔

لَا يَعْلَمُونَ كَمَا مَطَّلَبُ هِيَ كَثُورٌ أَيْمَانُ كِي تَوْفِيقُ دَعَا عَذَابُ نَه

یہ حرکت نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ جاہل کا گناہ ہلکا ہوتا ہے عالم کے گناہ سے۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۶۴

ریا کاری کا عمل

عَنْ جُنْدِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ يُرَانِي يُرَاءَ اللّٰهُ بِهِ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب الریا والسمعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت جناب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو سنانا چاہے گا ' اللہ سے سنا دے گا اور جو دکھانا چاہے گا تو اللہ سے دکھا دے گا۔

(مسلم و بخاری)

شرح :-

جو شخص کوئی عبادات لوگوں کو دکھانے ' سنانے کے لئے کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور کر دے گا۔ مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذات کے ساتھ کہ لوگ اس کے عمل سن کر اس پر پھنکارا کریں گے۔ تجربہ شاہد ہے کہ بعض لوگ اپنے صدقات خیرات شہرت کے لئے اخباروں میں ' دیواروں پر لکھواتے ہیں۔ لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کرتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی۔ بعض لوگ شہرت کے لئے اولاد کی شادیوں میں بہت خرچ کرتے ہیں مگر چو طرفہ سے ان پر وہ پھنکار پڑتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ اس حدیث پاک کا ظہور آج بھی ہو رہا ہے۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- 60

مومن کے اچھے کام پر لوگوں کا تعریف کرنا

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ
الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ وَ
يُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الريا والسمعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے
عرض کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے جو اچھا کام کرتا ہے اور
لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اس عمل پر لوگ اس سے محبت
کرتے ہیں فرمایا ' یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔ (مسلم)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ آزمائش کر لو کہ جو کام اللہ کے لئے چھپ کر کرو خود بخود
اس کا چرچہ ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں۔ لوگ چھپ کر بجد پڑھتے ہیں
مگر ان کے چہرے کا نور ان کا یہ عمل شائع کر دیتا ہے۔ اشارتا اس سوال میں یہ صورت بھی داخل

ہے سوال یہ ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ بھی ریا ہے تو جواب میں فرمایا ' یہ ریا نہیں ہے بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔ صحابہ کرام کے چہرے ہوئے عمل اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ' حضور ﷺ کی احادیث میں ایسے شائع ہوئے کہ آج تک دنیا میں مشہور ہیں۔ یہ بشارت ربانی ہے۔ ارشاد باری ہے - "لَهُمْ فِي الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ" (دنیا اور آخرت کی زندگی میں ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے) (پ ۱۱ یونس ۶۴) عرض یہ ہے کہ ریا کا تعلق عامل کی نیت سے ہے کہ اگر وہ دکھلاوے یا شہرت کی نیت سے نیکی کریگا تو یہ ریا ہے۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۶۶

نیکی کا دار و مدار نیت پر ہے

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ قَالَ مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الْآخِرَةِ
جَعَلَ اللَّهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شِمْلَهُ وَيَأْتِيهِ الدُّنْيَا
وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللَّهُ
الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتْ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَلَا يَأْتِيهِ مِنْهَا
إِلَّا مَا كَتَبَ لَهُ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَحْمَدُ

وَالدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي بَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ) مشکوٰۃ باب الریاء والسمعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کی نیت

آخرت کمانا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی غنا اس کے دل میں ڈال دے گا اور اس کی متفرقات کو جمع کر دے گا اور اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کی نیت دنیا طلبی ہوگی تو اللہ فقیری اسکی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور اس پر اس کے کام پر اگندہ کر دے گا اور اس کے پاس اتنی ہی آئے گی جتنی اس کے لئے لکھی گئی ہے۔

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شَمِل جمع ہے شَمِلَة کی بمعنی حاجت یا عادت یعنی اخلاص والے کو رب تعالیٰ دلی استغنا بھی بخشتا ہے اور اس کی متفرق حاجتیں یک جا بھی جمع فرما دیتا ہے کہ گھر بیٹھے اسکی ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ ضرورتوں کے پاس وہ نہیں جاتا ' ضروریات اس کے پاس آتی ہیں - جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ جس جانور کو (کھونٹے) سے باندھ دیتے ہیں اس کی ہر ضرورت وہاں ہی پہنچ جاتی ہے۔

دنیا سے مراد دنیاوی نعمتیں بھی ہیں اور دنیا کے لوگ بھی۔ یعنی دنیا اور دنیا دار اس کے پاس خادم بن کر حاضری دیتے ہیں 'جیسا کہ اولیاء اللہ کے آستانوں پر دیکھا جا رہا ہے۔
 ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی
 ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا
 فقیری سے مراد لوگوں کی محتاجی اور ان کا حاجت مند رہنا ہے۔ یعنی دنیا داروں کے دروازوں پر دھکے کھانا اور ان کی خوشامدیں کرنا۔

شَتَّتَ عَلَيْهِ أَمْرُهُ سے مراد اس کا دل پریشان رہے کبھی روٹی کے پیچھے دوڑے گا اور کبھی کپڑے کی فکر میں مارا مارا پھرنے گا یاد گیر ضروریات کے لئے پریشان پھرے گا اور اللہ اللہ کرنے کا وقت نہ پائے گا۔ یہ بات تجربہ سے بھی ثابت ہے۔ کُتِبَ لَهُ کا مطلب ہے کہ

ایسی دوڑ دھوپ سے اس کی دنیا میں اضافہ نہ ہوگا بلکہ اس کی پریشانیوں میں اور اضافہ ہوگا۔ دنیا اسے وہی ملے گی جتنی اس کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ (مرآت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی خواہش کے مطابق رزق نہیں ملتا بلکہ وہی ملتا ہے جو مقدر میں ہوتا ہے۔ شیخ۔۔۔ آگہا اے ہیں۔

تعلق حجابت و بے حاصلی

چو پیوند ہا بکسلی واصلی

ترجمہ :- لوگوں کی طرف رجحان 'یہ اللہ سے حجاب اور بے حاصلی ہے۔ جب ایسے تعلق توڑے گا 'تو اللہ مل جائے گا۔

حدیث نمبر :- 67

انسان کے لئے شر کیا ہے ؟

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُشَارَ إِلَيْهِ بِأَلَا صَابِعٍ فِي
دِينٍ أَوْ دُنْيَا إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللَّهُ -

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب الريا والسمعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے 'وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں

کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کی طرف دین یا دنیا میں انگلیوں سے اشارہ کیا جائے۔ سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح :-

صاحبِ مرآت فرماتے ہیں کہ دینی کمالات ' دولت ' صحت ' طاقت میں یوں ہی دینی کمالات علم ' عبادت ' ریاضت میں مشہور ہونا عوام کے لئے تو خطرناک ہی ہے کہ اس سے عموماً دل میں غرور و تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے گمنامی بہتر ہے۔ ہاں بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ وہ شہرت سے متکبر نہیں ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ نیک نامی و بدنامی اللہ کے قبضہ میں ہے اور لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ انہیں زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگاتے دیر نہیں لگتی۔ حضور ﷺ کے تحمل کا تو یہ حال ہے کہ۔

ص ان کے قدم پہ جبہ سا روم و عجم کی نخوتیں
ان کے حضور سجدہ ریز چین و عرب کی خود سری
پیش او گیتی جبیں فرسودہ است
خویشتن را عبده فرمودہ است

حضور ﷺ کی چوکھٹ پر دنیا سر رگڑ رہی ہے مگر خود کو یہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں ' یہ ہے تحمل اور برداشت۔ حضور ﷺ کے بعض نائبین کو یہ تحمل اور برداشت نصیب ہو جاتا ہے اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ سے یہی مراد ہے۔

صاحبِ مرآت فرماتے ہیں کہ شہرت پسندی کی بیماری میں مبتلا علماء اور عابدین کی

(مرآت)

تعداد زیادہ ہے۔

حدیث نمبر :- ۶۸

تھوڑی سی ریا کاری بھی شرک ہے

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِنَّهُ خَرَجَ يَوْمًا إِلَى مَسْجِدِ رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ فَوَجَدَ مَعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ
يُبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ يُبْكِينِي بِشَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ أَنْ يَسِيرَ الرَّيَّا
شِرْكَاً وَمَنْ عَادَى لِلَّهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللَّهَ بِالْمُحَارَبَةِ
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْأَبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ الَّذِينَ إِذَا غَابُوا الْم
يَتَفَقَّدُوا وَإِنْ حَضَرُوا الْم يُدْعَوُا وَلَمْ يُقْرَبُوا أَقْلُوبُهُمْ
مَصَابِيحُ الْهُدَى يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءٍ مُظْلِمَةٍ -

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ أَبِي هَاشِمٍ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب الریاء والسمعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ وہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی
مسجد کی طرف گئے تو نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس معاذ ابن جبلؓ کو بیٹھا ہوا پایا جو رو رہے
تھے تو فرمایا آپ کو کون سی چیز رلاتی ہے ' بولے مجھے وہ چیز رلاتی ہے جو میں نے رسول اللہ
ﷺ سے سنی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تھوڑی سی ریا کاری بھی شرک
ہے۔ اور جو اللہ کے ولی سے دشمنی کرے تو وہ اللہ کے سامنے جنگ کے لئے آ گیا۔ اللہ تعالیٰ

پسند کرتا ہے ان نیکوں پر ہیزگاروں چھپے ہوؤں کو کہ جب وہ غائب ہو جائیں تو ڈھونڈے نہ جائیں اور اگر حاضر ہوں تو نہ بلائے جائیں نہ قریب کئے جائیں۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔ ہر تار یک گرد آلود سے نکلیں۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں حجرہ شریف میں دروازہ تھا۔ جس سے لوگ قبر انور تک پہنچ جاتے۔ بہت عرصہ بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب قبر انور تک ہر آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ معاذ ابن جبلؓ خاص قبر انور سے متصل بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اے معاذؓ! کیوں رو رہے ہو، فراق رسول اللہ ﷺ زلزلہ ہا ہے یا کوئی اور تکلیف ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کو تکلیف میں دیکھے تو ضرور وجہ پوچھے۔ اگر ہو سکے تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نصیحت حضور انور ﷺ سے سنی تھی مگر اس پر عمل نہ کر سکا۔ اپنی اس محرومی یا معذوری پر رو رہا ہوں۔ علماء فرماتے ہیں کہ ریا کے بہت درجے ہیں۔ کچھ درجے چھوٹی چیونٹی سے زیادہ باریک ہیں۔ انسان ان کو ریا نہیں سمجھتا مگر وہ ریا ہیں۔ ان سے بچنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس سے تو خاص لوگوں کا بچنا بھی مشکل ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا۔ معاذؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں بھی ریا کے کسی درجے میں مبتلا ہوں۔ مزید فرماتے ہیں کہ میرے رونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے دوستوں کو ایذا رب سے جنگ ہے۔ اور اولیاء ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ ان کی پہچان بہت مشکل ہے۔ کئی دفعہ پڑوسیوں یا دوستوں سے شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی اللہ کا ولی ہو ان کی تکلیف میرے لئے مصیبت بن جائے۔ حدیث قدسی ہے۔

أُولِيَاءُ تَحْتَ قَبَائِنِي لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِي مِرَّةً وَوَلِي مِيرِي قَبَائِنِي رَهْتِي هِيَ أُنْهِي

میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ (مرقات)

خیال رہے کہ اولیاء اللہ دو قسم کے ہیں۔ تکوینی ولی اور تشریحی ولی۔ تکوینی ولی جو دنیا کے سیاہ و سفید کے مالک و مختار بنائے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد مقرر ہے۔ مگر تشریحی اولیاء اللہ تعداد میں جہاں چالیس متقی مسلمان جمع ہوں وہاں ایک ولی انشاء اللہ ضرور ہوتا ہے۔ اس ولی کو خود بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں ولی ہوں۔ مگر ولی ہوتا ہے۔ شاید حدیث پاک میں غالباً اس سے وہی اولیاء تشریحی مراد ہوں۔ ممکن ہے اس سے مراد تکوینی اولیاء ہوں کہ اکثر ان میں چھپے ہوئے رہتے ہیں۔ وہ حضرات کم ہیں جنہیں مخلوق پہچانتی ہے۔ مثلاً ”غوث پاک“ خواجہ جمیری اور داتا گنج بخشؒ بھجوری وغیرہ۔ یاد رہے نبوت کا اعلان ضروری ہے مگر ولایت کا اعلان ضروری نہیں۔ اکثر اعلان ولایت کرنے والے خالی ہوتے ہیں۔ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

اِس مَدْعِیَاں دَر طَلْبِش بے خَبَر اِنْد

آزَا کَہ خَبَر شَد خَبَرِش بَا ز نِیَا د

ترجمہ :- یہ جھوٹے مدعی اس کی طلب سے ناواقف ہیں، جس کو خبر ہوتی ہے وہ

واویلا نہیں کرتا

علماء کے لئے اعلان ضروری ہے کیونکہ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ اسی طرح نبوت کا اعلان بھی ضروری ہے۔ لیکن اولیاء اکثر چھپے رہتے ہیں۔ علماء دین اسلام کی ظاہری پولیس ہیں جبکہ ولی اللہ خفیہ پولیس ہیں۔ یہ حضرات بھی اپنے کو ولی نہیں کہتے۔ بعض اولیاء کے متعلق لوگوں کی زبان سے خوا مخواہ ولی نکلتا ہے۔ جس طرح چراغ سے ہدایت و نور ملتا۔ ایسے ہی ان کے دلوں میں ان کی نگاہوں سے لوگوں کو نور ملتا ہے۔ یہ حضرات حقانیت اسلام کی دلیلیں ہیں۔ حق دین وہ ہے جس میں اولیاء ہوں انہیں کاراستہ مستقیم ہے۔ فرمان باری ہے۔

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا) اور فرماتا ہے۔ وَ كُونُوا مَعَ صَادِقِينَ (اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ) اس شاخ کا

تعلق جڑ سے قائم ہے جس میں سبزہ و پھول ہوں ، سوکھی شاخ کا تعلق جڑ سے ٹوٹ چکا۔ وہ آگ کے لائق ہے۔ اسلام کی اس شاخ کا تعلق حضور ﷺ سے قائم ہے جس میں ولایت کے پھول ہوں۔ یہ اولیاء اللہ تارک گھروں ، غیر مشہور محلوں ، نامعلوم بستیوں سے پیدا ہوتے رہیں گے۔

حاکسارانِ جہاں را بختارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
ترجمہ :- دنیا کے خاکساروں کو حقارت سے نہ دیکھ ، تجھے کیا خبر کہ اس غبار میں کوئی سوار بھی ہو۔

یا یہ مطلب ہے کہ یہ حضرات تارک گرد و غبار والے عقائد و اعمال و شبہات سے نکل جائیں گے۔ کبھی اس میں پھنسیں گے نہیں۔ (مرقات)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ امام غزالی نے فرمایا کہ ہر عالم دین متقی ولی اللہ ہے اگر متقی عالم ولی نہ ہو تو کوئی ولی ہی نہیں۔ (مرقات)

مشہور یہ ہے کہ جس سے روحانی فیوض جاری ہوں انہیں صوفیاء اور اولیاء کہا جاتا ہے۔ جن سے شرعی فیوض جاری ہوں انہیں علماء کہا جاتا ہے۔ (مرات)

حدیث نمبر :- ۶۹

عبادت کرتے ہوئے کوئی دیکھ لے تو کیا حکم ہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بَيْنَنَا أَنَا فِي بَيْتِي فِي مُصَلَّائِي إِذْ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ
فَاعْجَبَنِي الْحَالُ الَّتِي رَأَيْتُ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
رَحِمَكَ اللَّهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ لَكَ أَجْرَانِ السِّرُّ وَالْجُرُّ
الْعَلَانِيَّةُ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ) مشکوٰۃ باب الزیاد السمعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ ﷺ جب کہ میں اپنے گھر میں مصلے پر تھا کہ میرے پاس ایک شخص آ گیا تو مجھے
اپنی حالت پسند آئی جس پر مجھے اس نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ تم پر
اللہ رحمت کرے تم کو دو ثواب ہیں - خفیہ کا ثواب اور اعلانیہ کا ثواب - (ترمذی)
اور صاحب ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے -

تشریح :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں مصلے پر نوافل یا ورد
وظیفہ پڑھ رہا تھا کیونکہ حضرات صحابہ کرامؓ فرض نمازیں مسجد میں باجماعت
ادا کرتے تھے - گھر کا ذکر اس لئے فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ میں ریاکاری کے لئے یہ عمل نہ کر رہا تھا
- ورنہ لوگوں کے مجمع میں کرتا - گھر کے گوشہ میں نہ کرتا - اس آنے والے نے مجھے مصلے پر یہ عمل
کرتے دیکھا - دخل فرما کر یہ بتایا کہ میں نے اسے بلایا نہ تھا نہ اس نے آنا چاہا تھا - اتفاقاً ہی
آ گیا تھا - آنے والا ان کا کوئی عزیز یا قریبی ہوگا جو بغیر اذن آسکے یا آپ کے گھر والوں نے

اسے اجازت دے دی ہوگی۔

فَاعْجَبْنِي الْحَالِي (مجھے اپنے حال پر خوشی ہوئی) سے مراد ہے کہ آپ کو یہ خوشی یا تو اس لئے تھی کہ وہ آنے والا بھی مجھ دیکھ کر میری طرح یہ اعمال کرے تو اس کے اعمال میں مجھے بھی ثواب ملے یا اس لئے کہ وہ مسلمان میرے اس عمل پر بلکہ میرے ایمان و اسلام پر گواہ ہو جائے۔ کل قیامت میں بارگاہِ الہی میں مسلمانوں بلکہ اللہ کی مخلوق کی گواہیاں بہت ہی کام آئیں گی۔ بہر حال یہ خوشی غرور کی نہ تھی بلکہ اللہ کے اس کرم کی تھی۔ صاحبِ مرقات اور صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو فرمایا تمہارے اس کام کی ابتداء محض اخلاص پر تھی۔ اسی وجہ سے تم گھر کے کونے میں یہ کام کر رہے تھے۔ اللہ نے تمہارے اس کام کو ظاہر فرمادیا۔ یہ بھی اس کا کرم ہے۔ تمہارا اس پر خوش ہونا کہ ایک مسلمان نے مجھے بڑے کام پر نہ دیکھا بلکہ اچھے کام پر دیکھا۔ یہ خوشی بھی اللہ کا کرم ہے۔ اس پر بھی ثواب ہے کہ یہ خوشی شکر کی ہے نہ کہ فخر کی۔ غافل زیادتی مال سے خوش ہوتا ہے، مومن عاقل توفیقِ اعمال سے۔ رب فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا (آپ فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ ہی ساتھ ان کے چاہئے کہ وہ خوش ہوں) آپ فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں (پ ۱۱ یونس ۵۸) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جسے گناہ پر رنج اور نیکی پر خوشی ہو وہ کامل مومن ہے لہذا تمہیں اس خوشی پر ثواب ہے۔

(مرقات و اشعۃ)

بہر حال ریاء اور اخلاص کا دار و مدار نیت پر ہے۔

حدیث نمبر :- ۷۰

ریا کاری کا ہر کام شرک ہے

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ) مشکوٰۃ باب الريا والسمعة

ترجمہ :-

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو دکھلاوے کے لئے نماز پڑھے، اس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے روزہ رکھے اس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے صدقہ دے اس نے شرک کیا۔

(احمد)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شرک دو قسم کا ہے - ایک شرک جلی یعنی کھلم کھلا شرک، بت پرستی کرنا اور دوسرا شرک خفی، ریا کاری ہے - یوں کہو کہ شرک اعتقادی تو کھلا شرک ہے اور شرک عملی ریا کاری ہے - صوفیاء فرماتے ہیں کُلُّ مَا صَدَّكَ عَنِ اللَّهِ فَهُوَ صَنَمٌ جَوْتَمِهِمُ اللَّهُ سَرُّهُ وَهِيَ تَمَهَارَاتُ بَتِ هِيَ نَفْسُ اِمْتَارِهِ بَتِ هِيَ - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ میں بھی ریا کاری ہو سکتی ہے - ہاں روزے میں ریا خالص

نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے ارشاد ہے الصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ (روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا) بعض لوگ روزہ رکھ کر لوگوں کے سامنے بہت گلیاں کرتے ہیں، سر پر پانی ڈالتے رہتے ہیں، کہتے پھرتے ہیں ہائے روزہ بہت لگا ہے۔ بڑی پیاس لگی ہے وغیرہ۔ یہ بھی روزے کی ریاء ہے اور اس حدیث میں داخل ہے۔ خیال رہے ریاء کی دو قسمیں ہیں، ایک ریاء اصل عمل میں، دوسری ریاء وصفِ عمل میں۔ اصل عمل میں ریاء یہ ہے کہ کوئی دیکھے تو یہ نماز پڑھے، نہ دیکھے تو نماز پڑھے ہی نہیں۔ وصفِ عمل میں ریاء یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے نماز خوب اچھی طرح پڑھے۔ تنہائی میں معمولی طرح پڑھے۔ پہلی ریاء بہت بُری ہے اور دوسری اس سے کم بُری ہے۔

ع شیخ سعدی ” فرماتے ہیں -

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز

کہ درِ رُوئے مردم گزاری دراز

ترجمہ :- وہ نماز دوزخ کی کنجی ہے جو تو لوگوں کو دکھلاوے کے لئے پڑھتا

(مرآت المناجیح)

ہے۔

حدیث نمبر :- ۷۱

خفیہ شرک کیا ہے ؟

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ خُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ نَتَذَكَّرُ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ فَقَالَ الْآ

أَخْبِرْكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي
 مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ فَقُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الشِّرْكَ
 الْخَفِيُّ أَنْ تَقُومَ الرَّجُلُ فَيُصَلِّيَ فَيَزِيدُ صَلَوَتَهُ لِمَا يَرَى
 مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ - (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب الرياء والسمعة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابوسعید خدریؓ سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ ہم مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے تو فرمایا کہ کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا وہ خفیہ شرک ہے یعنی یہ کہ کوئی آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنی نماز اس لئے زیادہ کرے کہ کسی شخص کو دیکھے کہ وہ آ کر دیکھ رہا ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح :-

خَرَجَ عَلَيْنَا یعنی دولت خانہ سے یا باہر سے مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے نماز کا وقت تھا یا ویسے ہی حضرات صحابہؓ کا مجمع تھا اور اتفاقاً دجال کے خطرات کا ہم لوگ تذکرہ کر رہے تھے۔ فرمایا دجال کو تو کوئی شخص ہی پائے گا وہ بھی قیامت کے قریب۔ پھر انسان اس سے بچ بھی سکے گا۔ نہ اس کے پاس جائے نہ اس کے پھندے میں پھنسے۔ مگر ریا کاری کی مصیبت ہر شخص کو ہر وقت درپیش ہے اسلئے یہ آفت دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔ اگر اکیلے نماز پڑھے تو تھوڑی اور ہلکی پڑھے، مگر جب اسے کوئی دیکھ رہا ہو تو نوافل بہت تعداد میں پڑھے اور خوب دراز پڑھے۔ یہ ہے وصف میں ریا۔ جب یہ بھی شرک خفی ہو تو اصل نماز میں ریا بہت ہی خطرناک ہے۔ ریا کی دو قسمیں گذشتہ احادیث کی شرح میں بیان ہو چکی ہیں۔ اصل

عبادت میں ریاء زیادہ خطرناک ہے۔ نماز کا ذکر مثلاً فرمایا ہر نیکی کا یہی حال ہے۔ اس بیماری میں واعظین زیادہ مبتلا ہیں۔ عموماً ہر واعظ کا خیال یہ ہوتا ہے کہ میرا وعظ سب سے اچھا ہے۔ لوگ خوب واہ واہ لہیں۔ بعض واعظین بغیر داد لئے وعظ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرمائے ریاء والی عبادت گھٹنے ہوئے تخم کی طرح ہے۔ جس سے پیداوار نہیں ہوتی یا جیسے بادام بغیر مغز کے کسی کام کا نہیں ہوتا۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۷۲

عمل خالص کی عجیب مثال

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِي صَخْرَةٍ لَا بَابَ لَهَا وَلَا كُوَّةَ خَرَجَ عَمَلُهُ إِلَى النَّاسِ كَأَنَّ مَا كَانَ -
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی پتھر کی چٹان میں بیٹھ کر عمل کرے جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ روزن تو بھی اس کا عمل لوگوں تک نکل آوے گا جو عمل بھی ہو۔

(بیہقی 'شعب الایمان' مشکوٰۃ باب الریاء والسمعة)

تشریح :-

صاحبِ مرآت فرماتے ہیں کہ فرض کرو کوئی شخص ایسے بند غار میں نیکی کرے جس میں نہ تو دروازہ ہو کہ کوئی وہاں پہنچ سکے نہ کوئی روزن و سوراخ ہو جس سے کوئی جھانک سکے۔ یعنی کیسے ہی خلوت خانہ میں کیسے ہی چھپ کر عبادت کرے۔ ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم ریاء کر کے اپنے ثواب کیوں برباد کرتے ہو۔ تم اخلاص سے نیکیاں کرو، خفیہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیاں خود بخود لوگوں کو بتا دے گا۔ لوگوں کے دل تمہیں خود بخود نیک ماننے لگیں گے۔ یہ نہایت ہی محرب ہے بعض لوگ خفیہ تہجد پڑھتے ہیں، لوگ خواہ مخواہ انہیں تہجد خواں کہنے لگتے ہیں۔ تہجد بلکہ ہر نیکی کا نور چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جس کا رات دن مشاہدہ ہو رہا ہے۔ لوگ اسی وجہ سے حنور غوثِ پاکؒ "خولجہ اجمیری" کو ولی کہتے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کہلوار ہا ہے کہ یہ اس فرمانِ عالی کا ظہور ہے۔

نیک اعمال کا نور چہرے پر ظاہر ہوتا ہے، فرمانِ باری ہے۔ سَيُّمًا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ تجربہ تو یہ ہے کہ خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ دل میں ہو تو چہرہ اور ہی طرح کا ہو جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کے چہرے دیکھ کر کافر مسلمان ہو گئے۔ گناہ گاروں نے دیکھا تو نہ صرف گناہوں سے تائب ہوئے بلکہ مشقی بن گئے۔

(مرآت از شیخ الحدیث مفتی احمد یار خان نعمی)

مولانا روم فرماتے ہیں۔

اے لقاءِ تو جوابِ ہر سوال

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

ترجمہ :- تیری ملاقات ہی ہر سوال کا جواب ہے۔ تجھے دیکھتے ہی بغیر دلیل و حجت کے

ہر مشکل حل ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر :- ۷۳

جنتی لوگ کون ہیں ؟

عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلِّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّهَ إِلَّا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلِّ عُنُقٍ جَوَازٍ مُسْتَكْبِرٍ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رَوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَازٍ زَنِيمٍ مُتَكَبِّرٍ)

مشکوٰۃ باب الغضب والكبر

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنتی لوگ نہ بتاؤں۔ ہر کمزور جسے کمزور سمجھا جائے، اگر وہ اللہ پر قسم کھا جائے تو اللہ اس کی قسم پوری کر دے گا۔ کیا میں تمہیں آگ والے نہ بتاؤں۔ ہر سخت دل بدکار، متکبر - (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ہر سخت دل حرامی غرور والا۔

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ضعیف کے معنی یہ ہیں کہ جس میں تکبر، جبر، ظلم نہ ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اس میں طاقت و قوت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو قوی اور طاقت ور مسلمان پسند ہیں۔ یعنی اس میں طاقت تو ہو مگر وہ اپنی طاقت مسلمانوں پر استعمال نہ کرے اور

متضعف کے معنی ہیں کہ مسلمانوں کو اس پر امن ہو کہ یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کے شر سے مسلمان اپنے کو محفوظ سمجھیں۔ یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اسے ذلیل و خوار سمجھیں۔ مسلمان تو بڑی عزت والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِعْزَازٍ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ (مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں)

لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ كَمَا مَطْلَبُ هِيَ کہ اگر وہ کہہ دے کہ قسم خدا کی تیرے ہاں بیٹا ہوگا یا قسم بخدا آج بارش ہوگی یا اسلامی لشکر کو فتح ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم ضرور پوری فرمادے۔ ضرور اس کے بیٹا ہو، ضرور بارش آئے، ضرور لشکر اسلام کو فتح ہو۔ خیال رہے کہ پہلے تو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے۔ پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی رضا چاہتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا وَ لَسَوْفَ يَرْضَىٰ اور اپنے محبوب ﷺ کے لئے فرمایا وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ معلوم ہوا کہ بزرگوں سے اللہ کی نعمتیں مانگنا جائز ہے کہ ان کے منہ سے نکلی بات اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے۔

عُتْلٌ کے بہت معنی ہیں۔ سخت دل، بد زبان، جھگڑالو۔ اسی طرح جَوَاطِظُ کے معنی۔ موٹا، فریبہ، بدکار، فاسق، بخیل، جو اپنا مال چھپائے اور دوسروں کے مال پر نظر رکھے۔ (مرقات)

یہاں سارے معنی درست ہیں۔ زَنِيمُ بنا ہے زَنَمٌ سے یعنی کان کٹی بکری، جس کا کان کٹ کر لٹک رہا ہو۔ اصطلاح میں زَنِيمٌ حرامی کو کہتے ہیں کہ یہ شخص بھی دوسری قوم سے ملحق ہوتا ہے۔ جیسے ولید بن مغیرہ۔ یہاں زَنِيمٌ معنی شریر و لئیم ہے جس کے شر سے مسلمان پریشان ہوں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ حرامی بچے بڑے شریر و خبیث ہوتے ہیں۔

(مرقات)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرامی جنت میں نہ جاوے گا، اس کی کوئی اصل نہیں۔ ہاں جو حرامیوں کے سے کام کرے وہ اولاً جنت میں نہ جائے گا۔

(مرقات)

حدیث نمبر :- ۷۴

غرور و تکبر کی عجیب وضاحت

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبَرٍ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنًا قَالَ إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ الْكَبِيرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمَطُ النَّاسِ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الغضب والكبر

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر غرور ہو، تو ایک آدمی نے عرض کیا کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کا جوتا اچھا ہو۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور

جمال کو پسند فرماتا ہے - غرور ' حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا ہے - (مسلم)

تشریح :-

فرمانِ عالی کے چند معنی ہو سکتے ہیں - ۱- دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر بھی کفر ہو وہ جنت میں ہرگز نہ جائے گا - کبر سے مراد اللہ و رسول ﷺ کے سامنے غرور کرنا ' یہ کفر ہے - ۲- دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر غرور ہوگا وہ جنت میں اولاً نہ جائے گا - ۳- جس کے دل میں رائی برابر غرور ہوگا وہ غرور لے کر جنت میں نہ جائے گا - پہلے رب تعالیٰ اس کا تکبر دور کر دے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا - ارشادِ باری ہے - وَ نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ - آگ میں کبر اور غرور ہے اور خاک میں عجز و انکساری - باغ کھیت میں لگتے ہیں ' آگ میں نہیں - اسی طرح ایمان و عرفان کے باغ ' خاک جیسے عاجز و منکسر دل میں لگتے ہیں آگ جیسے متکبر دل میں نہیں لگتے -

سائل سمجھے کہ شاید اچھا لباس پہننا ' اچھا جو تا پہننا ' بھی غرور میں داخل ہے - اس میں اپنی مالداری یا بڑائی کا اظہار ہے نیز اکثر متکبرین اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے ہیں - تو یہ عمدگی لباس متکبرین کی علامت ہے - سوال درست ہے فرمایا رب تعالیٰ ذات و صفات میں جمیل ہے ' اچھا ہے ' مخلوق اس کی صفات کی مظہر ہے - تو مسلمان کو چاہئے کہ اپنی عادات ' صورت ' لباس اور اعمال اچھے رکھے تاکہ خالق کی صفتِ جمیل کا مظہر بنے نیز اس لباس میں رب تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے جو محبوب ہے - رب فرماتا ہے - وَ أَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ - اس کا تکبر سے کوئی تعلق نہیں - متکبر وہ ہے جو کسی معمولی انسان کی حق بات کو صرف اس لئے جھٹلائے کہ یہ اس آدمی کے منہ سے نکلی ہے اور مساکین کو ذلیل سمجھے -

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۷۵

کون سے تین آدمیوں پر اللہ کا غصہ؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَفِي رَوَايَةٍ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ شَيْخُ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الغضب والكبر

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ' تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو کلام کرے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا - ایک دوسری روایت میں ہے کہ نہ تو ان کی طرف نظر کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے - بڈھازانی 'جھوٹا بادشاہ اور فقیر غرور والا -

(مسلم)

تشریح :-

ملا علی قاری حنفی مرقات میں فرماتے ہیں ان تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کرم و محبت کا کلام نہ کرے گا - غضب و قہر کا کلام کرے گا - لہذا حدیث مبارکہ واضح ہے یا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے اول وقت جب عدل الہی کا ظہور ہوگا تب ان سے کلام نہ

کرے گا یا مطلقاً بلا واسطہ کلام نہ کرے گا بواسطہ فرشتوں کے کرے گا۔ (مرقات)

ان کے گناہ معاف نہ کرے گا یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا۔ تزکیہ کے یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں۔ رب تعالیٰ ان پر نظرِ رحمت نہ کرے گا بلکہ نظرِ قہر کرے گا بہر حال زنا اگرچہ بُرا ہے 'سخت گناہ ہے' مگر بڑھا آدمی زنا کرے تو بدترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریباً ختم ہو چکی ہے۔ وہ مغلوب و مجبور نہیں۔ جو ان آدمی کو یا معذور ہے۔

(مرقات)

بعض لوگ مجبوراً جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آ کر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں۔ بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ اگر جھوٹ بولتا ہے تو بلا وجہ ہی بولتا ہے۔ حکومت والوں، مال والوں کے پاس غرور و تکبر کے اسباب موجود ہیں اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لئے اس کا تکبر بدترین جرم ہے۔ بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری، معمولی کام نہیں کرتے زکوٰۃ و خیرات قبول نہیں کرتے 'خود بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں۔ وہ بھی اس وعید میں شامل ہیں۔ بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے اپنے لڑکوں، لڑکیوں کے لئے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں 'اسی تلاش میں اولاد بوڑھی ہو جاتی ہے۔ مگر شادی نہیں کرتے جس کے نتیجے بہت بُرے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ سب اس فرمانِ عالی میں داخل ہیں۔ درود ہو اس حکیم مطلق، محبوبِ کبریا، ﷺ پر جو ہم پر ہمارے والدین، بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق فرمائے

اس ایک کلمہ میں کیسی ہدائیں ہیں۔
(مرآت المناجیح)

حدیث نمبر :- ۷۶

تواضع کی تعریف

عَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوا
فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ
النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ
النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى
لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيرٍ -

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب الغضب والكبر

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ' آپ نے منبر پر فرمایا اے لوگو انکساری
اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے
انکسار و عجز کرتا ہے اللہ اسے اونچا کر دیتا ہے تو وہ اپنے دل کا چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کی
نگاہ میں بڑا ہوتا ہے۔ اور جو غرور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کر دیتا ہے تو وہ لوگوں کی نگاہ

میں چھوٹا ہوتا ہے اور اپنے دل میں بڑا، حتیٰ کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سؤر سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

تشریح :-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی خاص شخص سے معمولی طریقہ سے نہ کہا بلکہ بہت اہتمام کے ساتھ برسہا برس اعلان فرمایا کہ ہر مسلمان اپنے بھائی کے ساتھ نرم رہے۔ رب تعالیٰ مومنوں کی صفت یوں بیان فرماتا ہے۔ اَذَلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِعْزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ جو شخص اپنے کورضاء الہی کے لئے مسلمانوں کے لئے نرم کر دے ان کے سامنے انکسار سے پیش آئے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت فرمادیتا ہے اور اسے بڑی بلندی بخشتا ہے۔

حضور ﷺ نے ایک دعا تعلیم فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي فِيْ نَفْسِيْ صَغِيْرًا وَّ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا۔ الہی مجھے میری اپنی نگاہ میں چھوٹا، لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنا دے۔ حضرات اولیاء اللہ ہمیشہ اپنے کو عاجز و گنہگار سمجھتے ہیں اور لوگ ان کے آستانوں پر پشانیاں رگڑتے ہیں۔

پیش او گیتی جبیں فرمودہ است
خویشتن را عبدہ فرمودہ است

حضور ﷺ نے ہمیشہ اپنے کو بندہ فرمایا۔ دنیا ان کے آستانے پر ماتھا ٹیکتی ہے آج حضور ﷺ کے آستانہ کا غبار بھی قیمتی ہے۔ بعض لوگ شیخی کے مارے اکر جاتے ہیں۔ لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں، انہیں برائی سے یاد کرتے ہیں۔ دیکھ لو، ابلیس اپنے آپ کو بہت ہی اونچا سمجھتا ہے مگر دنیا اس پر لعنت و پھٹکار کر رہی ہے، یہ ہے اس

فرمانِ عالی کا ظہور۔ لوگوں کی نگاہ میں اس کی یہ ذلت اس کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ذلیل ہے، مومنوں کی نگاہ میں ذلت و مرزودیت کی دلیل ہے۔ خدا کی پناہ۔

(مرآت المناجیح)

حدیث نمبر :- ۷۷

ہلاکت و نجات کا وضاحتی بیان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مُنَجِّياتٌ وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ فَأَمَّا الْمُنَجِّياتُ فَتَقْوَى اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسُّخْطِ وَالْقَضَا فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهُوَ مَتَّبِعٌ وَشَحٌّ مُطَاعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ وَهِيَ أَشَدُّ هُنَّ -
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں۔ نجات دینے والی چیزیں 'یہ کہ اللہ سے ڈرنا ہے، خفیہ اور علانیہ اور سچی بات کہنا ہے، خوشی و ناخوشی میں اور درمیانی چال ہے امیری اور فقیری میں۔ لیکن ہلاک کرنے والی چیزیں تو وہ نفسانی خواہش ہے جس کی پیروی

کی جائے اور بخل ہے جس کی اطاعت ہو اور انسان کا اپنے کو اچھا جاننا۔ یہ ان سب میں سخت تر ہے۔
(مشکوٰۃ باب الغضب والكبر)

تشریح :-

فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ یعنی لوگوں کے سامنے اور خلوت ہر حالت میں نیک کام کرے 'اللہ سے ڈرے' اللہ کا ڈر تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ اللہ نصیب کرے۔ قصد میانہ روی یعنی ہر حالت میں سچ بولے 'غصہ اور خاموشی اسے حق گوئی سے باز نہ رکھے اور اپنا خرچ درمیانہ رکھے 'نہ بخل کرے نہ فضول خرچی۔ کمانا ایک کمال ہے اور صحیح خرچ کرنا پچاس کمال درمیانی چال ہمیشہ ہی مفید ہے۔ نفسانی خواہش کی پیروی کرنے کا مطلب ہے کہ جو دل چاہے وہ کرے جائز و ناجائز کا خیال نہ کرے۔ اس کی باگ ڈور نفسِ لغتارہ کے ہاتھ میں ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص ہلاک ہی ہوگا۔ پر ایسا مال ناحق کھانا اپنے ذمہ جو حقوق ہوں وہ ادا نہ کرنا 'گناہ میں مشغول رہنا' یہ سب بخل کی اطاعت ہی سے ہوتا ہے۔ بخل کا نتیجہ حرص ہے۔

(مرقات)

اعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ یعنی کسی کی بات نہ ماننا 'خواہ کتنی اچھی ہو' اپنی بات ہی منوانا 'خواہ کتنی ہی بڑی ہو۔ اپنے کو کامل سمجھنا دوسروں کو ناقص جاننا۔ یہ بھی تکبر کی ایک قسم ہے ہر عیب سے پاک ہونا 'ہر خوبی سے موصوف ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جو اپنے کو ایسا سمجھے وہ اپنے کو خدا کا ہمسر سمجھتا ہے۔ ہم سب عیب دار ہیں۔ بے عیب ذات اللہ کی ذات ہے یا اس کی جسے وہ بے عیب بنادے جیسے فرشتے یا انبیاء یا بعض اولیاء کرام۔

(مرقات)

حدیث نمبر :- ۷۸

مفلس اور کنگال کون ہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمَفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمَفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ يُؤْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَآكَلَ مَالَ هَذَا أَوْ سَفَكَ دَمَ هَذَا أَوْ ضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الظلم

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ مفلس و کنگال کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ مال و سامان، تو فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آیا اور یوں آیا کہ کسی کو گالی دی، کسی کو تہمت لگائی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا، کسی کو مارا تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ اس مظلوم کو دے دی جائیں اور

کچھ اس مظلوم کو 'پھر اگر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں۔ پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے
(مسلم)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ مفلس سے مراد کامل پورا پورا غریب ہے یا وہ جو بظاہر غنی معلوم ہوتا ہو مگر حقیقتاً مفلس ہو 'صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے محاورہ یا اصطلاح میں مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس مال نہ ہو۔ بہر حال حضور ﷺ کا سوال حقیقت پر مبنی ہے 'صحابہ کرام' کا جواب عرف پر ہے۔ فرمایا وہ نیک اعمال سے بھرپور آئے 'مالی' بدنی ہر طرح کی نیکیاں اس کے پاس ہوں۔ خیال رہے کہ دنیا کی تو نگری مال سے ہے۔ آخرت کی تو نگری اعمال سے ہے۔

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ اعمال سے مراد مقبول نیکیاں ہیں جو شرعاً درست ہوں اور عند اللہ قبول ہوں 'تقویٰ کے دو بازو ہیں۔ ایک بازو ہے 'بُری چیزوں خصوصاً لوگوں کی حق تلفی سے بچنا۔ دوسرا بازو ہے نیک اعمال کرنا۔ یہ نفی ہے اور اثبات کا مجموعہ تقویٰ ہے۔ اس فرمانِ عالی سے معلوم ہوا کہ گنہگار بھی حضور ﷺ کا امتی ہے کہ اسے حضور ﷺ نے امتی فرمایا 'دوسرا یہ کہ گنہگاروں کی نیکیاں بھی قبول ہو سکتی ہیں۔ ہاں نیکیوں کا بقاء اس سے ہے کہ اس نے کسی کا حق نہ مارا ہو۔ وہ شخص نیکیاں لے کر تو آئے مگر اس کی نیکیاں کچھ تو قرض خواہ لے لیں 'کچھ دوسرے مظلوم لوگ۔ یہ لائے سب کچھ مگر بچے کچھ نہیں۔

تفسیر روح البیان میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے کہ ایک کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک۔ بعض کا اس سے بھی زیادہ 'یہ چھین لیا جانا اس زیادتی میں ہوگا۔ اصل ایک نیکی بھی چھینی نہ جائے گی۔ یعنی روزہ 'قرض دار کو نہ دیا جائے گا

کہ فرمایا جائے گا۔ الصوم لی وانا اجزی بہ روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا عوض ہوں۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حقوق العباد میں شفاعت نہ ہوگی۔ جب تک کہ صاحبِ حق معاف نہ کر دے۔

(مرقات)

معلوم ہو اقرض 'بلکہ سارے حقوق العباد کی نہ معافی ہے نہ شفاعت۔ بغیر صاحبِ حق کے معاف کئے 'معاف نہیں ہو سکتے۔ حدیث مبارکہ کا مقصد یہ ہے کہ روپیہ پیسہ کی مفلسی عارضی ہے جو موت آنے پر 'بلکہ کبھی زندگی میں ہی دولت مل جانے پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ مفلس وہ ہے جو مرنے کے بعد ہوگا 'اصل نیکی اہل حقوق کو نہ دی جائے گی بلکہ وہ زیادتیاں جو رب کے فضل سے ملی ہیں وہ دے دی جائیں گی۔ روزہ کی اصل کسی کو نہ دی جائے گی نہ زیادتی۔ اہل حقوق کے گناہ ظالم پر ڈالنا عین عدل ہے۔ دنیا میں مقروض کا مکان 'سامان' اہل حقوق کو دے دئے جاتے ہیں۔ وہاں اگر ایسا ہو تو مضائقہ نہیں۔ خیال رہے یہاں سیئات سے مراد بُرے عقائد نہیں بلکہ بُرے اعمال ہیں 'وہ بھی صغیرہ۔ لہذا اگر کسی مسلمان پر کافر کا قرض رہ گیا تو اس کا کفر یا زنا 'چوری وغیرہ اس پر نہ ڈالی جائے گی۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۷۹

قیامت میں بدترین درجے والا کون ہوگا ؟

عَنْ أَبِي أَمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ أَذْهَبَ آخِرَتَهُ
بِدُنْيَا غَيْرِهِ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب الظلم

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ بندہ ہے جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر دے۔

تشریح :-

صاحبِ مرآت فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح کہ دوسرے کو ناجائز طریقہ سے دنیا کما کر دے۔ دنیا اس کی بڑھائے ' آخرت اپنی برباد کرے جیسا کہ ظالم حکام رعایا پر ظلم کر کے ناجائز ذریعوں سے بادشاہ کے خزانے بھرتے ہیں۔ یا اس طرح کہ دنیا دار کی ناجائز تعلیم و توقیر کر کے خود گناہگار ہو کرے۔ جیسا کہ خوشامدی لوگوں کا و طیرہ ہے۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۸۰

مظلوم کی بدعا کی مقبولیت

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِيَّاكَ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّمَا يَسْتَأْذِنُ اللَّهُ حَقَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ
لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهُ - (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ)

مشکوٰۃ باب الظلم

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو۔ وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ کسی حق والے کا حق اس سے

(نبیہتی فی شعب الایمان)

نہیں روکتا۔

تشریح :-

مظلوم کافر ہو یا مسلمان 'فاسق ہو یا پرہیزگار' دعا خواہ زبان سے ہو یا دل سے 'خواہ آنکھوں کے آنسوؤں سے ہو' صبر کا گھونٹ پی جانے سے 'ان سب سے ہی بچو۔ مظلوم جو رب سے فریاد کرتا ہے وہ اپنا حق مانگتا ہے۔ رب تعالیٰ کے ہاں ظلم نہیں۔ مشہور ضرب المثل ہے "کہ خدا کی لائھی بے آواز ضرور ہے مگر بے انصاف نہیں"۔ اللہ تعالیٰ عادل بادشاہ ہے ہر حق والے کو اس کا حق دلوانا ہے۔ خواہ جلدی یادیر سے۔ دوسرے کا حق سخت ہڈی ہے کہ اگر نکل لی جائے تو پیٹ پھاڑ ڈالتی ہے۔

بہت دفعہ ہماری دعائیں یا بزرگوں کی ہمارے لئے دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں کہ ہم نے لوگوں کے حق مارے یا دبائے ہوتے ہیں۔ ان کی یہ بددعائیں ہمارے پیچھے پڑی ہوتی ہیں خاص کر مظلوموں کی بددعا کا اجابت استقبال کرتی ہے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردند

اجابت از در حق بہر استقبال می آید

ترجمہ :- مظلوموں کی آہ سے ڈر 'کہ جب وہ دعا کرتے ہیں تو اللہ کی قبولیت اس

کے استقبال کو آتی ہے۔

حدیث نمبر :- ۸۱

خوش اخلاقی کا درجہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ قَائِمِ
اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

مشکوٰۃ باب الرفق والحیاء وحسن الخلق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ مومن حسن خلق سے رات میں کھڑے رہنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

تشریح :-

مومن سے مراد مومن کامل عالم و عامل ہے۔ (مرقات)
خوش خلق مسلمان کو خوش خلقی کی وجہ سے نفل روزوں اور نفل تہجد کا ثواب مل جاتا ہے کہ وہ علانیہ اور خفیہ اللہ کی مخلوق کو خوش رکھتا ہے۔ نفل روزہ نماز کا فائدہ صرف اپنے کو ہوتا ہے۔ مگر خوش خلقی کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے۔ لازم سے معذی اچھی ہے۔ (مرات)
حضرت فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں کہ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔ حضرت ابو بکر الکستانی فرماتے ہیں کہ تصوف، اخلاقِ حسنہ کا نام ہے۔ جو شخص تم پر اخلاقِ حسنہ سے فوقیت لے جائے، سمجھو کہ تزکیہ نفس اور قلبی صفائی میں بھی وہ سب سے آگے ہے۔

حدیث نمبر :- ۸۲

جھوٹی باتوں کی وضاحت 'جھوٹ کیا ہے کیا نہیں؟

عَنْ أُمِّ كَلْثُومِ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْمِنِي خَيْرًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ وَلَمْ أَسْمَعْهُ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْخِصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلَاثِ الْحَرْبِ وَالْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا -

مشکوٰۃ باب ما تنهى عنه من التهاجر

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت اُمّ کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جھوٹا وہ نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرادے۔ بات بھلی کہے اور بھلی بات پہنچائے۔ (مسلم و بخاری)

مسلم نے یہ زیادتی کی کہ فرماتی ہیں میں نے انہیں یعنی نبی کریم ﷺ کو نہیں سنا کہ آپ لوگ جو جھوٹ بولتے ہیں ان میں سے کسی چیز کی اجازت دیتے ہوں سوائے تین جھوٹ کے۔ جنگ، لوگوں کے درمیان صلح اور مرد کی اپنی بیوی سے بات اور بیوی کی اپنے خاوند سے بات

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں۔ انہوں نے ہجرت سے پہلے کسی سے نکاح نہیں کیا۔ بعد ہجرت عبدالرحمن ابن عوف سے اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ ان کا باپ عقبہ ابن ابی معیط مشہور کافر ہے جو حضور ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا۔ (اشعۃ للمعات)

اُمّ کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ اور ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں اور اُمّ کلثوم بنت علیؑ جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے ہیں وہ اور ہیں۔ یہ اُمّ کلثوم حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں۔

يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ یعنی جن مسلمانوں کی آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرادے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گھڑ کر سنا دے کہ وہ تمہاری بہت تعریف کرتا تھا۔ تم سے مل جانے کا خواہشمند ہے وغیرہ۔ بھلی بات سے مراد دل خوش کن اور دل پسند بات ہے۔ بھلی فرما کر اشارنا بتایا کہ جھوٹ ہے مگر برا نہیں بلکہ اچھا ہے اور اس پر ثواب ہے۔ خیال رہے کہ بعض سچ کفر ہو جاتے ہیں۔ اور بعض جھوٹ ایمان و عرفان کا رکن بن جاتے ہیں۔ بے گناہ کا اپنے آپ کو گنہگار کہنا ہے تو جھوٹ مگر رب کو مقبول ہے، پسند ہے۔ شیطان نے سچ ہی کہا تھا کہ خَلَقْتَنِي مِنَ النَّارِ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ - (القرآن) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے (یعنی آدم علیہ السلام کو) مٹی سے پیدا کیا ہے۔ مگر اس سچ پر ہی مردود ہوا۔ بہر حال یہ حدیث مبارکہ بہت ہی جامع ہے۔ جھوٹ سے مراد ہے خلاف واقعہ۔ حضور ﷺ نے تین موقعہ پر خلاف واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی ہے کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں، کفار قوی، پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقتور ہیں، تم کو فنا کر دیں گے۔ ہمارے پاس سامان جنگ بہت ہے جس سے کفار کا

حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے۔ اگرچہ یہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر۔ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوانہ سکے۔ یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ، مگر ہے جائز کہ اس میں معاشرہ کی اصلاح ہے
(مرآت)

حدیث نمبر :- ۸۲

محض اللہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کا درجہ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيُّنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي
الْيَوْمَ أَظْلَهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي.
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الحب في الله من الله

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں میری عظمت کے لئے آپس میں محبت کرنے والے آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔
(مسلم)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ حکم ہوگا کہ وہ مسلمان ہماری باگاہ میں حاضر ہوں جو کسی دنیاوی وجہ سے نہیں بلکہ صرف میری رضا میری خوشنودی کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے کہ میری عظمت ان کے دلوں میں تھی۔ اس لئے مجھے راضی کرنا چاہتے تھے۔ میرے بندوں کو راضی کر کے۔

ظِلِّ کے معنی ہیں سایہ۔ مگر کبھی اس سے مراد ہوتی ہے۔ پناہ امان جسے کہا جاتا ہے کہ عادل بادشاہ ظن اللہ ہے یا بزرگوں کو لکھتے ہیں دَامِ ظِلُّهُمْ۔ اگر یہاں سایہ کے معنی میں ہے تو مراد ہے عرش اعظم کا سایہ کہ سایہ جسم کا ہوتا ہے رب تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور اگر مراد اس سے پناہ ہے تو معنی ظاہر ہیں۔ (مرأت)

یہاں شارح مسلم اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ بروز قیامت رب العالمین فرمائے گا کہ میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں یعنی جو لوگ میرے حق کی وجہ سے میری تعظیم میری اطاعت اور مجھ سے محبت کرتے تھے کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے میری تعظیم اور میری اطاعت نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا ذکر ان آیات میں ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ۔ (ترجمہ) اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں۔ جیسی اللہ سے محبت کرنی چاہیے اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ۔ (ترجمہ) اے ایمان

والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ حدیث مذکور میں ہے کہ میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں۔ آج میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا۔ آج میرے سائے کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں۔ علامہ وشتانی ابی مالکی فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں ہے میرے عرش کا سایہ بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سورج کی گرمی اور محشر کے عذاب سے اپنے سائے میں رکھے گا۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات آدمیوں میں وہ دو آدمی بھی ہیں جو اللہ کی محبت میں ملیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوں۔ (صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن عرش کے سایہ کے علاوہ بھی کوئی اور سایہ ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن بقدر اعمال سایے ہوں گے جو سورج اور جہنم کی گرمی سے بچائیں گے لیکن سب سے عظیم اور مکرم سایہ عرش کا ہوگا جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائے گا۔ ان نیک بندوں میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے۔

(شرح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث :- نمبر ۸۴

ایک شخص کا سوال کہ قیامت کب آئے گی؟

عَنْ أَنَسٍ أَرَى رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَيْلَكَ وَمَا عَدَدَتْ لَهَا قَالِ مَا

أَعَدَدْتُ لَهَا إِلَّا أَنِّي أَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ
أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِينَ فَرِحُوا بِشَيْءٍ
بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرِحَهُمْ بِهَا.

مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ :-

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ
ﷺ قیامت کب ہے۔ فرمایا ! افسوس تجھ پر تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے وہ بولا میں
نے اس کی تیاری کوئی نہیں کی ہے۔ بجز اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا
ہوں فرمایا تو اس کے ساتھ ہوگا۔ جس سے تجھے محبت ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز پر ایسا خوش ہوتے نہ دیکھا جیسا کہ وہ اس سے خوش
ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح :-

وَيْلَكَ غَضَبَ كَيْ لَمْ يَكُنْ كَرِيمًا لَمْ يَكُنْ كَرِيمًا لَمْ يَكُنْ كَرِيمًا لَمْ يَكُنْ كَرِيمًا
تعالیٰ عنہ سے فرمایا رَغِمَ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ (ترجمہ) ابی ذر غفاریؓ کا ناک خاک آلودہ ہو
جائے۔ اس کلمہ کا مزہ وہ جانے جس کو دل سے لگی ہو یا مقصد یہ ہے کہ تو اعمال تو کرتا نہیں صرف
قیامت کے متعلق پوچھتا ہے۔ سائل بڑے متقی پرہیزگار، عبادت گزار تھے مگر انہوں نے اپنے
عمال کو قیامت کی تیاری قرار نہ دیا۔ کہ یہ سب نیکیاں تو اللہ کی نعمتوں کا شکر یہ ہے جو مجھے دنیا میں

مل چکیں اور مل رہی ہیں۔ آخرت کی صرف تیاری یہ ہے کہ مجھے اس برات کے دولہا سے محبت ہے۔ دولہا سے تعلق اس سے محبت برات کے کھانے والے کو انعام کا مستحق بنا دیتے ہیں۔ مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت سائرین اور طائرین کے مقامات میں سے اعلیٰ مقام ہے۔ ساری عبادات محبت کی فروغ ہیں مگر محبت کے ساتھ اطاعت بلکہ متابعت ضروری ہے۔ برات کا کھانا صرف عمدہ لباس سے نہیں ملتا بلکہ دولہا سے تعلق کی بناء پر ملتا ہے۔ اگر رب العالمین سے کچھ لینا ہے تو رحمت اللعالمین سے تعلق پیدا کرو۔

فِرْحُوا۔ یعنی صحابہ کرام کو سب سے بڑی خوشی تو اپنے اسلام لانے پر ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن صحابی بننے کی توفیق بخشی۔ اس کے بعد آج یہ فرمان عالی سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس خوشی کی وجہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور ﷺ پر دل و جان سے فدا تھے۔ ان میں سے بعض تو حضور پاک ﷺ کے بغیر چین نہ پاتے تھے۔ انہیں کھٹکا تھا کہ مدینہ منورہ میں تو ہم کو حضور ﷺ کی ہمراہی نصیب ہے کہ یار نے مدینہ میں اپنا کاشانہ بنایا ہے مگر جنت میں کیا بنے گا کہ حضور ﷺ کا مقام اعلیٰ عَلِيَّيْنِ سے بھی اعلیٰ ہوگا۔ ہم کسی اور درجہ میں ہوں گے۔ آج حضور ﷺ نے پردہ اٹھا دیا 'تمام کو تسلی دے دی' فرمایا کہ جس کو مجھ سے صحیح محبت ہو گی اسے مجھ سے فراق نہ ہوگا۔ میرے ساتھ ہی رہے گا۔ ادھر رب کائنات قرآن پاک میں اپنی محبت کا راستہ بتاتے ہوئے فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ (ترجمہ) آپ حکم دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تمہارے ساتھ اللہ محبت کرے گا۔

خیال رہے کہ حدیث پاک میں درجہ کی ہمراہی یا برابری مراد نہیں بلکہ ایسی ہمراہی مراد ہے جیسے سلطان کے خواص 'خدام' سلطان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے بنگلہ میں رہتے ہیں۔ سب سے بڑا خوش نصیب وہ ہے جسے کل حضور ﷺ کا قرب نصیب ہو جائے۔ اس قرب کا ذریعہ

حضور ﷺ سے محبت ہے اور حضور ﷺ کی محبت کا ذریعہ اتباع سنت کثرت سے درود پاک پڑھنا اور آپ ﷺ کے حالات طیبہ کا مطالعہ اور محبت والوں کی صحبت ہے۔ یہ صحبت اکثیرا عظم ہے۔
(مرات)

حدیث نمبر :- ۸۵

بعض بندوں پر انبیاء اور شہداء کا رشک کرنا

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
مِنْ عِبَادِ اللَّهِ لَا نَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبَطُهُمْ
الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَا كَانَهُمْ مِنَ اللَّهِ قَالُوا يَا
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ
اللَّهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطُونَهَا
فَوَاللَّهِ أَنْ وَجُوهُهُمْ لِنُورٍ وَإِنَّهُمْ لَعَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا
خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزَنَ النَّاسُ وَقَرَأَ هَذِهِ
الْآيَةَ الْآيَةَ الْإِنِّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(رواه أبو داؤد ورواه في شرح السنة عن أبي مالك بلفظ

المصائب مع زوائد وكذا في شعب الإيمان)

مشکوٰۃ باب الحب في الله ومن الله

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ کے بعض بندے وہ ہیں جو نہ تو نبی ہیں نہ شہیدان پر حضرات انبیاء و شہداء قیامت کے دن رشک کریں گے۔ ان کے قرب الہی کی وجہ سے۔ لوگ بولے یا رسول اللہ ﷺ ہمیں خبر دیں کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ 'وہ قوم ہے جو اللہ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں' بغیر آپس کی قرابت داری کے اور بغیر آپس کے مالی لین دین کے، تو اللہ کی قسم ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے۔ جب لوگ ڈریں گے تو یہ نہ ڈریں گے۔ اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو یہ غمگین نہ ہونگے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ**۔ خبردار رہو بے شک اللہ کے ولی نہ ان پر ڈرے نہ غمگین ہوں گے۔ (ابوداؤد) اور اسے شرح سنہ نے حضرت ابو مالک سے روایت کیا۔ مصابیح کے الفاظ میں مع زیادہ کے یوں ہی شعب الایمان میں ہے۔

تشریح :-

أَنْفَاسٌ جمع فرما کر یہ بتایا کہ یہ حضرات انسان ہیں اور وہ ایک دو نہیں بلکہ پوری جماعت ہے۔ یہ اولیاء اللہ اور ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے اور ان حضرات کے قرب الہی کی انبیاء و شہداء تعریف کریں گے یا ان کی بے غمی و بے فکری پر رشک کریں گے۔ بروز قیامت گنہگاروں کو اپنی اور انبیاء اکرام کو اپنی امت کی فکر بھی ہوگی، غم بھی۔ مگر یہ حضرات اپنے اور دوسروں کے غم و فکر سے آزاد ہوں گے۔ اس آزادی پر حضرات انبیاء رشک کریں گے۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ لوگ انبیاء سے افضل ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ**۔ (ترجمہ) خبردار اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے نہ غم ہے۔

اولیاء اللہ ارشاد ہوا ' انبیاء اللہ ارشاد نہ ہوا۔

رُوحُ اللّٰہِ قوی یہ ہے کہ روح اللہ را کے ضمہ سے ہے۔ بمعنی زندگی بخش چیز اور اس سے مراد قرآن حکیم ہے کہ یہ بھی مسلمانوں کو جاودانی زندگی بخشتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا مِنْ اَمْرِنَا اس کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں یعنی قرآن مجید کی اتباع اس کے احکام کی پابندی کی وجہ سے محبت کرتے ہیں کہ یہ لوگ بچے مسلمان ہیں اور ان کی اس محبت کی وجہ آپس کی قرابت داری اور لین دین نہیں ہوتی۔ صرف اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے۔ حضور ﷺ کا مطیع فرمان ہے 'خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ فی اللہ محبت صرف اجنبی سے ہی چاہیے۔ اپنے عزیزوں 'قرابتداروں سے نہ چاہیے اگر چہ وہ کیسا ہی نیک اور صالح ہو۔ چونکہ دنیاوی محبتیں اکثر نسب اور مالی تعلق کی بناء پر ہوتی ہے۔ اسلئے ان ہی دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا۔ طمع ' لالچ ' مال کی زیادتی ہوتی ہے۔

وَجُوهُهُمْ كَالنُّورِ یعنی ان کے چہرے نورانی ہونگے اور وہ نور کے منبروں پر ہونگے۔ جیسے دنیا کی مجلسوں میں معزز آدمی کو عزت کی جگہ پر بٹھایا جاتا ہے اسی طرح رب تعالیٰ انہیں عزت کی جگہ پر بٹھائے گا تاکہ اہل محشر پر ان کی عظمت ظاہر ہو۔ اس ارشادِ عالی نے انبیاء حضرات کے رشک کی وجہ بیان فرمادی کہ یہ لوگ اس دن اپنی اور دوسروں کی فکروں سے آزاد ہونگے۔ اس بے فکری اور آزادی پر رشک کیا جائے گا۔ نہ انہیں اپنے بخشے جانے کی فکر کیونکہ وہ بخش دیئے گئے اور نہ دوسروں کو بخشوانے کی فکر کہ وہ کسی کے ذمہ دار نہیں لہذا حدیث بالکل واضح ہوگئی۔ آیت کریمہ یا تو حضور ﷺ نے تلاوت فرمائی 'اپنے فرمان کی تائید کیلئے یا حضرت عمرؓ نے تلاوت فرمائی حدیث کی تقویت کے لئے خیال رہے کہ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی اگر قرآنی آیات سے قوت پائے تو صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی ان لوگوں کو نہ عذاب کا خوف ہوگا اور نہ ثواب جاتے رہنے کا غم ہوگا۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۸۶

اللہ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَتَدْرُونَ
أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ قَائِلُ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَ
قَالَ قَائِلُ الْجِهَادِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى
اللَّهِ تَعَالَى الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ.

(رواه أحمد ورواه أبو داود الفضل الآخر)

مشکوٰۃ باب الحب في الله من الله

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے کسی کہنے والے نے کہا کہ نماز اور زکوٰۃ اور کسی کہنے والے نے کہا کہ جہاد۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا عمل اللہ کی راہ میں محبت اور اللہ کی راہ میں عداوت ہے۔

(احمد اور ابو داؤد نے آخری حصہ روایت کیا)

تشریح :-

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مسجد مبارک میں تھے۔ حضور ﷺ حجہ مقدسہ میں تھے اچانک حجہ اقدس سے مسجد میں ہمارے پاس تشریف لائے۔ (مرقات)
غالباً یہ تشریف آوری نماز کیلئے نہ تھی بلکہ ان حضرات کو شرفِ ملاقات بخشنے کیلئے تھی۔ اس

لئے علینا فرمایا احب فرمایا افضل نہ فرمایا۔ اس لئے کہ محبوبیت کے لئے افضلیت لازم نہیں۔ جیسا کہ حضرت علیؓ حضور انور ﷺ کو محبوب ترین ہیں مگر حضرات شیخین حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔
(مرقات)

ان حضرات نے افضلیت اور احبیت میں فرق نہ فرمایا۔ چونکہ نماز یا زکوٰۃ یا جہاد افضل اعمال ہیں۔ اس لئے لوگوں نے یہ جواب دیا ” و “ معنی او ہے۔ خیال رہے کہ عموماً نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز زکوٰۃ اور جہاد بھی اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ کی شاخیں ہیں کہ مسلمان ان اعمال سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہے اور تمام گناہوں سے نفرت البغض فی اللہ کی شاخیں ہیں کہ مومن تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرتا ہے۔ یوں ہی نمازیوں عابدوں سے محبت اللہ کے لئے ہے۔ کفار اور فساق سے نفرت اللہ کے لئے ہے نیز کل قیامت میں جس عامل پر حضرات انبیاء و شہداء غبطہ کریں گے وہ یہی اللہ کے لئے محبت اللہ کے لئے عداوت ہے۔ لہذا اس عمل کا محبوب ترین ہونا بالکل درست ہے دوسری عبادات اگرچہ افضل ہوں مگر یہ عمل ان عبادات کا ذریعہ ہے۔ لہذا یہ رب تعالیٰ کو بڑا پیارا ہے۔ ابو داؤد نے حضور انور ﷺ کا تشریف لانا ’سوال فرمانا اور صحابہ کا مذکورہ جواب دینا اسکا ذکر نہ کیا بلکہ احب الاعمال سے روایت فرمائی۔
(مرات)

حدیث نمبر :- ۸۷

بندے کے ساتھ ستر ہزار فرشتے کب جاتے ہیں؟

عَنْ أَبِي رَزِينٍ أَنَّهُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَىٰ مَلَائِكٍ هَذَا الْأَمْرِ الَّذِي تُصِيبُ بِهِ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ أَهْلِ الذِّكْرِ وَإِذَا خَلُوتَ فَحَرِّكْ
 لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللَّهِ وَ أَحَبُّ فِي اللَّهِ وَ ابْغُضْ
 فِي اللَّهِ يَا أَبَا رَزِينٍ هَلْ شَعِرْتَ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا خَرَجَ مِنْ
 بَيْتِهِ زَائِرًا أَخَاهُ شَيْعَةً سَبْعُونَ أَلْفَ مَلِكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّونَ
 عَلَيْهِ وَيَقُولُونَ رَبُّنَا إِنَّهُ وَ صَلَّى فِيكَ فَصَلَّهُ فَإِنْ
 اسْتَطَعْتَ أَنْ تَعْمَلَ جَسَدَكَ فِي ذَلِكَ فَافْعَلْ.
 (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو رزینؓ سے ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس چیز
 کی اصل پر رہبری نہ کروں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی پاؤ تم ذکر والوں کی مجلس اختیار
 کرو اور جب تم تنہائی میں ہو تو جہاں تک کر سکو اپنی زبان اللہ کے ذکر میں ہلاتے رہو اور اللہ کی راہ
 میں محبت کرو اور اللہ کی راہ میں عداوت کرو۔ اے ابو رزین کیا تمہیں خبر ہے کہ کوئی شخص جب اپنے
 گھر سے اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے نکلتا ہے تو اسے ستر ہزار فرشتے پہنچاتے ہیں وہ تمام
 اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الہی اس نے تیری راہ میں (تعلق) جوڑا ہے تو بھی اس
 سے جوڑ۔ تو اگر کر سکو کہ اپنے جسم کو اس میں مشغول کرو تو ضرور کرو۔

تشریح :-

صاحب مرقات و اکمال فرماتے ہیں کہ ابو رزینؓ کا نام لقیط بن عامر ابن صبرہ ہے
 عقیلی ہیں۔ طائف کے رہنے والے تھے۔ مشہور صحابی ہیں۔ آپ سے حضرت عبداللہ ابن عمرو وغیرہ

حضرات نے روایات لیں۔

مَلَآكَ مِمْ كِ كِسْرَه سَه وَه چِزْ جِسْ پْر كُوْنِي چِزْ قَائِمٌ هُو جِيسَه دِلْ كِه اِسْ پْر جِسْم قَائِمٌ هَه
 اِسْ كَا تَرْجَمَه ”اَصْل“ بَهْت مَنَاسِبٌ هَه۔ هَذَا لِأَمْرٍ سَه مَرَاد دِينٌ هَه۔ يَادِينٌ وَدُنْيَا كِي تَمَام
 خُوبِيَاں۔ دُوسرَه مَعْنِي يِهَاں زِيَادَه ظَاهِرٌ هِيں جِيسَا كِه الَّذِي تَصِيبُ بِهِ الخ سَه
 مَعْلُومٌ هُو رَهَا هَه يَعْنِي اَهْ صَحَابَه كِيَا هَمْ تَم كُو دِينٌ وَدُنْيَا كِي تَمَام خُوبِيُوں كِي اَصْلٌ سَبْ كِي جِزْ نَه بَتَا دِيں
 مَجَالِسْ سَه مَرَاد عِلْمَاءُ دِينِ اُوْر اَوْلِيَاءُ كَامِلِيْنَ وَصَالِحِيْنَ وَاصْلِيْنَ كِي مَجَالِسْ هِيں كِيُونَكِه يِه
 مَجْلِسِيں جَنَّتْ كِه بَاغَاتٌ هِيں جِيسَا كِه دُوسرِي حَدِيثٌ شَرِيفٌ مِيں هَه يِه مَجْلِسِيں خُوَاه مَدْرَسَه سَه هُوں يَا
 دَرَسْ قُرْآنٌ وَحَدِيثٌ كِي مَجْلِسِيں يَا حَضْرَاتٌ صُوفِيَاءُ كِرَامٌ كِه ذِكْرٌ كِي مَحْفَلِيں۔ يِه فَرْمَانٌ بَهْت جَامِعٌ هَه۔
 جِسْ مَجْلِسْ مِيں اللّٰه كَا خُوفٌ حُضُورٌ ﷺ كَا عَشَقٌ اُوْر اطَاعَتٌ رَسُوْلِ ﷺ كَا شُوقٌ پِيْدَا هُو وَه مَجْلِسْ اَكْسِيْر
 هَه۔ اِنْسَانٌ كِي دُو هِي حَالَتِيں هُوتِي هِيں ’خُلُوْتٌ يَا جَلُوْتٌ۔ اِسْ فَرْمَانٌ عَالِيٌّ مِيں دُونُوں هِي كِي اَصْلَاحٌ
 فَرْمَادِي كُتِي جَلُوْتٌ هُو تُو اللّٰه وَالُوں كِي صَحْبَتٌ مِيں ’خُلُوْتٌ هُو تُو اللّٰه كِه ذِكْرٌ مِيں ’بَعْضٌ مَشَاخِخٌ نَه اِسْ
 فَرْمَانٌ عَالِيٌّ سَه دَلِيْلٌ پِكْڑِي كِه ذِكْرٌ خَفِيٌّ اَفْضَلٌ هَه۔ ذِكْرٌ جَلِيٌّ سَه ’بَعْضٌ نَه فَرْمَا يَا كِه ذِكْرٌ لِسَانِيٌّ
 اَفْضَلٌ هَه كِيُونَكِه يِهَاں زَبَانٌ هَلَانَه كَا حَكْمٌ دِيَا كِيَا هَه مَكْرٌ اِنْسَانٌ بَهِي مُخْتَلَفٌ هِيں۔ حَالَاتٌ بَهِي مُخْتَلَفٌ
 ’بَعْضٌ حَالَاتٌ مِيں ذِكْرٌ جَلِيٌّ اَفْضَلٌ ’بَعْضٌ وَقْتُ ذِكْرٌ خَفِيٌّ اَفْضَلٌ۔ كُونٌ كِه سَكْتَا هَه كِه اِذَانٌ اُوْر حُجٌّ كِي تَلْبِيَه
 نَمَازٌ جِهْرٌ كِي قِرَاةٌ آهَسْتَه كِهِي جَانِيں اُوْر كُونٌ كِه سَكْتَا هَه كِه نَمَازٌ تَهْجِدٌ اُوْر نَمَازٌ خَفِيٌّ مِيں قِرَاةٌ جِهْرٌ سَه
 كِي جَائَه۔

صُوفِيَاءُ فَرْمَاتَه هِيں كِه ذِكْرٌ وَه بَهْتْرَه هَه كِه ذِكْرٌ ذِكْرٌ مِيں فَنَا هُو اُوْر مَذْكُورٌ سَه بَاقِيٌ هُو وَادْكُورٌ
 رَبِّكَ اِذَا نَسِيْتَهُ سَبْ كِجْهٌ بَهُولٌ كِرَاپَنَه سَه بَهِي غَافِلٌ هُو كِرْبٌ كُو يَادْكُورٌ ذِكْرٌ جِهْرٌ هُو يَا خَفِيٌّ۔
 وَاحْبٌ فِي اللّٰهِ يَعْنِي جُو تَهْمِيں اللّٰه كِه ذِكْرٌ پْر مَدَدٌ سَه اِسْ سَه اللّٰه كِه لِنَه مَحْبَتٌ كِرُو اَكْرُ چِه وَه
 اَجْنَبِيٌّ هُو اُوْر جُو تَهْمِيں اللّٰه كِه ذِكْرٌ سَه غَافِلٌ كِرْدَه اِسْ سَه اللّٰه كِه لِنَه نَفْرَتٌ كِرُو اَكْرُ چِه تَهْمَارَا

عزیز ہو۔

شَيْعَةٌ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلِكٍ یعنی اسے اس کے گھر تک پہنچاتے ہیں یہ پہچانا عزت افزائی کیلئے ہوتا ہے اور یہ پہچانا دعائے خیر کے ساتھ ہوتا ہے کہ اسے دعائیں دیتے جاتے اور ساتھ چلتے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ ممکن ہے کہ اس میں صالحین کی قبور کی زیارت بھی داخل ہو کہ وہ بھی اللہ کے لئے کی جاتی ہے۔

فرشتے دعائے نکتے ہیں کہ اس شخص نے تیری راہ میں اس سے رشتہٴ محبت جوڑا ہے تو اس کا اپنے سے رشتہٴ بندگی رشتہٴ اطاعت جوڑ لے کہ اسے اپنا خاص بندہ بنا لے۔

فَا فَعَلُ یعنی یہ عمل تھوڑا ہے مگر اس کے فائدے بہت ہیں لہذا اسے ہمیشہ کیا کرو۔ بعض حضرات جب کسی مقبول بندے سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو با وضو اور ذکر الہی کرتے جاتے ہیں۔ یہاں مرقات نے بروایت ابو یعلیٰ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ ایسا خفی ذکر جلی ذکر سے ستر (۷۰) درجہ افضل ہے۔ (مرقات و مرآت)

حدیث نمبر :- ۸۸

دو لڑکیوں کی کفالت کا درجہ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيتَيْنِ حَتَّىٰ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ هَكَذَا وَضَمَّ أَصَابِعَهُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو دو لڑکیوں کو

پالے حتیٰ کہ وہ جوان ہو جائیں تو میں اور وہ قیامت کے دن ایسے آئیں گے اور اپنی انگلیوں کو ملایا
(مسلم)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں خوش دلی سے دو لڑکیوں کو پالنا خواہ اپنی بیٹیاں ہوں یا بہنیں
ہوں یا یتیم بچیاں ہوں۔ کل قیامت میں حضور ﷺ سے قُرب کا ذریعہ ہیں اور جس کو اس دن
حضور ﷺ کا قُرب نصیب ہو جائے اسے سب کچھ مل جائے۔

سے گر محمد کا ساتھ ہو جائے
پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا جو کوئی بیٹیوں میں مبتلا کر دیا جائے پھر ان سے اچھا
سلوک کرے تو وہ اس کیلئے آگ سے آڑ ہو جائیں گی۔
(مسلم و بخاری)

اس اجر کی وجہ یہ ہے کہ لڑکوں سے لوگوں کو بہت امیدیں وابستہ ہیں کہ جوان ہو کر
ہماری خدمت کریں گے۔ لڑکیوں پر خرچ ہی کرنا ہوتا ہے وہ بھی بغیر کسی امید کے مگر دیکھا گیا ہے
کہ آج کل بمقابلہ لڑکوں کے لڑکیاں والدین کی خدمت بھی زیادہ کرتی ہیں اور مرنے کے بعد ختم یا
فاتحہ بھی زیادہ لڑکیاں ہی کرتی ہیں۔ کوئی خوش نصیب ہی لڑکوں سے آرام پاتا ہے۔ اکثر لڑکے
بدنامی کا باعث بنتے ہیں اور بربادی بھی کرتے ہیں۔
(مرآت)

حدیث نمبر :- ۸۹

یتیم کی کفالت کرنے والا حضور ﷺ کے ساتھ ہوگا

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِي لِي اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ وَ لِغَيْرِهِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَ
أَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوَسْطَى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا.

(رواه البخاری) مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة علی الخلق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت بہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا پالنے والا خواہ اپنا ہو یا غیر کا جنت میں اس طرح ہوں گے اور کلمہ کی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ فرمایا ان کے درمیان کچھ کشادگی فرمائی۔

تشریح :-

یتیم وہ نابالغ انسان ہے جس کا والد فوت ہو چکا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ لفظ یتیم ان دونوں کو شامل ہے۔

جانوروں میں یتیم وہ چھوٹا بچہ جس کی ماں مر گئی ہو اور موتی وہ یتیم کہلاتا ہے جو اپنی سیپ میں اکیلا ہو۔ یہاں انسان یتیم مراد ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ وہ یتیم خواہ اپنا پوتا 'نواسہ' بھتیجا یا بھانجا ہو یا کوئی غیر بچہ جس سے رشتہ داریاں نہ ہوں۔ فرمایا جس طرح ان دونوں انگلیوں میں کوئی فاصلہ نہیں ایسے ہی قیامت میں مجھ میں اور اس میں کوئی فاصلہ اور دوری نہ ہوگی اس کو مجھ سے بہت ہی قرب نصیب ہوگا۔

حدیث نمبر :- ۹۰

تین جنتی اور پانچ دوزخی

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حَمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَّصِدٌ قُ
 مُوَفِّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقٌ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَ مُسْلِمٌ
 وَ عَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ وَ أَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ
 الضَّعِيفُ الَّذِي لَا زُبْرَ لَهُ الَّذِينَ هُمْ فِيكُمْ تَبِعٌ لَا يَبْغُونَ
 أَهْلًا وَلَا مَالًا وَالْخَائِنُ الَّذِي لَا يَخْفَى لَهُ طَمَعٌ وَإِنْ دَقَّ إِلَّا
 خَانَهُ وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِي إِلَّا وَهُوَ يَخَادِعُكَ عَنْ
 أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ أَوِ الْكُذِبَ وَالشَّنْظِيرُ
 الْفَحَّاشُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الشفقتہ والرحمة علی الخلق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عیاض ابن حمار سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی
 لوگ تین ہیں۔ وہ حاکم جو عدل والا صدقہ والا توفیق والا اور وہ شخص جو رحم دل اور نرم دل ہو ہر
 قرابت والے پر اور وہ مسلمان جو پاک دامن سوال کرنے سے بچنے والا عیال دار ہو۔ آگ
 والے پانچ ہیں وہ کمزور جس کی خود اپنی رائے نہ ہو جو کہ تم میں رہیں تمہارے تابع ہو کہ نہ گھربار
 چاہتے ہیں نہ مال اور وہ خیانت والا جس کی ہوس ڈھکی چھپی نہیں رہتی اگرچہ معمولی چیز ہو مگر خیانت
 کر لیتا ہو اور وہ شخص جو نہیں صبح کرتا نہ ہی شام کرتا ہے مگر وہ تم کو دھوکہ دیتا رہتا ہے تمہارے گھربار
 اور تمہارے مال میں اور حضور ﷺ نے کنجوسی، جھوٹ، بدخلق اور فحش گو کا بھی ذکر فرمایا
 (مسلم)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا کہ میری امت میں تین قسم کے لوگ یقیناً جنتی ہیں۔ سُلْطَانُ مُقْسِطٍ یعنی جسے اللہ حکومت بھی دے تو وہ لوگوں کے ساتھ بھلائی اور نیک سلوک کرے اگر حاکم درست ہو جائے تو رعایا خود بخود درست ہو جاتی ہے۔ یعنی عوام مسلمانوں پر عموماً اور اپنے عزیز قرابت داروں پر خصوصاً مہربان ہو۔

ذُو عِيَالٍ وہ مسلمان جو باوجود عیال دار ہونے کے کسی سے بھیک نہ مانگے اور گناہ کے قریب نہ جائے۔ الَّذِي لَا زُبْرَكَهُ یعنی اس میں اتنی عقل نہ ہو کہ اسے برائیوں سے بچائے کبھی آخرت کے نفع و نقصان کو سوچتا نہ ہو۔ جانوروں کی طرح صرف کھانے عیش کرنے کی فکر میں لگا رہے۔

لَا يَبْغُونَ أَهْلًا وَلَا مَالًا یعنی حلال بیوی رکھتے نہیں حلال روزی کما تے نہیں محنت سے جی چراتے ہیں اور غیر عورتوں پر نظر حرام رکھتے ہیں۔ غیروں کا مال ناجائز طور پر کھانے کے درپے رہتے ہیں۔ یہی دوزخی ہیں۔

الْأَخَانَةُ یعنی اسے خیانت کرنے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ معمولی اور حقیر سی امانت میں خیانت کرنے سے باز نہیں رہتا یعنی وہ گنہگار ہونے کے علاوہ ذلیل طبیعت والا بھی ہے یہ بھی دوزخی ہے کیونکہ یہ عادات خالص دوزخیوں کے ہیں۔

يُخَادِعُكَ میں صبح و شام سے مراد ہمیشہ ہے یعنی وہ دھوکہ دینے کا عادی ہو چکا ہے تم سے جب کبھی کلام یا معاملہ کرے تو دھوکہ ہی دے گا۔ یہ بھی دوزخی ہے۔

بَخِيلٌ أَوْ الْكَذِبُ چونکہ راوی کو حضور ﷺ کے وہ الفاظ طیبہ یاد نہ رہے جو حضور ﷺ نے بخل اور جھوٹ کے متعلق فرمائے۔ اس لئے راوی نے ذَكَرَ كَالْفَرْقِ بَيَانُ كَيْفَ كَرِهَ

الفاظ طیبہ یاد ہوتے تو باقاعدہ بطریق روایت ارشاد کرتے۔

سَنْظِيرٌ فَحَاشُ بخل و کذب کا معطوف ہے تو نصیحتی حالت میں ہے یعنی حضور ﷺ نے سَنْظِيرٌ اور فحاشی کا بھی ذکر فرمایا کہ وہ بھی دوزخی ہیں۔ سَنْظِيرٌ بروزن خنزیر بمعنی بد خلق سخت طبیعت۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں مبتداء ہوں اور ان کی خبر مِنْ أَهْلِ النَّارِ پوشیدہ ہو تب یہ دونوں مَرْدُوعٌ ہوں گے۔ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں والفحاش ہے یعنی فحاش معطوف ہے۔ السَّنْظِيرُ پر تب تو معنی بالکل ظاہر ہیں۔ (مرآت)

حضرت فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں کہ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں

مرجھاتا۔

حدیث نمبر :- ۹۱

اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارَهُ بَوَائِقِهِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق۔

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ

نے کہ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں اللہ کی قسم وہ مومن نہیں اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا کون یا رسول اللہ ﷺ ! فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔

(بخاری و مسلم)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ تین بار لَا يُؤْمِنُ فرمانا تاکید ہے۔ لَا يُؤْمِنُ میں کمال ایمان کی نفی ہے یعنی وہ کامل مومن نہیں ہو سکتا، نہیں ہو سکتا، نہیں ہو سکتا۔ حضور ﷺ نے اس کی وضاحت پہلے نہ فرمائی بلکہ سائل کے پوچھنے پر بتایا تاکہ سننے والوں کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے جو بات انتظار اور پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہو وہ بہت دل نشین ہوتی ہے۔ اگرچہ ہر مسلمان کو اپنے شر سے بچانا ضروری ہے مگر پڑوسی کو شر سے بچانا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ اس سے ہر وقت کام رہتا ہے۔ وہ ہمارے اچھے اخلاق کا زیادہ مستحق ہے۔ رب کائنات پڑوسی کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ یعنی پڑوسی خواہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو اس سے اچھا سلوک کرو۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۹۲

جبرائیلؑ کی پڑوسی کے بارے میں وضاحت

عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَا زَالَ جِبْرَائِيلُ يُؤْصِيَنِي بِالْجَارِ حَتَّىٰ ظَنَنْتُ أَنَّهُ
سَيُورِنَهُ

(متفقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق

ترجمہ :-

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام پڑوسی کے متعلق حکم الہی پہنچاتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔
(بخاری و مسلم)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں وصیت سے مراد اصطلاحی وصیت نہیں بلکہ تاکید حکم مراد ہے۔ حکم کس کا؟ حکم الحاکمین کا نہ کہ جبرائیل کا کیونکہ حضرت جبرائیل امین حضور ﷺ کے خادم ہیں۔ رب کی طرف سے فرمان رساں و فیضان رساں ہیں۔ یُوَصِّیْنِی سے مراد ہے کہ حضرت جبرائیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو حکم پہنچاتے رہے کہ آپ اپنی امت کو یہ حکم پہنچا دو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو پڑوسی کی مالی میراث میں شریک کر دے گا۔ قرابت کی طرح یہ وصیت بھی میراث پانے کا ذریعہ ہو جائے گی۔ حضور ﷺ کی میراث مراد نہیں کہ حضرات انبیاء کرام کی مالی میراث کسی کو نہیں ملتی۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۹۳

بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کا احترام

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَجْلالِ اللَّهِ أَكْرَامُ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَلَا الْجَافِي عَنْهُ وَكَرَامُ

السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ

مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة علی الخلق

(رواہ ابوداؤد و البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ :-

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی تعظیم میں سے ہے کہ بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کا احترام کیا جائے وہ حامل قرآن جو نہ تو اس میں زیادتی کرے اور نہ اس سے دور رہے اور عادل بادشاہ کا احترام کیا جائے۔

(ابوداؤد و بیہقی شعب الایمان)

تشریح :-

ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ یعنی سفید داڑھی والے مسلمان کا احترام خود رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ کریم اس سے شرم فرماتا ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی پھیرے تو بندہ اس کا احترام کیوں نہ کرے۔

حامل قرآن میں حفاظ علماء عالم دین قراء مفسرین اور ہمیشہ تلاوت کرنے والا سب ہی داخل ہیں سب کا احترام چاہئے۔ (مرقات از ملا علی قاری حنفی)

وہ حامل قرآن وہ عالم وہ حفاظ قابل تعظیم ہیں جو بد مذہب بے دین نہ ہوں نیز جو قرآن کو لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنائیں اس کی غلط تاویل کریں اس میں خیانتیں کریں اس کے ذریعہ مسلمانوں میں فتنہ و فساد پھیلائیں۔ ان پر تو اللہ تعالیٰ کی بھی پھٹکار ہے اور اس کے بندوں کی بھی۔ (مرقات)

دیوان حافظ میں یہ شعر ہے کہ

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے

دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

ترجمہ :- اے حافظ شراب اور رندی کر لے تو کوئی حرج نہیں لیکن دگراں کی طرح

فریب دھوکا کسی کو نہ دے۔ (دگراں ایک جانور ہے جو ایران میں ہوتا ہے)

منصف حاکم عدل والا بادشاہ اللہ کی رحمت ہیں جن کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام

پاتی ہے وہ رعایا کے لئے مہربان باپ کی مثل ہوتے ہیں اس لئے ان کا احترام ضروری ہے۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۹۴

مسلمان 'مسلمان' کا بھائی ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا

يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هُنَا وَ أَيْشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

بِحَسْبِ امْرَأٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ لَهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلَّ

الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مسلمان 'مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرمایا۔ انسان کے لئے یہ شر کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون مال اور اس کی عزت حرام ہے۔

(مسلم)

تشریح :-

وَلَا يُحَقِّرُهُ ۖ یعنی نہ تو مسلمان کو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا بُرے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناؤ۔ آج کل یہ عیب ہم میں بہت ہیں۔ پیشوں، نسبوں یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم میں صوبائی تعصب بہت ہو گیا ہے کہ وہ پنجابی ہے وہ بنگالی 'وہ سندھی' وہ سرحدی ہے۔ اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو اس کا نام شہد بن جاتا ہے۔ مختلف لکڑیوں کو آگ جلائے تو اس کا نام راکھ ہو جاتا ہے۔ آم، جامن، بکائن اور کیکر کا فرق مٹ جاتا ہے۔ یوں ہی جب سرکارِ دو عالم ﷺ کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہو گئے۔ حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

بندۂ عشق شُدی ترکِ نسب گن جاتی

کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

ترجمہ :- اے جاتی تو بندۂ عشق ہے تو ذات و نسب کو چھوڑ کہ اس راہ میں فلاں ابنِ فلاں

کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

التَّقْوَىٰ هُهَّنَا ۖ اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ

دل ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور

وہ اللہ کا پیارا ہو تم سے بہتر ہو۔

خاکسارانِ جہاں را سخارت منگر
 توچہ دانی کہ دریں راہ سوارے باشد
 ترجمہ :- کم مایہ لوگوں کو حقارت سے نہ دیکھ تو کیا جانتا ہے کہ اس میں کوئی سوار بھی ہو۔
 صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے اپنے سینہ انور
 کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے۔ یعنی تقویٰ کی کان پرہیزگاری کا
 مرکز میرا سینہ ہے۔ میرے سینہ سے تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں۔
 ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلتی ہیں۔

(مرقات از ملا علی قاری حنفی)

حضور ﷺ کا سینہ انور کشفِ غیوب کا آئینہ ہے۔ کونین میں حضور ﷺ کی عطائیں بہتی

(مرقات)

ہیں۔

دمہ، و مالہ، و عرضہ، یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی
 اجازت نہ لے۔ کسی کی آبروریزی نہ کرے۔ کسی مسلمان کو ناحق اور ظلماً قتل نہ کرے کیونکہ یہ
 سب سخت جرم ہیں۔
 (مرآت المناجیح)

حدیث نمبر :- ۹۵

اندھے کیلئے خوشخبری، یتیم کی کفالت کرنے والا جنتی اور

حضور ﷺ کا مختار ہونا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَنْ أُوِيَ يَتِيمًا إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ أَوْ جَبَّ اللَّهُ لَهُ

الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ إِلَّا أَنْ يَعْمَلَ ذَنْبًا لَا يَغْفِرُوهُ مَنْ عَالَ ثَلَاثَ
بَنَاتٍ أَوْ مِثْلَهُنَّ مِنْ الْأَخَوَاتِ فَأَرْبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتَّى
يُغْنِيَهُنَّ اللَّهُ أَوْ جَبَّ اللَّهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاثْنَتَيْنِ قَالَ أَوْ اثْنَتَيْنِ حَتَّى
لَوْ قَالُوا أَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةٌ وَمَنْ أَذْهَبَ اللَّهُ بِكَرِّ
يُمْتِيهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَا كَرِّ
يَمْتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ .

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ) مشکوٰۃ باب الشفقة علی الحق

ترجمہ :-

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو
کسی یتیم کو اپنے کھانے میں شامل کرے گا تو اللہ اس کے لئے جنت یقینی طور پر لازم فرمادیتا ہے
سوائے اس کے کہ کوئی ایسا گناہ کرے جو ناقابل بخشش ہو اور جو تین بیٹیاں یا ان کی مثل بہنوں کی
پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے۔ ان پر مہربانی کرے یہاں تک کہ اللہ انہیں بے نیاز کر دے تو
اللہ اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر دو کو تو فرمایا
یا دو کو۔ یہاں تک کہ اگر لوگ کہتے ایک کو تو حضور ﷺ فرمادیتے ایک کو اور اللہ جس کی پیاری دو
چیزیں دور کر دے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون سی دو پیاری
چیزیں۔ فرمایا اس کی دونوں آنکھیں۔ (شرح سنہ)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ کھانے پینے میں شامل کرنا عام ہے۔ خواہ اسے اپنے ساتھ کھلائے پلائے یا اسے اپنے گھر میں رکھ کر پرورش کرے یا یتیم خانہ بنا کر ان پر خرچ کرے۔
 ذُنْبًا لَا يَغْفِرُ یعنی شرک و کفر کہ یہ گناہ قابل بخشش نہیں۔ رب کائنات فرماتا ہے۔
 اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ اِىٰ طَرِحَ حَقُوْقَ الْعِبَادِ بَهِى
 کسی نیک عمل سے معاف نہیں ہوتے وہ تو ادا کرنا ہی پڑیں گے یا حق والے سے معاف کرانا
 ہوں گے۔ (مرقات)

عموما بیٹوں سے دنیاوی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں کہ یہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں
 گے ہمیں کما کر کھلائیں گے۔ لڑکیوں سے یہ امیدیں نہیں ہوتیں اس لئے لڑکیوں کا پالنا ان پر صبر
 کرنا زیادہ ثواب ہے۔ لڑکی سے مراد خواہ بیٹی ہو یا بہن ہو۔ انہیں سکھانے سے مراد علم دین سکھانا
 سینا پر ونا اور جن ہنروں کی ان کو ضرورت ہے وہ سکھانا جس سے وہ کسی کی محتاج نہ رہیں۔ صاحب
 مرقات فرماتے ہیں کہ یہاں جوابِ عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی رحمتیں اور اس کی بخششیں
 حضور ﷺ کے قبضہ میں دی گئی ہیں۔ جس نعمت کو چاہیں عام فرمادیں۔

(مرقات)

دیکھو جو وعدہ تین لڑکیوں کے پالنے پر کیا گیا تھا ایک امتی کے سوال پر وہی وعدہ دو
 بیٹیوں کے پالنے پر ہو گیا۔ یہ ہے حضور ﷺ کا مختار من اللہ ہونا۔

اس جگہ حضرت شیخ محدث عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں کہ ”احکام مفوض است براں
 حضرت ہر چہ خواہد کند و بہر کہ خواہد نکند و ہر کہ خواہد تخصیص نماید“ یعنی تمام احکام اللہ تعالیٰ نے حضور
 اکرم ﷺ کے سپرد کر دیئے ہیں جو کچھ چاہیں کریں اور جو نہ چاہیں نہ کریں اور جس کی چاہیں
 تخصیص کر دیں۔ (اشعة اللمعات)

حدیث نمبر :- ۹۶

کسی کی غیبت کا دفاع کرنا کیسا عمل ہے؟

عَنْ أَسْمَاءِ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ أَخِيهِ بِالْمُغِيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ.

(رواهُ البیهقی فی شعب الایمان)

مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة علی الحق

ترجمہ :-

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے بھائی کے گوشت سے اس کی پیٹھ پیچھے دفاع کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اسے آگ سے آزاد کرے۔

(بیہقی 'شعب الایمان' مشکوٰۃ باب الشفقة بالرحمة علی الحق)

تشریح :-

حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت یزید ابن سکن مشہور صحابیہ ہیں۔ انصاریہ ہیں۔ بڑی عاقلہ بڑی عابدہ تھیں۔ آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ (مرآت) لَحْمَ أَخِيهِ یعنی بھائی کے گوشت سے مراد مسلمان بھائی کی غیبت۔ دفع کرنے سے مراد ہے غیبت نہ ہونے دینا یا اس کا جواب دے دینا۔

يُعْتَقُهُ مِنَ النَّارِ آگ سے آزادی کا مرثوہ ہے اس کے لئے جو کسی گنہگار کی

غیبت نہ ہونے دے اور اسکی پس پشت حمایت کرے تو جو کوئی سید الانبیاء محبوب کبریا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بدگودشمنوں کو جوابات دے۔ ناموس رسالت ﷺ پر ہونے والہ حملوں کا موثر جواب دے اور حضور ﷺ کی صفات عالیہ کے گیت گائے۔ سوچ لو کہ اس خوش نصیب کا درجہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فَإِنَّ أَبِي وَالِإِدَّتِي وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْكُمْ وَقَاءِ

ترجمہ :- میرے ماں باپ میری عزت و آبرو محمد ﷺ کی عزت و آبرو کے لئے

تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہیں۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۹۷

بہترین ساتھی کون ہے؟

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ وَخَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ

مَشْكُوتٌ بَابِ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْحَقِّ

حَسَنٌ غَرِيبٌ)

ترجمہ :-

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک

بہترین وہ ساتھی ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لئے بہتر ہوں اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لئے اچھے ہوں۔
(ترمذی 'داری' ترمذی)

(ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے)

تشریح:-

خَيْرُ الْأَصْحَابِ "بہترین ساتھی" یہاں ساتھی سے مراد عام ساتھی ہیں۔ سفر کے ساتھی 'مدرسہ کے ساتھی' گھر کے ساتھی 'غرضیکہ مسلمان کو چاہیے کہ ہر ساتھی کے ساتھ اچھا سلوک کرے ان کی خیر خواہی کرے ان سے اچھا برتاؤ کرے انہیں بری باتوں سے روکنا اچھی راہ دکھانا سب ہی اس میں داخل ہے۔ خَيْرُ الْجِيرَانِ "یعنی بہترین پڑوسی" شارح مشکوٰۃ نے فرمایا کہ عبادات کی درستی سے بھی زیادہ اہم ہے معاملات کی درستی پڑوسی سے ہر وقت معاملہ رہتا ہے اس لئے اس سے اچھا برتاؤ کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کے بچوں کو اپنی اولاد سمجھے۔ اس کی عزت ذلت کو اپنی عزت ذلت سمجھے پڑوسی اگر کافر بھی ہو تب بھی اس کے حقوق ادا کرے۔ حضرت بایزید بسطامی کا پڑوسی یہودی تھا 'سفر میں گیا اس کے بال بچے گھر میں رہ گئے۔ رات کو یہودی کا بچہ روتا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ بچہ کیوں روتا ہے؟ یہودن بولی "گھر میں چراغ نہیں ہے بچہ اندھیرے میں گھبراتا ہے" اس دن سے آپ روزانہ چراغ میں خوب تیل بھر کر روشن کر کے یہودی کے گھر بھیج دیا کرتے تھے۔ جب یہودی لوٹا اس کی بیوی نے واقعہ سنایا۔ یہودی بولا کہ جس گھر میں بایزید کا چراغ آ گیا وہاں اندھیرا کیوں رہے۔ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ سبحان اللہ۔
(مرآت المناجیح)

حدیث نمبر :- ۹۸

نیکی اور برائی میں تمیز کیسے ہو؟

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمُ إِذَا أَحْسَنْتُ وَإِذَا أَسَأْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتَ جِيرَانَكَ يَقُولُونَ قَدْ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ قَدْ أَسَأْتَ فَقَدْ أَسَأْتَ -

(رواہ ابن ماجہ) مشکوٰۃ باب الشفقة علی الخلق

ترجمہ :-

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ میں کیسے جانوں جب کہ میں بھلائی کروں یا جب کہ میں برائی کروں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے بھلائی کی تو واقعی تم نے بھلائی کی اور جب تم انہیں یہ کہتے سنو کہ تم نے برائی کی تو واقعی تم نے برائی کی۔

(ابن ماجہ)

تشریح :-

شرح مشکوٰۃ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ سائل نے عرض کیا کہ مجھے تو اپنے سارے کام ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر واقعہ میں اچھے کام اور برے کام کی علامت کیا ہے؟ یہاں کام سے مراد معاملات ہیں۔ عقائد اور عبادات میں کسی کے اچھا اور برا کہنے کا اعتبار نہیں۔

معاملات میں اچھائی برائی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے سارے پڑوسی قدرتی طور پر تم کو اچھا کہیں یا برا کہیں قدرتی بات کہ بعض بندوں کے لئے خود بخود اچھائی نکلتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ **أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ**۔ (تم اللہ کے لوگ گواہ ہوزمین میں) مسلمانوں کی زبان خالق کا قلم ہے۔ پڑوسی چونکہ چھپے حالات سے واقف ہوتے ہیں اس لئے یہاں پڑوسی کی قید لگائی۔ اپنے متعلق خود فیصلہ نہ کرو کہ ہم اچھے ہیں یا برے۔ مخلوق کی زبان سے وہی نکلتا ہے جو رب نکلواتا ہے۔ آج بعض قبر والوں کو لوگ ولی اللہ کہ رہے ہیں ان کے مزارات پر میلے لگے ہوتے ہیں۔ یہ ہے خلق کی زبان۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۹۹

حضور انور ﷺ کے وضو کا غسل (بچا کچھا)

صحابہؓ کا اپنے اوپر ملنا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي قَرَادٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَأَجْعَلَ أَصْحَابِهِ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضْوَيْهِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ مَا يَحْمِلُكُمْ عَلَى هَذَا قَالُوا حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَلْيُصَدِّقْ حَدِيثَهُ إِذَا حَدَّثَ وَالْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا أَوْتِمِنَ وَالْيُحْسِنُ جَوَارَ مَنْ جَاوَرَهُ.

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد سے نبی کریم ﷺ نے ایک دن وضو کیا تو حضور ﷺ کے صحابہ کرام آپ کے بقیہ وضو کو اپنے پر ملنے لگے تو ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اس پر کیا چیز بھارتی ہے۔ وہ بولے اللہ اور رسول کی محبت۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جسے یہ پسند ہو کہ اللہ و رسول ﷺ سے محبت کرے یا اس سے اللہ و رسول ﷺ محبت کریں تو وہ جب بات کرے سچی کرے جب امین بنایا جائے تو امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کا پڑوس اچھا نبھائے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح :-

يَتَمَسَّحُونَ صحابہ کرام برکت حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ نبی کریم رؤف الرحيم ﷺ کے وضو کا مستعمل پانی ہاتھوں اور منہ پر ملتے تھے۔ حضور ﷺ کا جسم انور سراپا نور ہے لہذا جو پانی جسم انور سے مس ہو جاتا وہ نورانی ہو جاتا۔ ہمارے وضو اور غسل کا مستعمل پانی قابل استعمال نہیں ہوتا مگر حضور ﷺ کا استعمال شدہ پانی پاک طیب اور طاہر ہے بلکہ پاک کرنے والا ہے۔ حضور ﷺ کے اعضاء مبارکہ سے مس ہونے والے پانی کی تاثیر کا کیا کہنا ! سبحان اللہ۔

مَا يَحْمِلُكُمْ حضور ﷺ کا یہ دریافت فرماتا ' آنے والے مضمون کا ابتدائیہ ہے

ورنہ حضور انور ﷺ ہر شخص کی دلی کیفیت سے بھی آگاہ ہیں۔ بقول مولانا روم۔

اے فروغت صبح آثار و دھور
چشم تو بنیندہ ما فی الصدور

ترجمہ :- آپ کی روشنی دونوں جہان کو روشن کر رہی ہے آپ کی آنکھ سینوں کے راز بھی

دیکھ لیتی ہے۔

حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ صحابہ کرام کا جواب محبت الہی اور عشق رسول ﷺ کا غماز ہے کہ حضور ﷺ ہمارے محبوب ہیں اور دلوں کا چین اور قرار ہیں جو پانی جسم اطہر سے مس ہو جائے وہ ہمیں پیارا لگتا ہے۔ اس لئے اسے چومتے ہیں۔

فَلْيُصَدِّقْ حَدِيثَهُ یعنی ہمارے غسالہ سے برکت حاصل کرنا تو درست ہے اور اس میں فیوض و برکات بہت ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے نسبت محبت استوار کرنے کے لئے یہ عمل کافی نہیں۔ یہ کام نفس پر گراں نہیں۔ یہ کام تو منافقین بھی کر لیتے ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کے لئے ان کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ضروری ہے۔ کہ وہی نفس کے لئے مشکل ہے۔ سچائی، امانت اور پڑوسی کا خیال یہ تینوں کام اصلاح احوال اور درستی معاملات کی بنیاد ہیں اس لئے ان کا ذکر فرمایا۔ جو مسلمان اپنے معاملات درست کرے گا اسے عبادات درست کرنا آسان ہوگا اور معاملات میں زبان سچی ہر قسم کی امانت کی ادائیگی اپنے پڑوسیوں سے اچھا سلوک بڑی ہی اہم چیزیں ہیں۔ کسی کو آزمانا ہو تو کثرت نوافل و عبادات سے نہ آزماؤ بلکہ معاملات سے آزماؤ اگر معاملات درست ہیں تو واقعی کامل ہے۔ آج کل نمازی، حاجی، صوفی اور قاری تو بہت ہیں مگر سچے امتی تھوڑے۔ اعلان نبوت سے پہلے ہی حضور سرور کائنات ﷺ صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

ترجمہ :- جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

حدیث نمبر :- ۱۰۰

دو عورتیں ایک جنتی دوسری جہنمی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ فُلَانَةَ تَذُكَّرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَا مِهَا وَصَدَقْتِهَا غَيْرَ أَنَّهَا تُوذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِيَ فِي النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّ فُلَانَةَ تَذُكَّرُ قَلَّةَ صِيَا مِهَا وَصَدَقْتِهَا وَصَلَاتِهَا وَإِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْأَثْوَارِ مِنَ الْأَقْسَطِ وَلَا تُوذِي بِلِسَانِهَا جِيرَانَهَا قَالَ هِيَ فِي الْجَنَّةِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي عَاصِمٍ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں بی بی کی نماز روزے اور اس کے صدقات کا چرچہ ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی ہے۔ فرمایا وہ آگ میں ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت اسکی نماز روزے صدقات کی کمی کا ذکر ہوتا ہے وہ تو پنیر کے کچھ ٹکڑے ہی خیرات کرتی ہے اور وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ فرمایا وہ جنتی ہے۔

(احمد بیہقی شعب الایمان مشکوٰۃ باب الشفقتہ والرحمۃ علی الخلق)

تشریح:-

یہاں شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شاید کہنے والے نے اس بی بی کا نام لیا ہوگا مگر راوی کو یاد نہ رہا یا قصد انہ لیا تا کہ اس مومنہ کی رسوائی نہ ہو۔ زبان کا ذکر اس لئے کیا کہ اکثر لوگ دوسروں کو زبان سے تکلیف دیتے ہیں۔ لڑنا بھڑنا، غیبت، چغلی کھانا وغیرہ زبان کا زخم سناں کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے کہ یہ مرہم سے بھر جاتا ہے مگر وہ نہیں بھرتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

جَرَاحَاتِ السَّهَامِ لَهَا التِّيَامُ
وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

ترجمہ :- تیر کے زخم کا علاج ہے مگر زبان کے زخم کا علاج نہیں ہے۔

هِيَ فِي النَّارِ یعنی یہ کام دوزخیوں کے ہیں اگر یہ عبادت گزار بی بی اپنی تیز زبان سے توبہ نہ کرے گی تو اولاً دوزخ میں جائے گی۔ نوافل پڑھنے سے لوگوں کے حق معاف نہیں ہوتے پھر سزا بھگت کر جنت جائے گی لہذا یہ حدیث اس قانون کے خلاف نہیں کہ تمام صحابہ "عادل ہیں۔ کوئی فاسق نہیں۔ بعض صحابہ" سے گناہ ہوئے مگر وہ قائم نہ رہے توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

تَذُكُرُ قِلَّةً ، یعنی وہ نفلی نماز، نفلی صدقات کم کرتی ہے۔ فرض نماز میں کمی مراد نہیں کیونکہ یہ توفیق ہے۔ صحابہ کرام" فسق سے محفوظ ہیں۔

تَصَدَّقُ بِالْأَثْوَارِ یعنی وہ بی بی صاحبہ مسکین غریب ہیں۔ معمولی چیز یعنی کچھ پنیر ہی خیرات کر سکتی ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ نفلی عبادت کی کمی مراد ہے کہ پنیر کے ٹکڑے قطرے زکوٰۃ وغیرہ میں خیرات نہیں کئے جاتے۔ صرف نفلی صدقات میں دیئے جاتے ہیں۔

هِيَ فِي الْجَنَّةِ اس فرمان عالی سے ہم لوگوں کے کان کھل جانے چاہیں ہم میں

سے اکثر لوگ اصول چھوڑ کر فضول میں کوشش کرتے ہیں۔ فرائض کی پرواہ نہیں 'نوافل پر زور۔
معاملات خراب و ظیفوں چلوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ دوا کے ساتھ پرہیز ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ
معاملات کی درستی نصیب فرمائے۔ آمین
(مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۰۱

حضور ﷺ کا اچھے اور بُرے کی خبر دینا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَقَفَّ عَلَى نَاسٍ جُلُوسٌ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِكُمْ مِنْ
شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوا فَقَالَ ذَلِكَ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ
بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنَا بِخَيْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَيْرُكُمْ
مَنْ يُرْجَى خَيْرُهُ وَيُؤْمِنُ شَرَّهُ وَشَرُّكُمْ
لَا يُرْجَى خَيْرُهُ وَلَا يُؤْمِنُ شَرَّهُ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَقَالَ
التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کچھ
بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اچھوں بُروں کی خبر نہ دوں۔
راوی کہتے ہیں کہ حاضرین خاموش رہے تو یہ تین بار فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا ہاں

یا رسول اللہ ﷺ ہم کو ہمارے بُرے بھلوں کی خبر دیجئے۔ تو فرمایا کہ تمہارا بھلا وہ شخص ہے جس سے خیر کی امید کی جائے اور اس کے شر سے اطمینان کیا جائے اور تمہارا بُرا وہ شخص ہے جس سے خیر کی امید نہ کی جائے اور اس کے شر سے امن نہ ہو۔ (ترمذی 'بیہقی شعب الایمان اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے 'مشکوٰۃ باب الشفقتہ علی الخلق')

تشریح :-

حضور ﷺ ایک مجلس صحابہؓ پر گزرے تو وہاں کھڑے ہو گئے 'ٹھہر گئے اور پہلے لوگوں سے یہ سوال فرمایا تاکہ ترغیب اور تعلیم ہو اور دلوں میں جم جائے۔

فَسَاكْتُوْا وہ حضرات اس لئے خاموش رہے کہ شاید حضور ﷺ ہمارے نام لیکر فرمائیں کہ فلاں اچھا ہے فلاں بُرا جس سے ہمارے پردے فاش ہو جائیں گے اس لئے خاموشی بہتر ہے تاکہ ہمارے پردے رہیں۔

ثَلَاثُ مَرَّاتٍ یعنی تین بار فرمایا حضور ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ یہ حضرات خود اشتیاق ظاہر کریں تو ہم بتائیں تاکہ یہ حضرات اشتیاق کا ثواب پائیں اور ہمارا کلام بغور سنیں اس لئے بار بار سوال فرمایا اور خود ہی بیان نہ فرما دیا۔ حضور انور ﷺ وہ سخی ہیں جو تقاضے کر کر کے فقیروں کو بھیک دیتے ہیں۔

فَقَالَ رَجُلٌ بَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ ان صاحب نے محسوس فرمایا کہ حضور ﷺ کو اس فرمان عالی کی رغبت ہے اور حضور ﷺ فرمانا چاہتے ہیں۔ اس رغبت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے لہذا عرض کیا کہ حضور ﷺ ضرور فرمائیں۔ حضور کے ارادہ مبارک میں ہمارا بھلا ہی ہوگا۔ خَيْرٌ كُمْ مَنْ يُرْجَى خَيْرُهُ یعنی قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے اطمینان ہو کہ یہ شخص کسی کو تکلیف نہیں دیتا تو خیر خواہی ہی کرتا ہے۔

لَا يُرْجَى خَيْرُهُ یعنی قدرتی طور پر لوگ اس سے ڈرتے ہوں کہ یہ شخص

خط ناک ہے اس سے بچو اس سے خیر نہ پہنچے گی شر ہی پہنچے گا معلوم ہوا کہ لوگوں کے دل ان کی زبان رب کا قلم ہے لہذا جسے عام طور پر لوگ ولی کہیں وہ عند اللہ ولی ہے۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۰۲

بہترین صدقہ کیا ہے؟

عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِلَّا أَدُلَّكُمْ عَلَى أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ ابْنَتُكَ مَرْدُودَةٌ إِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَسْبٌ غَيْرُكَ.

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت سراقہ ابن مالکؓ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو بہترین صدقہ پر رہبری نہ کروں۔ تمہاری وہ بیٹی جو تم تک لوٹادی جائے تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو۔ (ابن ماجہ)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ سراقہ ابن مالکؓ ابن جحشم ہیں۔ قبیلہ بنی مدج سے آپ صحابی ہی۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ یہاں صدقہ سے مراد شرعی صدقہ واجبہ نہیں کہ وہ تو اپنی اولاد کو جائز نہیں بلکہ مراد نیکی اور کارِ ثواب ہے اس کا بہترین نیکی ہونا اس لئے ہے کہ اس میں حق قرابت کا ادا کرنا بھی ہے اور بے کس کی پرورش بھی اور ایک عصمت والی بی بی کی حفاظت بھی۔

لَيْسَ لَهَا كَأَسْبُ غَيْرِكَ وَهِيَ تَمَّهَارِي بَيْتِي جَس كَا خَا وَنَدْفُوت هُوَ كِيَا هُوَ يَا پَا كَل
 ديوانہ ہو یا گم ہو گیا ہو یا اس نے طلاق دے دی ہو مگر لڑکی کسی مجبوری کی وجہ سے دوسرا نکاح نہیں
 کر سکتی یا اسے اچھا رشتہ ملتا نہیں اس لئے وہ مجبوراً میکے میں آگئی۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا
 اس کی پرورش کرنا بہترین صدقہ ہے کہ وہ اب بے آس ہو کر تمہارے سہارے پر تمہارے پاس
 آئی۔ بعض لوگ خود لڑکیوں کو اپنے گھر بٹھا لیتے ہیں اسے بلا وجہ بسنے نہیں دیتے وہ یہاں مراد نہیں
 ۔ ایسے لوگ تو بڑے مجرم ہیں اسی لئے یہاں مَرْدُودَةٌ ارشاد ہوا۔

(مرآت المناجیح)

حدیث نمبر :- ۱۰۳

ماں سے حسن سلوک

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِي قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ
 مَنْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبُوكَ
 وَفِي رَوَايَةٍ قَالَ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أَبَاكَ ثُمَّ
 أَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مَشْكُوتَةٌ بَابُ التَّمْرِ وَالصَّلَةِ

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا
 یا رسول اللہ ﷺ میرے اچھے برتاوے کا زیادہ حقدار کون ہے فرمایا تمہاری ماں 'عرض کیا پھر کون'
 فرمایا تمہاری ماں 'عرض کیا پھر کون' فرمایا تمہاری ماں 'عرض کیا پھر کون' فرمایا تمہارا باپ اور

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تمہاری ماں 'پھر تمہاری ماں' پھر تمہاری ماں 'پھر تمہارا باپ' پھر تمہارا
قریبی 'پھر تمہارا قریبی'۔

تشریح :-

صِحَابَهُ صَاد کے کسرہ سے بمعنی مدد یا برتاؤ خدمت اسی سے ہے صحبت وہ ہمراہی
جو الفت خدمت و مدد کے ساتھ ہو۔ اسلئے جن کفار نے حضور انور ﷺ کے ساتھ مجلس کی انہیں صحابی
نہیں کہا جاتا کہ وہ ہمراہی الفت و خدمت کے ساتھ نہ تھی یعنی میرے رشتہ دار قریبی دور کے بہت
ہی ہیں اچھا برتاؤ کس سے کروں اس کا کون مستحق ہے۔

ثُمَّ أَبُوكَ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے
کیونکہ ماں بچہ پر تین احسان کرتی ہے 'باپ ایک احسان۔ پیٹ میں رکھنا' جننا' پرورش کرنا۔ لیکن
باپ صرف پرورش ہی کرتا ہے۔ بیٹا ماں باپ دونوں کی خدمت کرے مگر مقابلہ کی صورت میں
ادب و احترام باپ کا زیادہ کرے۔ خدمت و انعام ماں کی زیادہ کرے۔ (اشعۃ اللمعات)

والدین کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ ان سے نرم اور نیچی آواز سے کلام کرے۔ مالی و بدنی
خدمت کرے۔ صرف اپنے نوکروں سے ہی ان کا کام نہ کرائے بلکہ خود کرے ان کا ہر جائز حکم تسلیم
کرے انہیں نام لے کر نہ پکارے اگر وہ غلطی پر ہوں تو نرمی سے ان کی اصلاح کرے اگر قبول نہ
کریں تو ان پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے انکی سختی پر تحمل کرے۔ یہ آداب قرآن پاک میں حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے عمل شریف میں مذکور ہیں۔

فَادُّنْكَ یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کے عزیزوں کے حق بھی ادا کرے کہ چچا

ماموں۔ دادا نانا بہن بھائی وغیرہ۔ سب کے درجہ بدرجہ حقوق ادا کرے۔ (مرآت)

یہاں شارح مسلم بحوالہ علامہ تکی بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ ماں کا حق مقدم کرنے کی

وجہ یہ ہے کہ اولاد کی تربیت میں ماں کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ ماں کی اولاد پر شفقت زیادہ

ہوتی ہے۔ حمل وضع حمل دودھ پلانے اور پرورش کے دیگر مراحل طے کرنے میں ماں کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ خیال رہے کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کی حقدار ماں ہوتی ہے پھر باپ اور اس کے بعد قرب کے اعتبار سے درجہ بدرجہ رشتہ دار۔ حارث محاسی نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جمہور کا یہی نظریہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ دونوں کا درجہ برابر ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ قول امام مالک کا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ماں کا درجہ زیادہ ہے اور یہی احادیث صحیحہ سے مستفاد ہے۔ مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھادی جائے اور اس کے رزق میں زیادتی کی جائے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور صلہ رحمی کرے۔

(شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث نمبر :- ۱۰۴

والدین کی خدمت سے جنت کا حصول

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُهُ رَغِمَ أَنْفُهُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدًا هُمَا أَوْ كِلَا هُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب البر والصلة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ اس کی ناک رگڑ جائے اس کی ناک رگڑ جائے، عرض کیا کیا یا رسول اللہ ﷺ کس کی؟ فرمایا اس کی جو اپنے ماں باپ کو پائے اور ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہوں پھر جنت میں نہ چلا جائے۔

تشریح :-

رَغِمَ أَنْفُهُ، یعنی وہ ذلیل ہو جائے وہ ذلیل ہو جائے ناک رگڑنے سے مراد ذلت و خواری ہے۔ ناک رگڑنے سے مراد ہے کہ تباہ و برباد ہو۔ أَحَدَهُمَا اور كِلَاهُمَا یہ دونوں عِنْدَ الْكِبَرِ کا فاعل ہیں۔ لہذا مرفوع ہیں یعنی انہیں اس حال میں پائے کہ وہ دونوں یا ایک بڑھاپے کی قید اس لئے لگائی کہ اس وقت ہی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور بارگاہ الہی میں بوڑھے کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے وہ کریم سفید داڑھی والے بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ خالی نہیں پھیرتا۔ اولاد کو چاہیے کہ ایسے وقت اور ایسے وقت کی خدمت کو غنیمت جانیں۔

ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ اس طرح کہ ان کی نافرمانی کرے یا ان کی خدمت میں کمی کرے یا انہیں سخت الفاظ اور درشت لب و لہجہ میں جواب دے۔ خیال رہے کہ بڑھاپے میں مزاج جڑ جڑا ہو جاتا ہے اور غصہ بڑھ جاتا ہے ایسے وقت میں ان کی سخت باتوں کو برداشت کرتا رہے ایسے حالات میں ان کو راضی رکھے۔ انشاء اللہ دونوں جہان میں آرام پائے گا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَأِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا
أَفٍّ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا. (ترجمہ :- تمہارے ہوتے ہوئے
دونوں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اف تک نہ کہو اور نرمی سے گفتگو کرو)
بڑھاپے کا ذکر بار بار اس لئے ہوتا ہے کہ وہ وقت سنبھالنے کا ہوتا ہے جس نے وہ وقت سنبھال لیا
اس نے کمائی کر لی ایسے آڑے وقت میں ان پر دل کھول کر خرچ کرو ان کی خدمت بھی کرو ان

کے لئے دعا بھی کرو۔ بچپن میں یہ مجبور تھا تو والدین نے پرورش کی نگہداشت کی اور اب وہ مجبور ہیں تو یہ انہیں سنبھالنے اللہ کی رحمت اسے سنبھالے گی۔

(مرقات)

یہاں صاحب شرح مسلم فرماتے ہیں کہ عَنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبِي يَهُ أَوْ أَحَدٍ هُمَا فِي كُلِّ يَوْمٍ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ عِنْدَهُ يَسَّ غُفِرَ لَهُ.

(کامل الابن عدی)

یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورہ یسین پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ تین چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے۔ ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا قرآن مجید کو اور سمندر کو۔ (ابو نعیم شرح مسلم)

حدیث نمبر :- ۱۰۵

اپنے انساب کو یاد رکھنا اور رشتے جوڑنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ فَإِنَّ صَلَاةَ الرَّحِمِ مُجِيبَةٌ فِي الْأَهْلِ مَثْرَاءٌ فِي الْمَالِ مَنْسَاءٌ فِي الْأَثْرِ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا أَحَدُ يَثْ غَرِيبٌ) مشکوٰۃ باب البر والصلة

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے نسب یاد رکھو جس سے اپنے رشتے جوڑو کیونکہ رشتے جوڑنا گھڑ والوں میں محبت ہے، مال میں برکت ہے، عمر میں درازی ہے۔ (ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح :-

مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامُكُمْ اپنے دو دھیال ’نھیال کے رشتے یاد رکھو اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کس سے ہمارا کیا رشتہ ہے تاکہ رشتوں کے مراتب کے مطابق حقوق ادا کئے جائیں۔ صلہ رحمی کا ناطہ قائم رہے گا۔ اگر تم کو رشتوں کی خبر نہ ہوگی تو ان سے سلوک کیسے کرو گے؟ مَثْرَاةٌ بنا ہے ثری سے بمعنی کثرت۔ اسی سے ”ثروت“ ہے۔ مثرات کے معنی ہیں مال میں اضافہ اور ذریعہ برکت۔

مَنْسَاةٌ بنا ہے نساء سے بمعنی تاخیر یا دیر۔ اس لئے ادھار کو نسیہ کہتے ہیں کیونکہ اس کی وصولی میں دیر ہوتی ہے۔

صلہ رحمی سے انسان کی عمر میں برکت ہوتی ہے۔ راحت ’چھین اور سکون کے باعث نعمت عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ قطع رحمی سے کشیدگی اور ہر پریشانی جنم لیتی ہے جبکہ صلہ رحمی سے خوشی و مسرت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور قربتوں اور محبتوں کی فراوانی ہوتی ہے۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۰۶

صلہ رحمی کرنے والا کون ہے؟

عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَأَصِلُ بِالْمُكَافِي وَ لَكِنَّ الْوَأَصِلَ الَّذِي
إِذَا قُطِعَتْ رَحْمَةُ وَ صَلَّىهَا -

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ :-

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو یہ کہہ چکا ہو لیکن جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑ دے۔
(بخاری مشکوٰۃ باب البر والصلۃ)

تشریح :-

وَصَلَّهَا وَ اسے جوڑ دے جو شخص اپنے عزیزوں سے سلوک کرے وہ کچھ کریں تو بدلہ چکانے کے لئے جو ابنا کچھ کرے تو یہ کوئی کمال نہیں۔ کامل رشتے جوڑنے والا وہ ہے جو اپنے عزیزوں کی برائی کا بدلہ بھی بھلائی سے دے۔ وہ زیادتی کریں اور یہ حسن سلوک کا مظاہرہ کرے۔ حضور ﷺ کا عمل شریف صلہ رحمی اور حسن سلوک کی اکمل تفسیر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ستم سہہ کران کی پرورش فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِدْفَعْ بِاَلَّتِي هِيَ اَحْسَنُ غرض یہ کہ یہ حدیث طیبہ کمال اخلاق کی تعلیم دے رہی ہے۔ آج تعلیمات نبوی ﷺ سے دوری کی وجہ سے گھروں قبیلوں اور خاندانوں سے سکھ چین رخصت ہو رہا ہے۔ وہ ہمارے باپ کی وفات پر نہ آیا ہم اس کے کسی رشتے دار کی موت پر تعزیت کیوں کریں۔ اس طرح کا تصور حضور ﷺ کی تعلیمات کے منافی ہے۔ کاش کہ آج ہم پھر حضور ﷺ کی تعلیمات مقدسہ کو سمجھیں اور رشتوں کے تقدس کو کسی صورت پامال نہ ہونے دیں۔
(مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۰۷

قرابت داروں کی بے رخی پر ان سے تعلق جوڑنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي قَرَابَةَ أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي وَأَحْسَنُ إِلَيْهِمْ وَيَسِيئُونَ إِلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفِهِمُ الْمَلُّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب البر والصلة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے قرابت دار ہیں میں ان سے جوڑتا ہوں وہ مجھ سے توڑتے ہیں میں ان سے بھلائی کرتا ہوں وہ مجھ سے بُرائی کرتے ہیں میں ان سے بردباری سے برتاؤں وہ مجھ پر جہالت کرتے ہیں تو فرمایا کہ اگر تو ویسا ہی ہے جیسا کہہ رہا ہے تو تو ان کے منہ میں بھوبل ڈال رہا ہے اور تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ان پر ایک مددگار رہے گا جب تک تو اس حال پر رہے۔ (مسلم)

تشریح :-

قرابت سے مراد ذی قرابت یعنی رشتہ دار ہیں۔ یہ صاحب ان کی شکایت بارگاہ رسالت ﷺ میں کر رہے ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ میں ہر طرح ان کی برائیوں کا بدلہ بھلائی سے

دیتا ہوں۔ یہ دوسروں کی غیبت یا اپنی شیخی مارنا نہیں بلکہ مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ تسف کے معنی ہیں ان کے منہ میں بھرتا ہے۔ مسل میم کے فتح لام کے شد سے بمعنی گرم راکھ جسے اردو میں بھوبل کہتے ہیں۔ اس جملہ کے بہت معنی ہیں۔ (۱) اس حالت میں ان لوگوں کو تیرا مال حرام ہے اور پھر وہ کھار ہے ہیں تو گویا اپنے منہ میں گرم راکھ بھر رہے ہیں۔ (۲) ان کو ان حالات میں ایسی شرمندگی چاہیے کہ ان کے منہ جھلس جائیں جیسے بھوبل پڑ جانے سے منہ جھلس جاتا ہے۔ (۳) ان کی برائیوں کے عوض تیرا ان سے سلوک کرنا گویا ان کے منہ میں بھوبل بھرتا ہے تو انہیں ذلیل کر رہا ہے۔ تیری عزت بڑھ رہی ہے اور ان کی شرمندگی و ذلت بڑھ رہی ہے۔ خیرات کرنے سے مال بڑھتا ہے اور عفو و کرم سے عزت بڑھتی ہے۔

مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِكَ یعنی جب تک تیرا یہ حلم اور برائی کے عوض بھلائی ہے تب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے مدد پہنچتی رہے گی یا تجھ پر رب کی طرف سے فرشتہ مقرر رہے گا جو تجھے ان کے شر سے بچائے گا اور تیرے عزت و مال میں برکت دے گا۔ (مرآت)

یہاں صاحب شرح مسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قطع رحم کرنے والے کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے وہ ان کو جلی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے۔ اس جلتی ہوئی راکھ کھانے کو اس عذاب سے تشبیہ دی ہے جو قطع رحم کرنے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوگا اور اس میں حسن سلوک کرنے والے پر کوئی ضرر نہیں ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کرنے والے کی مسلسل نیکیوں اور بدکار کی مسلسل جفاؤں سے وہ دل میں جلتا ہے اور اپنی بدسلوکی کا احساس کر کے اپنی حقارت محسوس کرتا ہے جیسے کسی کے منہ پر جلتی ہوئی آگ ڈال دی ہو نیز اس حدیث میں ہے کہ جب تک تم اس روش پر رہو گے اللہ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی جفا کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں صبر کی توفیق دیکر تمہاری مدد کرے گا۔ اور دنیا و آخرت میں تمہارا درجہ بلند کرے گا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے متعلق تمہیں یہ گمان ہے کہ وہ تمہارے سلام کا جواب نہیں

دے گا تم اس کو سلام مت کرو کیونکہ تم سلام کر کے اس کو حرام کا مرتکب کر رہے ہو۔ یہ نکتہ غلط ہے بلکہ تم اس کو سلام کرو ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے توبہ کر لے اور تم کسی ظنی امر کی وجہ سے سنت کو مت چھوڑو اور اس حدیث میں بھی اس قول کا رد ہے کیونکہ آپ نے سوال کرنے والے صحابی کو اس حسن سلوک پر دوام اور بقاء کی ہدایت دی اور اس روش پر رہنے سے انسان کو بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنے اور برائی کا جواب دینے کا موقع ملتا ہے۔

(شرح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔

حدیث نمبر :- ۱۰۸

اگر ماں نہ ہو تو خالہ اس کی قائم مقام ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ أُمِّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَرَّهَا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا ہے تو کیا میری توبہ ہو سکتی ہے

؟ فرمایا کیا تیری ماں ہے 'عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تیری کوئی خالہ ہے 'عرض کیا ہاں ' فرمایا اس سے اچھا سلوک کرو۔ (ترمذی ' مشکوٰۃ باب البر والصلۃ)

تشریح :-

أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا یعنی میں نے قولی یا عملی بدترین گناہ کر لیا ہے ایسے بدترین گناہ کی بھی توبہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ خیال رہے کہ یہاں سوال گناہ کے متعلق ہے کسی بندے کے حق کے متعلق نہیں کہ حق العبد بغیر ادا کئے یا بغیر اس صاحب حق کے معاف کئے معاف نہیں ہوتا فَبَرُّهُمَا یہ ہے حضور ﷺ کی شان پردہ پوشی کہ اس سے یہ نہیں پوچھا کہ تو نے گناہ کیا کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کے سامنے بیان کر کے رسوا نہ ہو۔ حضور ﷺ کو معلوم تھا کہ اس نے وہ گناہ کیا ہے جو صلہ رحمی کی وجہ سے معاف ہو سکتا ہے کسی کا حق نہیں مارا ہے جس کی معافی صلہ رحمی وغیرہ نیک عمل سے نہ ہو سکے۔ اس فرمان عالی سے دو مسئلے معلوم ہوئے ' ایک یہ کہ صلہ رحمی سے گناہ معاف ہوتے ہیں کہ صلہ رحمی بھی نیکی ہے اور نیکیوں سے گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (ترجمہ :- برائیوں کو نیکیاں زائل کر دیتی ہیں) دوسرا یہ کہ چھپے گناہ کی توبہ بھی چھپ کر ہی کرے۔ ہاں علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ کرے۔ التَّوْبَةُ عَلٰی قَدْرِ الْحُوبَةِ توبہ گناہ کے حد کی ہو۔ اس سے نبی کریم ﷺ کے علم غیب کا بھی ثبوت ہوا۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۰۹

والدین کی موت کے بعد ان کا حق

عَنْ أَبِي أَسِيدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلْمَةَ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بَرِّ أَبِي شَيْءٌ أَبْرُهُمَا بِهِ بَعْدَ
مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا وَالْإِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَ
إِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَاصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُؤْ
صَلُّ إِلَّا بِهِمَا وَكَرَامُ صَدِيقِهِمَا.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ) مُشْكُوَّةُ بَابِ الْبِرِّ وَالصَّلَاةِ

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابواسید ساعدیؓ سے فرماتے ہیں جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس
تھے کہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے والدین کی بھلائیوں میں سے
کوئی بھلائی باقی ہے؟ جو میں ان کی موت کے بعد ان سے کروں فرمایا ہاں ان کے لئے
دعائے رحمت ان کی بخشش کی دعا ان کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا اور ان رشتوں کو جوڑنا جو
ان ہی کی وجہ سے ہی جوڑے جائیں اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)

تشریح :-

اسید ساعدیؓ صحابی انصاری ہیں۔ تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔
آپ سے بہت محدثین نے روایات کیں۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ (۷۸) سال عمر پائی۔
۶۰ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سارے بدری صحابہؓ میں آخری صحابی تھے۔ آپ کی وفات سے
بدری صحابہ کا سلسلہ ختم ہوا بڑی عظمت والے تھے۔

هَلْ بَقِيَ مِنْ بَرِّ لِعَنِي مِيرے والدین انتقال کر چکے ہیں اب میں ان سے کوئی

سلوک کیسے کروں دل کرتا ہے کہ سلوک کا سلسلہ جاری رہے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا تم ان کے ساتھ چار قسم کے سلوک کر سکتے ہو۔ ایک تو انکے لئے دعائے خیر اور ان کے گناہوں کی معافی کی رب سے درخواست دعا میں نماز جنازہ بھی داخل ہے۔ (مرقات)

ہر نماز کے آخر میں رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ پڑھنا بھی ان کے نام پر صدقات و خیرات کرنا بھی ان کی طرف سے حج بدل کرنا یا کرانا بھی۔ ان کا ۳ واں دسواں چالیسواں اور برسی وغیرہ کرنا بھی۔ الغرض یہ لفظ بہت جامع ہے۔

(مرات)

مزید یہ کہ خالق کائنات نے ہمیں یہ دعا مانگنا بھی بتایا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِيْ صَغِيْرًا وَالِدِيْنَ كِيْ وَصِيْتٍ پُوْرِيْ كَرْنًا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی سے جو وعدہ کیا ہو اور بغیر پورا کئے مر گئے ہوں وہ پورا کرنا اس میں ادائے قرض بھی شامل ہے۔ بعض لوگ اپنے والدین کی اچھی رسمیں باقی رکھتے ہیں۔ یہ بھی اس میں داخل ہے۔ اگر والدین کسی تاریخ کو خیرات کرتے تھے یا میلاد شریف یا گیارہویں شریف کرتے تھے تو وہ ہمیشہ نبھاتے رہیں۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اس مسجد کی آبادی کی کوشش کرنا۔ جس خانقاہ سے انہیں عقیدت تھی اس خانقاہ سے وابستہ رہنا یہ تمام صورتیں اسی حدیث میں داخل ہیں۔

لَا تُوْصَلُ الْاَبِيْهِمَا اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جن

عزیزوں سے رشتہ صرف ماں باپ کی وجہ سے ہو دوسری وجہ سے نہ ہو ان سے سلوک کرنا کہ یہ میرے والدین کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اس میں بھائی بہن چچا ماموں پھوپھی خالہ سب ہی داخل ہیں۔ دوسرا یہ کہ خالص رضاء والدین کے لئے ان سے سلوک کرنا اپنی ناموری یا شہرت وغیرہ کو دخل نہ دے اس سے معلوم ہوا کہ بندوں کی رضا کے لئے کام کرنا بھی بعض صورتوں میں ثواب کا باعث ہے۔ لہذا حضور ﷺ کی رضا کے لئے نیک اعمال کرنا بالکل جائز ہے۔ شرک یا گناہ نہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا حق والدین سے زیادہ ہے۔ مرقات اور اشعۃ نے اسی دوسرے احتمال کو اختیار کیا۔
غرضیکہ ان عزیزوں کی والدین کی رضا کے لئے خدمت کرے اور والدین کی رضا اللہ ورسول ﷺ کے لئے چاہیے۔

اَكْرَامٌ صَدِيقِهِمَا احترام میں تعظیم واکرام بھی شامل ہے اور ان کی خدمت ان پر
مال خرچ کرنا بھی شامل ہے۔ بیٹے کو چاہیے کہ باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک اور ماں کی
سہیلیوں کی قدر کرے۔

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۱۰

والدین کے نافرمان کیلئے عجب عمل ان کی وفات کے بعد
عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
الْعَبْدَ لَيَمُوتُ وَالِدَاهُ أَوْ أَحَدُهُمَا وَإِنَّهُ لَهُمَا لِعَاقٍ فَلَا
يَزَالُ يَدْعُو لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتَّىٰ يَكْتُبَهُ اللَّهُ بَارًا.
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب البرصلة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ
کوئی بندہ جس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک فوت ہو جائے اور وہ ان کا نافرمان ہو پھر وہ ان
کے لئے دعا کرتا رہے بخشش مانگتا رہے۔ حتیٰ کہ اللہ اسے نیکو کار لکھ دیتا ہے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ والدین کی نافرمانی میں حق اللہ کی تلفی بھی ہے اور حق العباد کی بربادی بھی۔ لہذا یہ گناہ بھی ہے اور ماں باپ کا حق مارنا بھی اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔

يَدْعُو لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا یعنی یہ نافرمان والدین کی وفات کے بعد اولاً نافرمانی سے توبہ کرے۔ پھر مرتے دم تک ان کے لئے گناہوں سے بخشش کی دعا اور ایصالِ ثواب کرتا رہے تو رب تعالیٰ برزخ میں اسکے والدین کو اس سے راضی کر دے گا۔ یاد رہے کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ معاف نہیں ہوتا۔

(مرقات)

ہم لوگ ماں باپ کی وفات کے بعد ان کا ۳ واں ۴۰ واں ۱۰ واں اور برسی وغیرہ یا وقتاً فوقتاً ان کے نام پر جو خیرات کرتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے بلکہ ہر نمازی نماز ختم کرتے وقت ماں باپ کو دعائیں دیکر سلام پھیرتا ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۱۱

حج مقبول کا ثواب کیسے حاصل ہو؟

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةً رَحْمَةً إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُورَةً قَالُوا وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اللَّهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب البر والفضل

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی اپنے ماں باپ سے بھلائی کرنے والا لڑکا جو اپنے والدین کو ایک نظر رحمت سے دیکھے مگر اللہ اس کے لئے نظر کے عوض مقبول حج لکھتا ہے۔ عرض کیا کہ اگر چہ ہر دن سو بار دیکھے فرمایا ہاں اللہ سب سے بڑا ہے اور سب سے پاک ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اطاعت شعار لڑکے کو فرمانبرداری کا ثواب تو ملے گا ہی لیکن پیار اور محبت سے انہیں دیکھنے کا الگ ثواب ملے گا۔ غور کیجیے کہ جب والدین کے دیکھنے کا اتنا ثواب ہے تو جو مومن ان آنکھوں سے حضور ﷺ کا چہرہ انور محبت سے دیکھے اس کو ثواب کتنا ملے گا۔ اس کا اندازہ میری عقل سے وراء ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے نام پاک کو محبت سے دیکھنا چومنا بھی ثواب ہے۔

خوشا وہ وقت کہ طیّہ مقام تھا ان کا

خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا ان کا

عرض کیا گیا کہ اگر دن میں سو بار دیکھے تو پھر۔ (شاید) سائل نے سمجھا ہوگا کہ دن بھر کی نگاہیں ایک بار میں شمار ہوں گی اس لئے یہ سوال کر کے مسئلہ حل کرالیا کہ والدین کو دن بھر میں سو (۱۰۰) دفعہ بھی اگر نظر رحمت سے دیکھا جائے تو ہر بار دیکھنے کا ثواب حج مقبول ہے۔

(مرآت)

حضور ﷺ کا جواب اللہ اکبر سے دینا اس لئے ہے کہ اللہ کو ایسی چیزوں کی پروا نہیں کہ کتنا دیا اور کتنا دے رہا ہوں وہ ایسے احساسات سے بہت بلند ہے۔

حدیث نمبر :- ۱۱۲

فرمان رسول ﷺ کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں
 عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
 تَطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنِ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ
 فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب المفاخرة والعصبية

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
 تم مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بڑھایا میں اس کا
 بندہ ہی ہوں تو کہو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ۔ (بخاری و مسلم)

تشریح :-

لَا تَطْرُونِي بِنَا هِيَ اِطْرَاءٌ سَعِي مَبَالِغَةٌ كَرْنَا جَهْوَى تَعْرِيفُ كَرْنَا حَدَسَ بَرَاهَانَا لَعْنَى
 مجھے خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا تعالیٰ کا رشتہ دار عزیز نہ کہو کہ یہ چیزیں ہم جنسوں میں ہوتی ہیں۔ رب
 تعالیٰ جنس سے پاک ہے۔ یہاں خاص مبالغہ کی ممانعت ہے یعنی جس قسم کا مبالغہ عیسائیوں نے
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا تم میرے بارے میں وہ نہ کرو۔

عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ اس کے معنی یہ نہیں کہ تم مجھے عبد اللہ ورسولہ کے سوا کچھ نہ کہو
 نہ شفیق المذنبین کہو نہ رحمت اللعالمین کہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میری وہ صفات بیان کرو جو عبدیت
 کے ماتحت ہوں۔ الوبیۃ والی صفات مت بیان کرو لہذا یہ حدیث ان احادیث کے متعارض نہیں۔

اسی جگہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

و حَقِيقَتِ بَیِّنِ كَيْفِ جِزِ خَدَا حَقِيقَتِ اَوْ رَا نَدَانِد
 سَ وَ ثَنَائِ اَوْ نَتَوَانِد كَفْتِ زِيْرَا كَهْ اَوْ رَا چِنَانِچِ اَوْسْتِ
 ہِچکس جُزِ خَدَا تَنَاسِدِ چِنَانَكِهْ خَدَا رَا چَوں اَوْسْتِ كَسْ نَهْ شَنَاخْتِ
 ترجمہ :-

اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کے بغیر حضور ﷺ کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا اور آپ کی
 تعریف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور ﷺ کی ذات کو خدا نے پہچانا ہے اور خدا کی ذات کو حضور ﷺ
 نے ہی پہچانا ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

حدیث نمبر : ۱۱۳

جو کسی کو کافر کہے اور وہ نہ ہو تو کفر اسی پر لوٹ آتا ہے

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكَفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللَّهِ وَ لَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا
 عَادَ عَلَيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ مِنَ النِّغْيَةِ وَالشُّتْمِ۔

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
 جو کسی شخص کے کافر ہونے کا دعویٰ کرے یا کہے اللہ کا دشمن اور وہ ایسا نہ ہو مگر اس پر لوٹتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تشریح:-

شراح مشکوٰۃ مفتی احمد یار خان نعیمیؒ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافر یا فاسق ہو اتب تو یہ الفاظ اس پر صادق آئے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا کافر یا فاسق ہو جائے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے۔ بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے۔ جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے حدِ قذف لگ سکتی ہے۔

(مرآت)

حدیث نمبر : ۱۱۴

نسب کسی کی فضیلت یا گالی کا سبب نہیں

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَسَا بَكُمْ هَذِهِ لَيْسَتْ بِمَسَبَّةٍ عَلَيَّ أَحَدٍ كَلُّكُمْ بَنُو آدَمَ طَفَّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلُوءْهُ لَيْسَ لِأَحَدٍ عَلَيَّ أَحَدٍ فَضْلٌ إِلَّا بَدِينٍ وَتَقْوَى كَفَى بِالرَّجُلِ أَنْ يَكُونَ بَدِيًّا فَاجْتَنِبُوا بَخِيلًا

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي عَاصِمٍ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ:-

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے یہ نسب کسی پر گالی کا سبب نہیں ہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو جیسے صاع کی چیز

صاع (ٹوپہ) سے ہے۔ جسے اسنے بھرانہ ہو۔ کسی کو کسی پر کوئی برتری نہیں مگر دین اور تقویٰ سے۔ انسان کے لئے یہ عار کافی ہے کہ وہ بد زبان فحش گو کنجوس ہو۔

(احمد، بیہقی، مشکوٰۃ باب المفاخرۃ والعصبیۃ)

لَيْسَتْ بِمَسَبَّةٍ نَسْبِ گالی کا باعث نہیں۔ کوئی کسی کو نسب کی گالی نہ دے۔ جیسے کہا جاتا ہے او جولا ہے! اونائی! وغیرہ اگر حقارت کرنا مقصود ہو تو یہ حرام ہے۔ یہ مرض پھیلتا جا رہا ہے جس سے انسانیت کی تحقیر ہوتی ہے۔

طَفَّ ط کے فَتَحَہ سے ف کے شد سے بمعنی کم ہونا یا کم کرنا۔ اسی سے ہے تطفیف، بمعنی کم تولنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

“وَيَلِّ لِّلْمُطَفِّفِينَ” اصطلاح میں طف وہ چیز ہے جو صاع (ٹوپہ) وغیرہ پیانہ میں بھری جائے مگر اسے پرنہ کرے کچھ خالی رہے، مطلب یہ ہے کہ ہر انسان پورا کامل انسان نہیں اس میں کچھ کمی ضرور ہے جیسے صاع پیانہ کا طف کہ اس میں کمی ہوتی ہے۔

بَذِيًّا فَأَحْشًا بِخِيَلًا بد زبانی، فحش گوئی اور کنجوسی یہ خصلتیں باعث شرم و عار ہیں نہ کہ نسب۔ ان عیوب سے بچنے کی کوشش کرو نسب پر طعن کیسا۔ رزق حلال کمانے کے لئے جو بھی پیشہ اختیار کیا جائے درست ہے ہاں آج کل کچھ ایسے کاروبار بھی چل نکلے ہیں جن سے فحاشی و عریانی اور مغربیت کو فروغ مل رہا ہے اور ہمارے نوجوان اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں۔ یہ واقعی قابل مذمت ہیں۔ مثلاً انڈین فلموں کے وڈیو کیسٹ، بلیو پرنٹ، یہ سب ”فاحشا“ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ایسی کمائی جو مخرب اخلاق لٹریچر یا کسی ایسی سرگرمی سے حاصل کی جائے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا مذموم ہے۔ مذکورہ حدیث مقدسہ میں واضح کیا گیا ہے کہ سب آدم کی اولاد ہیں۔ فضیلت کا معیار تقویٰ اور دین ہے۔ قابل نفرت تو رذائل ہیں جو (بد زبانی، بے حیائی اور کنجوسی) پر ہیں۔ (مرآت)

حدیث نمبر : ۱۱۵

ایک صحابیؓ سے حضور ﷺ کا خوش طبعی فرمانا

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرَ ابْنِ حَرَامٍ وَكَانَ يُهْدِي لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَادِيَةِ فَجَهَّزَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتْنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوهُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحِبُّهُ وَكَانَ دَمِيمًا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ فَأَحْتَضَنَتْهُ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ لَا يَبْصُرُهُ فَقَالَ أُرْسِلْنِي مِنْ هَذَا فَالْتَفَتُ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْزَقَ ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عَرَفَهُ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذْ وَاللَّهِ تَجِدُنِي كَأَسَدٍ أَفَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتُ بِكَاسِدٍ

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ) مشکوٰۃ باب المزاح

ترجمہ :-

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص زاہر بن حرام تھے اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ہد یہ لاتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ انہیں سامان دیتے تھے۔ جب وہ جانا چاہتے، نبی کریم ﷺ فرماتے کہ زاہر ہمارے دیہاتی بھائی ہیں اور ہم زاہر کے شہری ہیں اور نبی کریم ﷺ ان سے محبت کرتے تھے، وہ خوبصورت نہ تھے۔ ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے، زاہر اپنا سامان بیچ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا وہ حضور ﷺ کو نہ دیکھتے تھے۔ بولے یہ کون ہیں؟ مجھے چھوڑ دو انہوں نے التفات کیا تو نبی کریم ﷺ کو پہچان لیا تو انہوں نے کمی نہیں کی۔ اپنی پشت نبی کریم ﷺ کے سینہ انور سے رگڑنے لگے جبکہ حضور ﷺ کو پہچان لیا اور نبی کریم فرمانے لگے اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ وہ بولے تب تو اللہ کی قسم آپ ﷺ مجھے بے قیمت پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن تم اللہ کے نزدیک بے قیمت نہیں ہو۔

(شرح سنہ)

تشریح :-

حدیث مذکورہ میں جن خوش نصیب صحابی حضرت زاہر بن حرام کا ذکر ہے ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے حتیٰ کہ صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب اکمال میں بھی بیان نہیں کئے، کیونکہ یہ صحابی کسی حدیث کے راوی نہیں ہیں۔

يُهْدِي لِلنَّبِيِّ ﷺ ديہاتی چیزیں پھل پھلاری، کھیت کی پیداوار وغیرہ حضور انور ﷺ کے لئے تحفہ لایا کرتے تھے۔

فَجَهَّزَهُ 'جب زاہر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے جانے لگتے تو حضور ﷺ شہر میں پائی جانے والی چیزیں انہیں بطور تحفہ عنایت فرماتے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے گھر لے جائیں۔

زَاهِرًا أَبَادِيَّتِنَا وَنَحْنُ حَاضِرُونَ ۝ یعنی زاہر ہماری دیہاتی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں اور ہم زاہر کی شہری ضروریات پوری کرتے ہیں۔ گویا زاہر ہمارا گاؤں ہیں اور ہم زاہر کا شہر۔ یہ اخلاقِ کریمانہ ہیں کہ اپنے غلاموں کو ان القاب سے نوازتے ہیں۔

دَمِيمًا اگر وہ ویسے ہی تھے جیسے حبشی لوگ خصوصاً دیہاتی ہوتے ہیں۔ شکل و لباس دیہات کا سا۔ دَمِيمٌ کے معنی ہوتے ہیں بد شکل، مگر اس کی شکل پر ہزار ہا حسین قربان کہ جن سے حضور نبی کریم ﷺ محبت فرماتے تھے۔ جسے پیا چاہے وہ سہاگن۔

(مرقات)

فَا حَتَّضْنَاهُ مِنْ خَلْفِهِ اس طرح کہ حضور انور ﷺ ان کے پیچھے بیٹھے۔ انہیں اپنی گود میں لے لیا۔ انکی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اپنا ہاتھ شریف زاہر کی آنکھوں پر رکھ لیا۔ یعنی پچانو ہم کون ہیں؟ یہ واقعہ بیچ بازار ہو رہا ہے۔ کاش اس وقت میں بھی وہاں ہوتا اور حضرت زاہر کے قدموں سے اپنی آنکھیں ملتا۔ حضرت زاہرؓ پچان تو پہلے ہی گئے ہوں گے بھلا حضور ﷺ کی خوشبو اور مہک کسی اور میں کہاں۔ مقصد یہ ہے کہ جب انہوں نے حضورؐ کو آنکھوں میں دیکھ لیا بذریعہ کنکھیوں کے۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور ﷺ کے جسم اطہر میں ایسی خوشبو تھی کہ جس گلی سے گزرتے وہاں کے گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ پچان جاتے تھے کہ حضور ﷺ گزرے ہیں۔

آمدی از پس بازی چشم پوشیدی مرا
اے نگار دست رنگیں دست بکشا کیستی

ترجمہ :- تو نے آ کے پیچھے سے مری آنکھ کو چھپا لیا ہے۔ اے سونے ہاتھ والے

محبوب بتا تو سہی تو کون ہے؟

فَجَعَلَ لَا يَأْكُومَا الزَّقَّ ظَهْرَهُ حضرت زاہرؓ نے یہ موقع غنیمت جانا کہ خود حضور انور ﷺ نے مجھے اپنی گود میں لے لیا ہے اور سینہ میری پشت سے متصل کر دیا ہے ایسے موقعے بار بار نہیں آتے اس لئے اپنی پشت کو حضور ﷺ کے سینہ انور سے خوب مس کیا برکت حاصل کرنے کے لئے۔ معلوم ہوا کہ اپنے خدام سے خوش طبعی کرنا سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور برکت کے لئے بزرگوں کا جسم ان کے کپڑے چھونے سنت صحابہ ہے۔

مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ يَهُدَى كَلَامٌ بِالْكَلِّ حَقٌّ هُوَ۔ عبد سے مراد عبد اللہ اور خریدنے سے مراد ہے اس کے عوض دوسرا لانا یعنی کون ہے جو اس جیسا اللہ کا بندہ مجھے دکھائے یا اشترأء میں تجرید ہے۔ لہذا بمعنی ماخذ ہے یعنی اس اللہ کے بندے کو کون لیتا ہے مجھ سے۔

(مرقات)

وَاللَّهِ تَجِدُنِي كَأَسَدٍ أَلْعِنِي مَجْهِ فِي نَشْطَل نَه عَقْل نَه رَنك نَه دَهْنك مَجْهِ كُون قبول کرے گا ایسوں کو کون لیتا ہے۔ کاسد کا معنی ہوتا ہے کھوٹا ردی۔

لَسْتُ بِكَأَسَدٍ أَلْعِنِي اللّٰهُ كَزْدِيك تَم كَاسِد نَهِيں هُو۔ جو حضور ﷺ کا ہو جائے وہ بے قیمت کیسے ہو سکتا ہے ان کی قیمت سارا جہاں بھی نہیں ہو سکتا۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب تھے بازار میں جوئی چیز دیکھتے حضور انور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ لے جاتے تھے۔ جب چیز کا مالک قیمت مانگتا تو اسے بھی حضور ﷺ کے پاس لے آتے۔ عرض کرتے حضور ﷺ فلاں دن جو آپ کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی اس کی قیمت اسے دے دیں یہ تقاضا کر رہا ہے۔ حضور ﷺ تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے تو وہ چیز ہم کو ہدیہ دی تھی۔ عرض کرتے حضور میرے پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی۔ حضور قیمت ادا فرماتے مگر ان سے کچھ نہ کہتے۔ یہی ہے ”إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ“

(مرقات)

حدیث نمبر :- ۱۱۶

حضرت عائشہؓ کا حضور ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنا

عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَا وَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ لَا أَرَاكَ تَرْفَعِينَ صَوْتَكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجُزُهُ وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مَغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ حِينَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ كَيْفَ رَأَيْتَنِي أَنْقَذْتُكَ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ فَمَكَثَ أَبُو بَكْرٍ أَيَّامًا ثُمَّ اسْتَأْذَنَ فَوَجَدَهُمَا قَدْ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا أَدْخِلَانِي فِي سِلْمِكُمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا -

(رواه أبو داود) مشکوٰۃ باب المزاح۔

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اجازت مانگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی آواز بلند سنی تو جب آئے تو انہیں پکڑا تا کہ طمانچہ مار دیں اور فرمایا میں تم کو نہ دیکھوں کہ تم اپنی آواز کو نبی کریم ﷺ سے اونچی کرتی ہو تو

نبی کریم ﷺ ان کو روکنے لگے اور حضرت ابو بکرؓ ناراض ہو کر چلے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،
 جبکہ ابو بکر صدیقؓ چلے گئے، بولو تم نے مجھے کیسا دیکھا میں نے تم کو ان صاحب سے بچا لیا۔ راوی
 کہتے ہیں کہ پھر کچھ دن حضرت ابو بکرؓ ٹھہرے پھر اجازت مانگی تو ان دونوں حضرات کو صلح اور محبت
 میں پایا۔ عرض کیا کہ مجھے اپنی صلح صفائی میں داخل کر لو جس طرح تم نے مجھے اپنی لڑائی میں داخل
 کیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم نے کر لیا، ہم نے کر لیا

(ابوداؤد)

تشریح:-

نعمان ابن بشیر، آپ اسلام میں پہلے فرزند ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے۔ حضور انور
 ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی۔ آپ کے والدین صحابی ہیں

(مرآت)

صَوْتٌ عَالِيًا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضور ﷺ کو کسی بات کا
 جواب بلکہ آواز سے دے رہی تھیں یا بے پرواہی میں یا غصہ میں۔ محبوب کا غصہ بھی پیارا ہوتا ہے۔
 اسی لئے اس پر قرآن مجید میں عتاب نہیں آیا۔ ورنہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَابَكُمْ
 فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ (نبی کی آواز سے اپنی آوازیں اونچی نہ کیا کرو)۔

لَا أَرَاكَ اس جملہ کی روایت تین طرح ہے۔ لَا أَرَاكَ۔ میں تم کو دیکھ رہا ہوں
 میں تم کو آئندہ نہ دیکھوں کیا میں تم کو نہیں دیکھتا۔ دوسری روایت قوی تر ہے کہ یہ کلمہ نہیں اور
 مطلب یہ ہے کہ آپ نے گذشتہ پر سزا دینے کے لئے طمانچہ مارنا چاہا اور آئندہ کیلئے منع فرمایا۔
 یہ طمانچہ اس تادیب میں سے ہے جو والدین اپنی اولاد کو کیا کرتے ہیں۔ (مرآت)
 ملا علی قاری حنفی مرقات میں فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ دعائیہ ہے۔ یعنی خدا کرے میں تم کو

حضور ﷺ کے سامنے اونچی آواز کرتے نہ دیکھوں۔ (مرقات)

يَحْجُزُهُ يَا اس طرح کہ حضور انور ﷺ نے صدیق اکبرؓ کو پکڑ لیا کہ وہ نہ ماریں
یا اس طرح کہ حضور انور ﷺ دونوں کے درمیان آڑ ہو گئے کہ حضرت صدیقؓ و حضرت صدیقہؓ
کے درمیان کھڑے ہو گئے۔

خَرَّاجَ أَبُو بَكْرٍ مُغْضِبًا ابوبکرؓ عائشہ صدیقہؓ پر ناراض ہو کر گھر سے باہر چلے
گئے۔ یہ ناراضگی بھی عبادت ہے۔

مِنَ الرَّجُلِ یہاں حضور ﷺ نے من ایک نہ فرمایا الرجل فرمایا یعنی بہادر
مرد جسے اللہ و رسول ﷺ کے لئے غصہ آیا۔ یہ غصہ ان کی بہادری کی علامت ہے۔

(مرقات)

حضرت صدیق اکبرؓ کچھ روز حضرت عائشہؓ کے گھر نہ آئے۔ اتفاقاً حضرت صدیقہؓ پر
ناراضگی کی وجہ سے۔ پہلا احتمال قوی ہے پھر حاضر ہوئے شاید تین روز کے بعد حاضر ہوئے تو
حضور ﷺ نے نہایت شفقت و مہربانی فرمائی اور خوشی کے جذبہ میں تین بار یا دو بار یہ الفاظ
دہرائے کہ قَدْ فَعَلْنَا (مرقات)

حدیث نمبر :- ۱۱۷

منہ پر تعریف کرنے کی مذمت

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى يَتَمُّ الْمَدَّ حِينَ فَاحْتُوا فِي وَجُوهِهِمْ

التُّرَابَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغيبة والشتم۔

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت مقداد بن اسود سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم منہ پر تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی ڈال دو۔ (مسلم)

تشریح :-

مَدَّحِينَ سے مراد وہ جھولی چک ہیں جو خوشامد کے لئے لوگوں کے منہ پر تعریفیں کرتے ہیں بلکہ اس سے اپنا پیٹ بھی پالتے ہیں۔ جھوٹی تعریف کر کے اپنے سامنے والے کو خوش کرتے ہیں۔ جو آدمی کسی نیک شخص کی تعریف کرے جس سے اسکو اور زیادہ نیکی کی رغبت ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ اس لئے مداحین صیغہ مبالغہ ارشاد ہوا۔ یعنی تعریفیں کرنے کا عادی۔

بعض شارحین نے حدیث بالا کو بالکل ظاہری معنی پر رکھا کہ واقعی ان پر مٹی ڈال دو تا کہ آئندہ وہ اس کام کی جرات نہ کریں۔ دو چار دفعہ منہ پر خاک پڑ جانے سے اس عمل سے توبہ کر لیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس پر خاک ڈال دو۔ یہ نہ سمجھو کہ واقعی تم بڑے اچھے آدمی ہو یا یہ مطلب ہے کہ اسے کچھ دے دو۔ تھوڑا مال بھی گویا خاک ہے تاکہ وہ تمہاری ہجو نہ کرے کیونکہ ایسے لوگ کچھ نہ ملنے پر گالیاں دیتے ہیں یا مطلب ہے کہ انہیں بہت تھوڑا مال دو جو خاک برابر ہو زیادہ مال نہ دو۔ (مرآت)

حدیث نمبر : ۱۱۸

غیبت اور بہتان میں فرق

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَدْرُونَ مَا الْغَيْبَةُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ذَكَرْتُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهْتَهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِي رَوَايَةٍ إِذَا قُلْتَ لِأَخِيكَ مَا فِيهِ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ وَإِذَا قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيهِ فَقَدْ بَهْتَهُ.

مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغيبة والاشتم.

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ سب نے عرض کیا اللہ اور رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا نام پسندیدہ ذکر کرنا۔ عرض کیا گیا فرمائیے تو اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جو میں کہتا ہوں فرمایا اگر اس میں ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اسکی غیبت کی اور اگر اس میں وہ نہ ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اس پر بہتان لگایا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب تو اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو وہ کہے جو اس نے نہ کیا ہو تو تو نے اس پر بہتان لگایا۔

(مسلم)

حدیث نمبر :- ۱۱۹

خفیہ گناہ کو شہرت دینا کیسا ہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أُمَّتِي مُعَافِيٌّ إِلَّا الْمُجَاهِرُونَ وَإِنْ مِنَ الْمَجَانَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ فَيَقُولُ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا أَوْ قَدْ بَاتَ لَيْسَتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ -

(متفق عليه) مشکوٰۃ باب اللسان الغيبة والاشتم.

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری ساری امت کو عافیت دی جائے گی۔ سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے اور علانیہ سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص رات میں کوئی کام کرے پھر صبح پائے کہ اللہ نے اس کا پردہ رکھ لیا مگر وہ کہے اے فلاں میں نے آج رات ایسا ایسا کیا حالانکہ رات کو اس کے رب نے اسکو چھپا لیا۔ صبح کو اللہ کا پردہ خود ہی کھولنے لگا۔

(بخاری و مسلم)

تشریح :-

معافی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ عفو سے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی دی جائے گی دوسرا یہ کہ عافیت سے ہو یعنی اسے عافیت دی ہوئی ہے۔ اسکی نیت حرام ہے۔

إِلَّا الْمُبْجَاهِرُونَ یعنی علانیہ گناہ کرنے والوں کی نہ آخرت میں پردہ پوشی کی جائے گی نہ دنیا میں ان کی غیبت حرام ہوگی۔ ان کی غیبت جائز ہے کہ وہ خود ہی اپنی پردہ دری کر رہے ہیں اور پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ”مجانہ“ کے معنی اعلان بھی ہیں اور بے پرواہ بھی یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ یعنی اپنے چھپے گناہ خود ہی لوگوں پر ظاہر کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ستاری سے فائدہ اٹھا کر توبہ نہ کرے۔ مثلاً کوئی رات کو بدکاری کرے اور پھر صبح اپنے دوستوں سے اس کا ذکر کرتا پھرے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ چھپے گناہ کی چھپ کر توبہ کرے اور اعلان نہ کرے کہ توبہ کے اعلان میں گناہ کا بھی اعلان ہوگا۔ یہ حکم حقوق العباد اور بعض شرعی سزاؤں کے علاوہ دیگر جرموں کے لئے ہے اگر کسی کا حق ہم نے مار لیا اسے خبر نہ ہوئی تو ضرور اسے خبر دے اور حق ادا کرے۔ اگر خفیہ زنا کیا ہے تو قاضی کے پاس اقرار کر کے سزا لے جیسے حضرت ماعز نے کیا تھا۔

(مرأت)

حدیث نمبر : ۱۲۰

اس دنیا میں جنتی ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ تُوَفِّي رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ رَجُلٌ
أَبْشَرُ بِلِلْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَوْلَا تَدْرِي فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَا يَعْنِيهِ أَوْ بَخِلَ بِمَا لَا
يُنْقِصُهُ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے وفات پائی تو کسی نے کہا کہ مبارک ہے جنت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ شاید غیر مفید میں گفتگو کی یا نہ گھٹنے والی چیز میں بخل کیا ہو۔

(ترمذی 'مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیۃ والشتم')

تشریح :-

أُبَشِّرُ بِالْجَنَّةِ یعنی میری طرف سے جنت کی مبارک قبول کر کہ تو مومن 'متقی' صحابی ہو کر دنیا سے جا رہا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ یہ خطاب اس میت سے ہے تو اس شخص کے اس کلمہ پر سرکار نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ فوری جنتی ہونے کا فیصلہ کسی کے لئے نہیں کیا جاسکتا۔ ممکن ہے کہ اس شخص نے بیکار بات کر لی ہو یا مال یا علم میں بخل کیا ہو۔ اس کے حساب میں گرفتار ہو۔ جنت کا داخلہ اس کے حساب سے فراغت کے بعد میسر ہو۔

(مرآت)

رَبَّمَا لَا يَنْقُصُهُ کی وضاحت شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں کہ بخلی سے مراد ایسی چیز میں بخل کرنا ہے جس میں خود اسی کا نقصان نہ ہو مثلاً تعلیم علم یا ادائے زکوٰۃ کہ ان میں کسی کا اپنا کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ علم تعلیم سے اور مال ادائے زکوٰۃ سے بڑھتا ہے

(اشعۃ اللمعات)

حدیث نمبر :- ۱۲۱

اللہ کی رحمت میں صرف اپنے کو شریک کرنا ناپسندیدہ ہے
 عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَاءَ اِعْرَابِيٌّ فَا نَاخَ رَا حِلَّتَهُ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ
 دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَتَى رَا حِلَّتَهُ فَا طَلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادَى
 اَللّٰهُمَّ اِرْحَمْنِيْ وَ مَحَمَّدًا اَوْ لَا نُنْشِرِكُ فِيْ رَحْمَتِنَا اَحَدًا فَقَالَ
 رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَقُولُوْنَ هُوَ ضَلَّ
 اَمْ بَعِيْرَةٌ اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلَى مَا قَالَ قَالُوْا بَلَى -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) مشکوٰۃ باب اللسان الغيبة والشم.

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت جندبؓ سے فرماتے ہیں کہ ایک بدوی آیا اس نے اپنا اونٹ بٹھا دیا
 پھر اسے باندھ دیا۔ پھر مسجد میں آیا تو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر جب سلام پھیرا تو
 اپنی سواری کے پاس گیا اسے کھولا اس پر سوار ہوا پھر پکارا الہی مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہماری
 رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا کہتے ہو۔ یہ زیادہ بے وقوف ہے۔ یا
 اس کا اونٹ کیا تم نے نہ سنا جو اس نے کہا لوگ بولے ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔

(ابوداؤد)

تشریح:-

اعرابی یعنی بدوی حضرات اپنے گاؤں میں عموماً رہتے تھے اتفاقاً کبھی شہر میں کسی کام کے لئے آجاتے تھے وہ آداب سے کم واقف ہوتے تھے۔ اعرابی نے اپنی غلطی سے اس مذکورہ دعا کو بہت اچھا سمجھا اور حضور ﷺ کو خوش کرنے کے لئے یہ کہا اس لئے بلند آواز سے کہا کہ حضور ﷺ سن لیں اور خوش ہو جائیں یعنی رب العالمین مجھ پر اور حضور ﷺ پر ایسی خاص رحمت کر جو کسی پر نہ ہو۔ (مرأت)

یہاں صاحب اشعۃ للمعات **هُوَ ضَلَّ أُمَّ بَعِيرَةَ** (وہ زیادہ بے وقوف ہے یا اس کا اونٹ) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ضلالت سے مراد گمراہی یا بد عقیدگی نہیں بلکہ بے وقوفی و جہالت ہے کیونکہ اس نے وسیع رحمت کو تنگ کرنے کی دعا کی یا اس نے حضور ﷺ کی رحمت خاصہ میں اپنے کو شریک کیا اس میں بے ادبی ہے اور بظاہر دعویٰ مساوات کا ہے (مرأت)

معلوم ہوا کہ دعا صرف اپنے واسطے نہیں کرنی چاہیے بلکہ عام صیغوں سے کی جائے خصوصاً یہ کہنا کہ اور کسی پر رحم نہ کر یہ بہت ہی بُرا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا ظاہر ظہور عیب اس کی پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں کہ حضور ﷺ نے اس کی جہالت صحابہ سے بیان فرمائی جب کہ وہ سن نہ رہا تھا۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۲۲

بُرِّءِ آدَمِيَّ كَمَا سَأَلَ حَضْرَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا **عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائِذْ نُوِّأَهُ فَبِنَسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا**

جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ وَ
 انْبَسَطَ إِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ قُلْتَ لَهُ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِي وَجْهِهِ وَ انْبَسَطْتَ
 إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى
 عَاهَدْتَنِي فَحَاشَانِ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلًا يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسِ اتِّقَاءَ شَرِّهِ وَفِي رِوَايَةٍ اتِّقَاءَ فَحْشِهِ
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے
 حاضری کی اجازت مانگی فرمایا کہ اجازت دے دو یہ اس قبیلہ کابرا آدمی ہے پھر جب وہ بیٹھا تو نبی
 کریم ﷺ نے اس کے سامنے خندہ پیشانی اور کشادہ روئی فرمائی۔ پھر جب وہ شخص چلا گیا تو
 جناب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کے متعلق ایسا
 ایسا فرمایا پھر اس کے اوپر خنداں پیشانی اور کشادہ روئی فرمائی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم
 نے مجھے فحش گو کب پایا۔ اللہ کے نزدیک بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ ہے جسے لوگ چھوڑ
 دیں۔ اس کی شر سے ڈر کر اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے فحش سے ڈرتے ہوئے۔

(بخاری و مسلم مشکوٰۃ باب اللسان الغیبة والشم۔)

تشریح :-

فَبِنَسِ أَخُو الْعَشِيرَةِ قَبِيلَةَ كَابِرِ آدَمِي حَضُورِ انُورِ ﷺ نِي يِه بَاتِ اسِ وُقُوتِ

فرمائی جبکہ وہ ابھی حضور ﷺ کے پاس پہنچا نہ تھا بلکہ دروازے پر ہی تھا یعنی اس کے پس پشت بیان فرمایا جو لسغة غیبت ہے اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس آدمی کا نام عینیہ ابن حسن تھا۔ مَوْلَاةُ الْقُلُوب سے تھا۔ اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت کا تھا۔ حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گیا پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر دو بارہ مسلمان ہوا۔ اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ اس کا بھتیجا خرا بن قیس پختہ مسلمان صاحب علم حضرت عمرؓ کا خاص مقرب تھا۔ اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے۔ ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے آپ ناراض ہوئے۔ سزا دینی چاہی خرا بن قیس نے عرض کیا خُذِ الْكَفُوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (آپ معاف کریں اور اچھی بات کا حکم کریں جاہلوں سے روگردانی کریں) حضور یہ جاہل ہے آپ اسے درگزر فرمائیں۔

(مرقات اشعة)

بہر حال حضور ﷺ اپنی عادت کریمہ کے مطابق بہت اخلاق سے پیش آئے۔ کرم کریمانہ سے کلام فرمایا۔

وَ انْبَسَطَتْ اِلَيْهِ يَهِ يَهِ یہ کلام یا تو حضرت عروہ کا ہے اس لئے قُلْتُ نہ کہا بلکہ فَقَالَتْ عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا یا حضرت عائشہؓ کا ہی ہے مگر خود اپنے عمل کی حکایت اپنے نام سے کی۔ مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ کا یہ عمل شریف غیبت میں تو داخل نہیں ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں فرمایا اور سامنے اخلاق سے گفتگو فرمائی۔ یعنی فرمان عالی ارشاد ہوا کہ ہم دوست دشمن نیک و بد سب سے اخلاق ہی برتتے ہیں کسی سے کج خلقی یا بد اخلاقی سے پیش نہیں آتے تم کو ہمارا تجربہ ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے نالاں ہوتے ہیں مگر اس سے ڈر کر اس کا احترام کرتے ہیں۔ یہ انہیں میں سے ہے۔ اگر میں اس کے سامنے وہی کہتا جو اس کے پس پشت کہا

تھا تو یہ میرے پاس آنا چھوڑ دیتا اور اس کی اصلاح نہ ہو سکتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں نیز لوگوں کو اس کے شر سے بچانے کیلئے اس کے شر سے مطلع کر دینا غیبت نہیں نیز کسی کی اصلاح کے لئے اس کو برا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنتِ رسول ﷺ ہے۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جدا گانہ ہیں۔ حضور ﷺ حکیم مطلق ہیں۔ (مرآت)

حضرت خواجہ محمد عمرؒ بیر بلوی فرماتے تھے کہ اللہ کے مقربین اسکی ستاری اور غفاری والی صفت کو سموئے بیٹھے ہیں۔ کہ جو پریشان حال دنیا کا ٹھکرایا ہوا گناہ سے آلودہ شخص انکے در پر آتا ہے وہ دربار میں باریابی پاتا ہے اور انکے آستانوں سے اطمینان و تسلی کی دولت لے کر لوٹتا ہے۔

حدیث نمبر :- ۱۲۳

اللہ کے بہترین اور بدترین بندے کون ہیں؟

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ وَأَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ عِبَادِ اللَّهِ الَّذِينَ إِذَا رَأَوْا ذَكَرَ اللَّهَ وَشَرَّ أَرْعَابِ اللَّهِ الْمُشَاوَنَ بِالنَّمِيمَةِ الْمَفْرُقُونَ بَيْنَ الْأَحْبَةِ الْبَاغُونَ الْبِرَاءَ الْعَنْتَ -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي عَسَاكِرٍ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب اللسان من الغيبة والشتم۔

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن غنم اور اسماء بنت یزید سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب دیکھے جائیں تو اللہ یاد آ جائے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلی سے چلیں دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے پاک لوگوں میں عیب جوئی کرنے والے۔ (بیہقی شعب الایمان احمد)

تشریح:-

عبدالرحمن ابن غنم اشعری شامی اور جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ نے حضور ﷺ کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے۔ معاذ ابن جبل کے ساتھ رہے۔ (مرات)

صاحب اشعری فرماتے ہیں کہ آپ اشعری شامی کے کبار تابعین میں سے ثقہ تابعی ہیں۔ آپ نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام لائے۔ آپ نے معاذ بن جبل کی صحبت کی ہے۔ بخاری میں ہے کہ آپ نے صحبت کی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے جو ہم نے عرض کیا۔ آپ شام کے اعلیٰ درجہ کے فقیہ تھے۔ بہت سے فقہاء آپ کے شاگرد ہوئے۔ (اشعری)

اسماء بنت یزید صحابیہ انصاریہ ہیں۔ (اشعری)

بعض شارحین فرماتے ہیں کہ بہتر یہ تھا کہ حضرت اسماءؓ کا نام شریف پہلے ذکر کیا جاتا۔

(مرات)

خِيَارُ عِبَادِ اللَّهِ یعنی ان کے چہروں پر انوار و آثار عبادت ایسے ہوں کہ انہیں دیکھتے ہی رب یاد آ جائے۔ ان کے چہرے آئینہ خدا نما ہوں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت ہے۔ آپ کو جو دیکھتا تھا کہتا تھا لا الہ الا اللہ کیا کریم بہادر حلیم جوان ہے۔ (مرقات)

بعض لوگوں کے پاس بیٹھنے سے قلب جاری ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ داتا گنج بخش ہجویری

کے مزار پر پہنچ کر دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ مصری عورتوں نے جمال یوسفی دیکھتے ہی کہا تھا۔

وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ یہ ہے اللہ کی یاد آ جانا۔ یہاں شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ

میں ایک بار مکہ معظمہ کے بازار میں سر جھکائے جا رہا تھا کہ اچانک ایک شخص پر نظر پڑی۔ میرے منہ سے فوراً نکلا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

(اشعۃ للمعات)

مولانا فرماتے ہیں۔

اے لقاے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(تیرا دیدار ہی ہر سوال کا جواب ہے بتائے بغیر ہی ہر مشکل حل ہو جاتی ہے)

بِالنَّمِيمَةِ الْمَفْرُقُونَ معلوم ہوا کہ فساد و نفاق کے لئے چغلی کھانا ممنوع ہے۔

صلح کرانے کے لئے ایک دوسرے کو اچھی باتیں پہنچانا عبادت ہے۔ باغون جمع ہے باغی کی جس کا مادہ بَغِيَ ہے۔ بمعنی چاہنا ڈھونڈنا۔ بُرَاءُ جمع ہے بری کی بمعنی دور یعنی جو عیب سے دور ہوں ان میں عیب جوئی کرنے والے۔ اپنے عیب ڈھونڈنا عبادت ہے۔ دوسروں کے عیب ڈھونڈنا بُر ہے۔ خیال رہے کہ اللہ کے مقبول بندوں میں عیب جوئی کفر ہے بعض بد نصیبوں کو نبیوں ولیوں میں عیب جوئی کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ یہ رذیل عادت یعنی عیب جوئی موجودہ معاشرے میں ۹۵ فیصد تک موجود ہے۔ لوگ دوسروں کی عیب جوئی تو بڑی آسانی سے کر لیتے ہیں لیکن اپنے گریبان میں جھانکنے سے گریز ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بُری عادت سے بچائے۔ آمین

(مرآت)



حدیث نمبر :- ۱۲۴

غیبت کا کفارہ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
مَنْ كَفَّارَةَ الْغَيْبَةِ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنْ اغْتَابَتْهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ
اغْفِرْ لَنَا وَلَهُ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرَةِ وَقَالَ فِي هَذَا
الْأَسْنَادِ ضَعْفًا)

مشکوٰۃ باب اللسان من الغيبة والشم

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے
غیبت کے کفارہ میں سے یہ ہے کہ تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے جس کی تو نے غیبت کی
ہے۔ کہے کہ الہی ہم کو اور اس کو بخش دے۔ (بیہقی دعوات الکبیر اور بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث
کی اسناد میں ضعف ہے)

تشریح :-

اس فرمان عالی کے بہت معنی کئے گئے ہیں۔

- ۱۔ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ گئی تو وہ حق العبد بن گئی۔ اس سے جا کر
معافی مانگے اور اگر اس کی خبر غیبت والے کو نہ پہنچی تو حق اللہ ہے اس سے توبہ
کرے مگر اس توبہ میں غیبت والے کو بھی شامل کرے۔
- ۲۔ اگر غیبت والا زندہ ہے تو اس سے معافی مانگے اور اگر مر چکا ہے تو اس
کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

۳۔ غیبت والے سے معافی مانگے اگر وہ معاف کر دے تو خیر اگر معاف نہ کرے تو اس کیلئے دعائے مغفرت کرے۔

ملا علی قاری نے فرمایا کہ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ جائے تو حق العبد ہو جاتی ہے اگر خبر نہ پہنچے تو حق اللہ رہتی ہے۔ (مرقات)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ غیبت بہر حال حق العبد ہے خواہ اسے خبر پہنچے یا نہ پہنچے جیسے کسی کا مال مار لینا۔ بہر حال حق العبد ہے خواہ مال والے کو خبر پہنچے یا نہ پہنچے کیونکہ غیبت سے غیبت والے کی آبروریزی ہوتی ہے۔ اور آبرو بھی مال کی طرح حق العبد ہے۔ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ مردے کی غیبت زندہ کی غیبت سے سخت تر ہے کہ مردے سے معافی نہیں مانگی جاسکتی ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ غیبت والے سے معافی مانگیں تو اجمالاً مانگے یا تفصیلاً یعنی یہ بتا کر معافی مانگے کہ میں نے تجھے یہ کہا تھا یا صرف یہ کہہ دے کہ میں نے تیری غیبت کی تھی مجھے معاف کر دے۔ (مرات)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ غیبت کو لوگ معمولی چیز سمجھ کر اس سے توبہ نہیں کرتے حالانکہ یہ سخت گناہ ہے۔ زنا کبھی کوئی کرتا ہے اور زنا کو سخت گناہ سمجھ کر توبہ کر لیتے ہیں۔ مگر غیبت سب ہمیشہ کر لیتے ہیں۔ یہ عام و بآء ہے اس کو لوگ بُرا بھی نہیں سمجھتے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ (مرقات)

حدیث نمبر: ۱۲۵

ایک صحابی کا حضور ﷺ سے قصاص طلب کرنا

عَنْ أَسِيدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ

يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيهِ مِرَاحٌ بَيْنَنَا يَضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاصِرَتِهِ بَعُودٍ فَقَالَ
أَصْبِرْ نَبِيٌّ قَالَ أَصْطَبِرُ قَالَ إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيصًا وَكَأَيْسَ
عَلَيَّ قَمِيصٌ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
قَمِيصِهِ فَأَخْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقْبِلُ كَشْحَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَرَدْتُ
هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) مشکوٰۃ باب المصافاة والمعانقة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت اسید ابن حفیرؓ سے جو انصاری آدمی ہیں۔ فرمایا جبکہ وہ قوم سے
بات چیت کر رہے تھے ان کی طبیعت میں مذاق تھا۔ جبکہ وہ لوگوں کو ہنسا رہے تھے تو نبی کریم ﷺ
نے ان کی کوکھ میں چھری چبھودی وہ بولے مجھے قصاص دیجیے۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا قصاص
لے لو عرض کیا کہ آپ پر قمیص ہے اور مجھ پر نہیں تو نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص اٹھادی وہ حضورؐ
سے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ شریف کو چومنے لگے پھر بولے یا رسول اللہ ﷺ میں نے یہی چاہا
تھا۔

(ابوداؤد)

تشریح :-

اسید بن حفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ اور جنگ بدر میں حاضر
تھے۔ بیس (۲۰) ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(مرقات)

صاحب اشعۃ فرماتے ہیں کہ آپ انصاری ہیں اعلیٰ شان والے اور انصار کے نقیب تھے

- آنحضرت ﷺ نے آپ کے اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان مواخات کا رشتہ جوڑا۔

(اشعتہ)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اسید بن حضیر کا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ اید اور انصاری کا ہے جن کے مزاج میں خوش طبعی بہت تھی۔ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں عبارت یوں ہے۔

فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ فِي خَاصِرَتِهِ بِعُودٍ -

(مرقات)

یہ چھڑی چبھونا بھی خوش طبعی کے طور پر ہوا معلوم ہوا کہ کبھی کبھی جائز خوش طبعی کرنا اور سننا

(اشعتہ)

اس میں شرکت کرنا جائز ہے۔

خیال رہے کہ بیٹا باپ سے شاگرد استاد سے امتی نبی سے اور غلام مولیٰ سے قصاص نہیں مانگ سکتا نہ ان کے درمیان قصاص ہے دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی بے قصور داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر انہیں کھینچا مگر قصاص کا حکم نہ ہوا۔ حضور انور ﷺ کا یہ عمل تعلیم امت کے لئے ہے تاکہ وہ قصاص دینے میں شرم نہ کریں۔ سبحان اللہ ان صحابی نے یہ قرب حاصل کرنے کے لئے کیسا لطیف بہانہ کیا اور نہ کہاں یہ صحابی اور کہاں حضور انور ﷺ سے قصاص۔

(مرآت)

ع دل عشاق حیلہ گر باشد

ترجمہ :- عاشق حیلہ کی تلاش میں ہوتا ہے -

ح چو رہا بکوئے دلبر بسپار جان مضطر

کہ مبار بار دیگر نہ رہی بدیں تمنا

ترجمہ :- : محبوب کے کوچے میں باریابی کا موقع مل جائے تو قربان ہو جا

شاید پھر یہ مودت نہ ملے۔

حدیث نمبر:- ۱۲۶

جو شر کے زمانہ میں خلوت نشین ہوگا وہ پچاس

صحابہ کے عمل کے برابر ثواب لے گا

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلْ أُتِمُّوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَا هُوَ عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى إِذَا رَأَيْتَ شَحًّا مَطَاعًا وَهُوَ مَتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤَثَّرَةً وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ وَرَأَيْتَ أَمْرًا بِهِ بُدِّلَكَ مِنْهُ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ وَدَعْ أَمْرَ الْعَوَامِ فَإِنَّ وَرَائَكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِيهِنَّ كَانَ كَمَنْ قَبِضَ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ أَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالَ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ.

(رواه الترمذی و ابن ماجه) مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف و النهی عن المنکر

ترجمہ:-

حضرت ابی ثعلبہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ

ضَلَّ إِذَا هُتَدَ يُتَمُّ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی بابت پوچھا (یعنی کیا میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ دوں) آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ جاری رکھو۔ یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے۔ خواہش نفس کا اتباع کیا جاتا ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہر عقلمند اپنی رائے کو پسندیدہ سمجھتا ہے اور تم اس امر کو دیکھو کہ جس سے تم کو چارہ نہیں ہے تو تم اپنے آپ کو لازم پکڑ لو اور عوام کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ تمہارا آئندہ زمانہ ایسا ہوگا جس میں تم کو صبر کرنا پڑے گا اور ان ایام میں جو شخص صبر کرے گا اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ گویا اس نے اپنے ہاتھ میں انگارہ لے لیا ہو۔ ان ایام میں جو شخص احکام دین پر عمل کرے گا اس کو پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب ملے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب جو اس زمانہ میں ہونگے؟ فرمایا نہیں تم میں سے پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب (یعنی حضور ﷺ کے زمانہ کے لوگوں کا ثواب)

(ترمذی ابن ماجہ)

تشریح:-

اس حدیث پاک سے امر بالمعروف کا انتہا اور آخر زمانہ میں انفرادی زندگی کا اختیار کرنا اور جماعتی سے افضل ہونا اس وقت عاملین کا قلیل ہونا اور ان کا بہ نسبت متقدمین کے اجر زیادہ پانا صراحتہ ثابت ہوتا ہے اور اشارتاً یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ متقدمین اگرچہ بلحاظ تقدم افضل ہیں مگر عرفان میں متاخرین افضل ہوں گے۔ وجہ اشارہ یہ ہے کہ زیادہ اجر کی مدار زیادہ عرفان پر ہے۔

(تشریح از مولانا رشید احمد چھنی گہنا)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں۔ (فارسی کا ترجمہ کچھ یوں ہے) اس حدیث سے آخر امت کی فضیلت اس صفت اور اس حیثیت سے صحابہ پر لازم آتی ہے کہ ان فضل جزوی منافی فضل کلی نہیں ہے۔

جمہور علماء کا مختار مذہب اس کے خلاف ہے۔ یہ اختلاف ان صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہے جنہوں نے حضور ﷺ سے دائمی صحبت اور شب و روز حاضری دی۔ انوار و برکات سے مستفیض ہوئے اس فضیلت میں ان کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔ کیونکہ بیک نظر جمالِ مصطفیٰ ﷺ پڑنے سے انوار و تجلیات اور فضیلت کے باب کھلتے ہیں کہ دوسرا کوئی بھی اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔

بلکہ وہ صحابہ مراد ہونگے جو صرف ایمان لا کر اپنے وطن مالون چلے گئے اس سے زیادہ صحبت سے مشرف نہ ہو سکے۔

(اشعۃ)

حدیث نمبر :- ۱۲۷

صحابہ کرام کا حضور ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا

عَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَّبِأُ دُرَّ مِنْ رِوَا حِلِينَا فَتَقَبَّلُ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَلَهُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

مشکوٰۃ باب المصافحۃ والمعانقۃ۔

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت زارعؓ سے اور وہ عبد القیس کے وفد میں سے تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ آئے تو ہم اپنی سوار یوں سے جلدی آنے لگے تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں پومتے تھے۔

(ابوداؤد)

تشریح:-

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ زارعؒ ابن عامر عبدالقیس اپنے قبیلہ کے وفد میں حاضر بارگاہ رسالت ہوئے ایمان لائے صحابی بنے آخر میں بصرہ میں قیام رہا۔

(مرقات)

صحابی اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو شوق و محبت میں بے خود ہو گئے۔ اور اپنی سواریوں سے جلد جلد اتر کر حضور انور ﷺ کی طرف دوڑنے لگے۔ آج بھی جب حجاج مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو انہیں سامان رکھنا مشکل پڑ جاتا ہے۔ یہ تڑپ وہ جانے جس کے دل سے لگی ہو۔ اسی وفد میں ایک صاحب تھے جنکا نام دشح تھا یہ سردار قافلہ تھے۔ یہ اپنی سواری سے اترے غسل کیا سفید عمدہ لباس پہنا۔ پھر مسجد شریف میں آ کر دو رکعت نفل ادا کئے۔ پھر نہایت ادب و انکسار 'خشوع و خضوع سے بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے۔ حضور انور ﷺ ان کے اس ادب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری دو خصلتیں اللہ کو بڑی پیاری ہیں ایک حلم اور دوسرا وقار۔

(اشعۃ)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ خواہ پاؤں پر ہاتھ رکھ کر ہاتھوں کو چومے خواہ پاؤں پر منہ رکھ کر چومے۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کیونکہ مصافحہ کر کے اپنا ہاتھ چومنا منع ہے۔ بزرگوں کے ہاتھ اپنے منہ سے چومے ایسے ہی ان کے پاؤں اپنے منہ سے چومے۔ آنکھیں ان کے قدموں سے ملے مبارک ہیں وہ ہونٹ اور آنکھیں جو حضور ﷺ کے قدم شریف سے لگ جائیں۔ پابوسی کو سجدہ سمجھنا جہالت ہے۔ سجدہ میں سات اعضاء زمین پر لگنا اور سجدہ کی نیت ہونا ضروری ہے۔ قدم بوسی میں ایسا نہیں ہوتا۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ جب بارگاہ رسالت میں آئیں تو حضور ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے

انہیں چومتے انہیں اپنی مجلس میں بٹھاتے اور جب حضور انور ﷺ انکے پاس تشریف لاتے تو وہ بھی انکے لئے کھڑی ہو جاتیں۔ حضور کا ہاتھ پکڑتیں انہیں بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔

شارحین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا حضرت فاطمہ کے لئے کھڑے ہونا تعظیم کے لئے نہیں بلکہ خوشی کا قیام تھا۔ کیونکہ تعظیم اپنے سے بڑوں کی کی جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کا یہ بوسہ محبت و پیار کا تھا۔ ساری اولاد میں حضور ﷺ کو جناب فاطمہ بہت پیاری تھیں۔ آپ سب سے چھوٹی تھیں اور آپ کی والدہ ماجدہ جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کے لڑکپن میں وفات پا گئیں تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کی گود میں اور آپ کی آغوش میں پلیں۔ معلوم ہوا کہ تعظیم کیلئے قیام سنت فاطمہ الزہرا ہے اور خوشی کیلئے قیام سنت رسول اللہ ﷺ ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ جوان بیٹی کو چومنا اور جوان بیٹی کا اپنے باپ کو چومنا جائز ہے۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۲۸

نماز فجر کے بعد اپنے مصلے سے دیر سے اٹھنا کیسا عمل ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُومُ مِنْ مَصَلَاةِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ الصُّبْحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوا يَتَحَدَّثُونَ فَيَاخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيُضْحَكُونَ وَيَتَبَسَّمُونَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِي رَوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ يَتَنَاشِدُونَ الشِّعْرَ (مشاوة باب النحل)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ اٹھتے تھے اپنے مصلے سے جس میں فجر کی نماز پڑھتے 'حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو اٹھتے اور لوگ باتیں کرتے تھے تو جاہلیت کے زمانہ کے کاموں کے ذکر میں مشغول ہو جاتے تو ہنستے تھے اور نبی کریم ﷺ مسکراتے تھے۔ (مسلم) اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرات اشعار پڑھتے تھے۔

تشریح :-

اس حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے کہ :-

- ۱۔ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹے رہنا سنت ہے۔
- ۲۔ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں وہ اس لئے ان اوقات میں سجدہ تلاوت مکروہ ہے بعد میں کر سکتا ہے کیونکہ سجدہ تلاوت فوری طور پر کرنا واجب نہیں بالتاخیر بھی کر سکتا ہے۔ یہ واجب علی الراخی ہے اس بنا پر تلاوت کر سکتا ہے۔
- ۳۔ نقلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیت اعتکاف وہاں بیٹھتے تھے۔
- ۴۔ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز ' بلکہ نعت پڑھنا سنت صحابہ کرام ہے
- ۵۔ آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ صرف نبوت کے نور سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔ دیکھو حضرات صحابہ کرامؓ اب بعد اسلام اپنے زمانہ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے نا سمجھ تھے اب حضور ﷺ کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسر ہوئی۔

۶۔ حضور ﷺ بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے اور ان کے ہر کام میں شریک ہو جاتے تھے۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۲۹

جبرائیلؑ کی مدد حضرت حسانؓ کے ساتھ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِحَسَّانِ إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَا فَحَتَّ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفَى

وَاشْتَفَى (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب البیان والشعر

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عائشہؓ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسانؓ سے فرماتے سنا کہ روح القدس تمہاری تائید کرتے رہتے ہیں جب تک کہ تم اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے دفاع کرتے ہو اور فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ حسانؓ نے ان کفار کی ججوکی تو شفا دی اور شفا پائی۔

(مسلم)

تشریح :-

حضرت حسان ابن ثابتؓ ابن منذر ابن خزام انصاری مدنی ہیں۔ ان چاروں کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ حضرت حسانؓ نے ساٹھ سال افریقہ میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں خاص

شاعر اسلام ہیں۔ خلافت حیدری میں وفات پائی۔

جب کفار اسلام مسلمانوں بلکہ خود حضور ﷺ کی شان اقدس میں بکو اس کرتے تھے تو حضرت حسانؓ جو اباً کفار ان کے دین اور ان کے بتوں کی ہجو اشعار میں کرتے تھے۔ حضور ﷺ اس کے متعلق حضرت حسانؓ کو بشارت دے رہے ہیں کہ جب تم ہجو کے اشعار لکھنے لگتے ہو تو جناب جبرائیل علیہ السلام تمہارے دل میں اچھے مضمون ڈالتے ہیں۔ تمہاری زبان پر اچھے الفاظ جمع فرماتے ہیں اور تم کو دعائیں دیتے ہیں تمہارا احترام کرتے ہیں یہ ہے جبرائیل کی مدد۔ معلوم ہوا کہ دشمنان دین کی ہجو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ بعض اوقات جہاد میں قصیدے بڑی مدد دیتے ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں اسے اچھی طرح آزمایا گیا ریڈیو پاکستان نے اس قسم کے قصیدوں کے ذریعے غازیوں بلکہ سارے پاکستانیوں کو گرما دیا جس کا نتیجہ نہایت ہی اچھا رہا۔

هَجَا هُمْ حَسَّان :- پہلے قریش نے مسلمانوں کی ہجو کی جس سے مسلمانوں کے دل زخمی ہو گئے۔ حضرت حسانؓ نے ان سے بدلہ لیتے ہوئے کفار کی ہجو کی۔ مسلمانوں کے زخموں پر گویا مرہم رکھ دیا۔ حسانؓ کے اشعار مرہم زخم دل ہیں۔

غزوہ خندق کے بعد حضور انور ﷺ نے بنی قریظہ 'یہود مدینہ کا محاصرہ فرمایا تو حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ کفار کی ہجو کرو۔ جبرائیل تمہارے ساتھ معاون ہیں ویسے عام موقعوں پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ الہی میرے حسانؓ کی جبرائیل سے مدد فرما۔ معلوم ہوا کہ مقبولوں کی تعریفیں کرنا نیکی ہے اور مردودوں کی ہجو کرنا بھی نیکی ہے۔

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۳۰

اپنے انجام کی خبر کسے ہے اس کی تشریح

عَنْ أُمِّ الْعُلَاءِ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَدْرِي وَاللَّهِ لَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ - (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) مشکوٰۃ باب البکا، والخوف ترجمہ :-

روایت ہے جناب ام العلاء الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول اللہ ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح :-

ام العلاء صحابیہ ہیں۔ حضرت خارجہ ابن زید ابن ثابت کی والدہ ہیں یعنی زید ابن ثابت کی بیوی۔ حضور ﷺ کو آپ سے بہت محبت تھی۔ (مرآت)

فرمایا کہ مجھے خبر نہیں کہ دنیا و آخرت میں رب تعالیٰ میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ اس حدیث کے متعلق محدثین کے بہت قول ہیں۔ صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور یہ آیت قُلْ لَا أَدْرِي مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ترجمہ :- کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس آیت سے منسوخ ہیں يَغْنِبُ لَكُمْ اللَّهُ مَا تَتَدَمُّ مِنْ ذُنُوبِكُمْ

ترجمہ :- آپ سے جو بھی ہو اللہ نے معاف کر دیا۔ بعض چیزیں قابلِ نسخ ہوتی ہیں۔

(مرقات)

شارح مشکوٰۃ صاحب مرآت فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور حدیث منسوخ نہیں۔ یہاں علم کی نشی نہیں بلکہ وراثت کی نفی ہے۔ علم عام ہے جبکہ وراثت کا مطلب ہے کہ کوئی چیز اپنے قیاس اور اکل اندازے سے معلوم کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ میں باوجود اس کے کہ نبی ہوں اور نبی کی عقل تمام جہان سے زیادہ ہوتی ہے مگر اپنے یا دوسروں کا انجام میں بھی عقل و قیاس سے معلوم نہیں کر سکتا۔ بلکہ مجھے یہ علم وحی الہی سے ہے۔ اسی لئے اس آیت کے آخر میں ہے۔ **إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ** ترجمہ :- میں تو وحی الہی کی پیروی کرتا ہوں۔ لہذا یہ حدیث دوسری آیات و احادیث کے خلاف نہیں۔ حضور فرماتے ہیں میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ حمد کا جھنڈا قیامت میں میرے ہاتھ ہوگا۔ میں گنہگاروں کی شفاعت کروں گا۔ حسن و حسینؑ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ابو بکر و عمرؓ جنتی ہیں وغیرہ۔ حضور ﷺ تا قیامت ہر جنتی و دوزخی کو جانتے پہچانتے ہیں۔ **وَيَكُونَنَّ الرَّسُولَ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا** ترجمہ :- اور تم پر ہمارے رسول گواہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضرت ام العلاء نے حضرت عثمان ابن مظعون کی وفات پر فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ تم جنتی ہو اس پر ارشاد عالی ہوا تھا کہ محض اپنی عقل سے یہ کیوں کہہ رہی ہو یہ بات تو میں بھی عقل سے نہیں کہہ سکتا۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۳۱

بلی کی وجہ سے عورت عذاب میں مبتلا ہوگی

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُعْرِضَةٌ عَلَى النَّارِ فَرَأَيْتُ فِيهَا امْرَأَةً مِنْ بَنِي

إِسْرَائِيلَ تُعَذِّبُ فِي هَرَّةٍ لَهَا رِبَطَتُهَا فَلَمْ تَدْعُهَا تَاكُلْ
 مِنْ خُشَائِشِ الْأَرْضِ حَتَّى مَاتَتْ جَوْعاً وَرَأَيْتُ عَمْرُوبَ بْنَ
 عَامِرِ الْخُرَاعِيِّ يَجْرُ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ
 سَيَّبَ السَّوَابِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب البكاء والخوف۔

ترجمہ :-

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر
 آگ پیش کی گئی تو میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جو اپنی ایک بلی کی وجہ سے
 عذاب دی جا رہی ہے جسے اس نے باندھ دیا تھا کہ نہ اسے کھلایا نہ ہی چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے
 مکوڑے کھا لیتی تھی کہ بھوک سے مر گئی اور میں نے عمرو ابن عامر خراعی کو دیکھا کہ وہ آگ میں
 انتڑیاں گھیٹ رہا تھا۔ یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے سائبہ جانور ایجاد کئے۔

(مسلم)

تشریح :-

ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ معراج کا ہے جب حضور ﷺ نے جنت دوزخ کی سیر فرمائی اور
 ہر جگہ کے لوگ ملاحظہ کئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ کسی خواب کا ہو مگر پہلا احتمال قوی ہے۔

(مرآت)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ وہ عورت بنی اسرائیل کی مومنہ تھی کافر نہیں تھی اسے اس
 گناہ کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ (مرقات)

معلوم ہوا کہ مومن کو بھی بعض گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو جائے گا۔ حدیث پاک میں
 آتا ہے کہ چغل خور اور پیشاب کی پیمینوں سے نہ بچنے والے کو عذاب قبر ہوگا۔

حَتَّىٰ مَاتَتْ جَوْعًا :- اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی عذاب کا باعث ہے ان کا حق بھی ضرور ادا کرنا چاہیے تو جو انسان خصوصاً مسلمان پر ظلم کریں وہ کیسی سزا کے مستحق ہونگے۔ دوسرا یہ کہ حضور ﷺ کی نگاہ آئندہ واقعات کو بھی دیکھتی ہے۔ مجرموں کا دوزخ میں جانا قیامت کو ہوگا مگر حضور نے پہلے ہی ملاحظہ فرمالیا۔ حضور انور ﷺ نے شب معراج جنت میں جاتے ہوئے اپنے آگے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوتوں کی آہٹ سنی۔ یہ آہٹ آج کی نہ تھی بلکہ بعد قیامت جب حضور جنت میں داخل ہونگے تب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہٹو بچو کرتے آگے ہوں گے۔ وہ آہٹ حضور ﷺ آج سن رہے ہیں۔ تیسرا یہ کہ حضور لوگوں کے اعمال پر مطلع ہیں کہ کون کیا کرتا ہے۔

(مرآت)

عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ :- یہ قبیلہ بنی خزاعہ کا ایک شخص تھا جس نے عرب میں بت پرستی اور بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا ایجاد کیا۔ اسے بھی حضور انور ﷺ نے اسی عذاب میں گرفتار دیکھا۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو بتوں کے نام پر چھوڑ دی جائے۔ اس پر کوئی سواری نہ کرے وہ جہاں چاہے چرتی پھرے 'کوئی اسے روک ٹوک نہ کرے۔ جیسے ہندوؤں کے سانڈ بجا رہے۔ بعض روایات میں عمرو ابن لُحی آیا ہے ہو سکتا ہے کہ عامر اس کے باپ کا نام ہو اور لُحی اس کے دادا کا نام لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

(اشعۃ)

حضور انور ﷺ نے اس کو آگ میں جلتے نماز کسوف میں بھی دیکھا ہے۔

(مرآت)

حدیث نمبر:- ۱۲۲

بندہ جس عقیدہ یا عمل پر مرے گا اسی پر حشر ہوگا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مشکوٰۃ باب البکا، والخوف۔

ترجمہ:-

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بندہ اس پر اٹھایا جائے گا جس پر مرے گا۔ (مسلم)

تشریح:-

اعتبار خاتمے کا ہے اگر کفر پر مرے گا تو کفر پر ہی اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں مومن رہا ہو اور اگر ایمان پر مرے تو ایمان پر اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں کافر رہا ہو اسی لئے فرمان باری تعالیٰ ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (ترجمہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔) صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان جو مشغلہ زندگی میں کرے گا اسی پر انشاء اللہ مرے گا اور جس پر مرے گا اسی پر اٹھے گا۔ انشاء اللہ ذکر الہی کرتے ہوئے اٹھیں گے شاغلین یار کے شغل میں واصلین وصال میں کاملین کمال میں حتیٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان دیتے ہوئے اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ زندگی میں اچھا شغل عطا کرے اور اسی پر موت دے۔ آمین ثم آمین۔

(مرآت)

اس جگہ محدث اعظم و عارف کامل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔
 (ترجمہ) کہ بعض عارف فرماتے ہیں کہ اگر کسی سالک کو حضوری یادداشت و جوہر ذکر کی نعمت نصیب ہو جائے اسکا دل حضوری میں قرار پا جائے تو ایسی حالت میں سکرات موت و بیتابی کی وجہ سے اس کیفیت میں فتور بھی واقع ہو جائے تو کوئی حرج نہیں بعد از مفارقت روح پھر وہی حالت عود کر آتی ہے اور جسم و جان اسی کیف و سرور سے سرشار ہو جاتا ہے۔ (اشعۃ)
 مؤلف کہتا ہے:-

اسکی واضح مثال فروری ۱۹۴۹ء میں ایک دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ رابع حضرت لٹھی کا جب لاہور میوہسپتال میں انتقال ہوا تو ڈاکٹروں نے موت کی تصدیق کرنے سے اس لئے انکار کر دیا کہ دل ذاکر تھا اور پوری شد و مد سے چل رہا تھا۔ غالباً یہ اس لئے کہ یہ پوری عمر کی مشق تھی کیونکہ سالک اپنی تمام عمر اسی جد جہد اور اس کی تلاش میں گزار دیتا ہے۔ بہر حال ہسپتال سے اجازت کے بعد اپنے وطن مالوف اللہ شریف میں پہنچے تو ایک دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دل دھک دھک چل رہا تھا اور وہ پھول جو جسم اطہر پر سجائے گئے تھے اچھل اچھل کر دعوت نگارہ دے رہے تھے۔ راقم نے یہی کیفیت قبر میں اترنے کے بعد بھی دیکھی تھی۔
 کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ترجمہ:- وہ دل ہرگز نہیں مرتا جو عشق سے زندہ ہوتا ہے دنیا میں ہمارے دوام کی

مثال روز روشن کی طرح واضح ہے۔

حدیث نمبر :- ۱۳۳

فرمان نبوی کہ میں جو کچھ دیکھتا سنتا ہوں

جو تم نہیں دیکھتے سنتے

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطَّتِ السَّمَاءُ وَ
 حَقَّ لَهَا أَنْ تَأْطَّ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا فِيهَا مَوْضِعٌ أَرْبَعُ
 أَصَابِعٍ إِلَّا وَ مَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ وَاللَّهُ لَوْ
 تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَ مَا
 تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَ لَخَرَجْتُمْ إِلَى
 الصُّعْدَاتِ تَجَارُونَ إِلَى اللَّهِ قَالَ أَبُو ذَرٍّ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ
 شَجْرَةً تُعْضَدُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

مشکوٰۃ باب البرکاء والخوف۔

ترجمہ :-

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچر رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آسمان میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں کہ جہاں فرشتے خدا کے لئے اپنا سر رکھے سجدہ میں نہ پڑے ہوں۔ اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں

جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور روتے زیادہ اور بیویوں سے بستروں پر لذت حاصل نہ کرتے اور اللہ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔ ابو ذر فرمانے لگے کہ ہائے کاش کہ میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ (احمد ترمذی ابن ماجہ)

تشریح :-

حضور انور ﷺ کی نگاہ غیبی چیزیں دیکھتی ہے اور حضور ﷺ کے کان غیبی آوازیں سنتے ہیں جس نگاہ سے اللہ تعالیٰ ہی نہ چھپا اس سے اور کیا چیز چھپے گی۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
مَالًا تَرُونَ میں ماعام ہے ہر غیبی چیز حضور ﷺ پر ظاہر ہے۔

یعنی قیامت کے خوف و دہشت دوزخ کے عذاب اللہ تعالیٰ کی پکڑ عالم غیب کے اسرار جتنے مجھے معلوم ہیں تم کو ان کا لاکھواں حصہ بھی حاصل نہیں نیز تم کو جس قدر علم ہے وہ ہم سے سن کر ہے ہم کو علم ہے دیکھ کر اور دیکھے ہوئے علم میں فرق ہوتا ہے۔ نہ دیکھے ہوئے سے مقولہ ہے ”شہیدہ کے بود ما ندیدہ“

أَطَّتَ بنا ہے اطمینان سے جس کا معنی چرچرانا بھی ہے اور رونا بھی اور مطلق آواز بھی۔
یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں۔ فرشتوں کے بوجھ سے چرچرانا جیسے اونٹ کا بھرا ہوا پالان بوجھ سے چرچر کرتا ہے یا خوف الہی میں روتا ہے فرشتوں کی تسبیح و تہلیل سن کر یا خود اللہ کا ذکر اس کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے فرشتوں کے۔

(مرقات و اشعۃ)

غرض آسمان آواز ضرور کر رہا ہے اس لئے اسکے لئے سننا فرمایا گیا کہ میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ فرمایا آسمان کی آواز میں سن رہا ہوں۔

سَاجِدًا لِلَّهِ ظاہر یہ ہے کہ یہاں سجدہ کرنے والے فرشتوں کی کثرت کا ذکر ہے

کہ آسمان کا ایک چپہ فرشتے کی پیشانی سے خالی نہیں رکوع قیام قعود والے فرشتے ان کے سوا ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا۔ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ - سجدہ والوں کی جگہ اور ہے رکوع اور قیام والوں کی جگہ اور ہے۔

لَضَحِكُكُمْ قَلِيلًا :- یعنی اگر تم کو وہ چیزیں معلوم ہو جائیں یا تو تم ہنسنا بھول ہی جاؤ یا ہنسو بہت کم اور ڈرو بہت زیادہ۔ تم پر خوف کا غلبہ ہو جائے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے

الف۔ یہ کہ ساری مخلوق کا علم حضور ﷺ کے علم کے سامنے اس طرح ہے جیسے سمندر کے آگے قطرہ کیونکہ لَوْ تَعْلَمُونَ میں خطاب سارے صحابہ سے ہے۔

ب۔ یہ کہ حضور ﷺ کے قلب پاک کو اللہ تعالیٰ نے بڑی برداشت کی طاقت دی ہے کہ اس قدر عذاب وغیرہ کو جانتے بلکہ دیکھتے ہوئے بھی اپنے کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ ہے حضور کا تحمل اور برداشت کہ لوگوں سے تعلقات بھی رکھتے ہیں سب سے ہنستے بولتے بھی ہیں۔ ہم لوگ تو تارک الدنیا ہو جاتے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے -

لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ یعنی اگر ہم قرآن مجید پہاڑ پر اتارتے تو وہ بھی اللہ کی ہیبت سے پھٹ جاتا۔ معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ کا دل پہاڑ سے زیادہ قوی ہے۔

صُعْدَات جمع ہے صعید کی بمعنی زمین کی ظاہری مٹی۔ اس سے مراد ہے جنگل جہاں سفیدہ زمین اور مٹی ہی ہوتی ہے۔ پہاڑ وغیرہ نہیں ہوتے یعنی تم خوف و ڈر کی وجہ سے آبادیوں میں رہنا آرام کرنا بھول جاتے۔ جنگلوں میں چبختے روتے پھرتے۔

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ شَجْرَةً یہ دردناک تمنا راوی حدیث حضرت ابو ذرؓ کی ہے۔

بعض صحابہؓ فرماتے تھے کہ کاش میں جانور ہوتا جسے ذبح کر کے کھا لیا جاتا۔ صدیق اکبرؓ تمنا کرتے تھے کہ کاش میں چڑیا ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ میں انسان نہ ہوتا جو احکام کے مکلف ہیں اور گناہ کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا خوف ہے جن کے جنتی ہونے کی خبر قرآن کریم اور صاحب قرآن نے دے دی ہے۔ اب سوچو کہ ہم کس شمار میں ہیں۔ بات یہ ہے کہ جتنا قرب زیادہ اتنا ہی خوف زیادہ۔ اللہ اپنا خوف عطا کرے۔ آمین

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۳۴

تقویٰ انسان کو عمل پر ابھارتا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ أَدَّ لَجَ بَلَّغَ الْمَنْزِلَ إِلَّا إِنْ سَلَعَهُ اللَّهُ غَالِبَةً إِلَّا إِنْ سَلَعَهُ اللَّهُ الْجَنَّةُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

مشکوٰۃ باب البرکاء والخوف۔

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو ڈرتا ہے وہ اندھیرے میں اٹھتا ہے جو اندھیرے میں اٹھتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ خبردار اللہ کا سودا مہنگا ہے۔ خبردار اللہ کا سودا جنت ہے۔

(ترمذی)

تشریح :-

یعنی جو دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے وہ جنگل میں رات غفلت سے نہیں

گزارتا ورنہ مارا جاتا ہے۔ لٹ جاتا ہے۔ شیطان شب خون مارنے والا دشمن ہے۔ ہم دنیا میں راہ آخرت طے کرنے والے مسافر ہیں۔ ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے۔ یہاں غفلت نہ کرو ورنہ لٹ جاؤ گے۔

فرمان عالی میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰ مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (ترجمہ۔ بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے) جنت سودا ہے رب تعالیٰ فروخت کرنے والا ہے ہم خریدار ہیں۔ ہمارے مال و جان اس سودے کی قیمت ہیں۔ اس کا عکس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خریدار ہے۔ ہمارے جان و مال سودے ہیں۔ جنت اس کی قیمت ہے۔ اگر جان دے کر بھی یہ سودا مل جائے تو سستا ہے۔

سے بے سر دتیاں راقب طے اوہ پیارا
بڑا سستا سودا خریدار نوں ہے

سے ہر دو عالم قیمت خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ :- تو کہتا ہے کہ میری محبت کی قیمت دونوں جہان ہیں پھر تو یہ سودا بہت سستا ہے اور قیمت بڑھاؤ۔

اللہ تعالیٰ ہم محتاجوں کو اپنے محبوب کے نام کی خیرات دے دے۔ فقیروں بھکاریوں سے قیمت نہیں مانگی جاتی اس پر کرم کریمانہ ہوتا ہے۔

سے چہ باشد کہ مشے گدایان خیل
بیابند دار السلام از طفیل

ترجمہ :- کیسا اچھا ہو کہ مٹھی بھر گدا گروں کا ٹولہ آپ کے طفیل جنت میں چلا جائے۔

یعنی یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کے طفیل جنت میں پہنچ جائیں تو آپ کا کیا بگڑتا ہے۔ ہمارا بھلا ہو جائے گا۔ (مرآت)

چہ کم گردد ز جاہے چونتو شاہے
اگر گاہے کنی سویم نگاہے

جائی

ترجمہ :- آپ جیسے بادشاہ کا مرتبہ کیا کم ہوتا ہے کہ کبھی میری طرف بھی نگاہ کرم ہو جائے۔

حدیث نمبر :- ۱۳۵

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ

آپ بوڑھے ہو گئے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَبِبْتُ قَالَ شَيْبَتْنِي هُودٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) مشکوٰۃ باب البكاء والخوف۔

ترجمہ :-

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا

رسول اللہ ﷺ آپ بوڑھے ہو گئے۔ فرمایا مجھے سورۃ ہود سورۃ واقعہ سورۃ مرسلات سورۃ نبا اور

(ترمذی)

سورۃ تکویر نے بوڑھا کر دیا۔

تشریح:-

اس طرح کہ حضور ﷺ پر ضعف کے آثار نمودار ہیں حتیٰ کہ اکثر نماز بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بال سفید یا نگاہ کمزور ہوگئی کیونکہ حضور انور ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں کل بیس (۲۰) سے کم بال سفید تھے۔ (مرقات)

صاحب مرقات مزید فرماتے ہیں کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے شمار کیا ہے

آپ کے کل چودہ (۱۴) بال سفید تھے۔ (مرقات)

بعض روایات میں ہے کہ چودہ بال سر شریف میں پانچ بال داڑھی میں اور ایک بال ریش بچی میں۔ فرمایا جن سورتوں میں عذاب الہی کا ذکر ہے ان کے عذاب سے مجھے اپنی امت کا خوف ہے ان کی فکر اس قدر ہے کہ اس فکر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

ایک بزرگ نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور یہ حدیث پیش کی، فرمایا۔ حدیث صحیح ہے ہم نے یہ فرمایا ہے۔ اس نے پوچھا کون سی آیت نے حضور ﷺ کو بوڑھا کیا۔ فرمایا فَاسْتَقِمُّ كَمَا أَمَرْتِ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ - (مرقات)

امت کی استقامت بڑی مشکل چیز ہے جس کی فکر حضور ﷺ کو ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ :- بے شک تمہارے پاس تم ہی سے وہ رسول تشریف لائے ہیں جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں۔ مسلمانوں پر کمال مہربان اور رحیم ہیں (توبہ)۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان سورتوں میں عذاب الہی کا ذکر ہے جن سے مجھے اپنی

امت کی فکر ہے۔

(مراۃ)

حدیث نمبر :- ۱۲۶

کون سے تین قسم کے لوگ سایہ عرش میں رہیں گے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ نَفْسٍ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ
تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْمُتَوَضِّئُ فِي
الْمَكَارِهِ وَالْمَاشِي إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلْمِ وَمُطْعِمُ
الْجَائِعِ.

(مَنْبِهَاتِ ابْنِ حَجَرَ عَسْقَلَانِي)

ترجمہ :-

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ عرش کے نیچے جگہ عطا فرمائے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا وضو کرنے والا تکیفوں میں اور اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چلنے والا اور بھوکے لوگوں کو کھلانے والا۔ (منبہات)

حدیث نمبر :- ۱۲۷

جنت میں چار چیزیں جنت سے بہتر ہیں

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَرْبَعَةٌ فِي
الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ الْخُلُودُ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ
الْجَنَّةِ وَخِدْمَةُ الْمَلَائِكَةِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَجَوَارُ

الْأَنْبِيَاءَ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
 فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَ أَرْبَعَةٌ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ
 النَّارِ الْخُلُودُ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَ تَوْبِيخُ الْمَلَائِكَةِ
 الْكُفَّارِ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَ جَوَارُ الشَّيْطَانِ فِي النَّارِ
 شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَ غَضَبُ اللَّهِ تَعَالَى فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ.
 (مَنْبِهَاتِ ابْنِ حَجْرٍ عَسَلَقَانِي)

ترجمہ :-

روایت ہے نبی کریم ﷺ سے کہ فرمایا جنت میں چار چیزیں جنت سے بہتر ہیں۔ ہمیشہ
 رہنا جنت میں جنت سے بہتر ہے اور جنت میں فرشتوں کی خدمت گاری جنت سے بہتر ہے اور
 جنت میں انبیاء کرام کا پڑوسی ہونا جنت سے بہتر ہے اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی جنت سے
 بہتر ہے۔

اور چار چیزیں دوزخ میں دوزخ سے بھی بدتر ہیں۔ دوزخ میں ہمیشگی دوزخ سے
 بدتر ہے اور دوزخ میں کافروں کو فرشتوں کا جھڑکنا دوزخ سے بدتر ہے اور دوزخ میں شیطان کا
 پڑوسی ہونا دوزخ سے بدتر ہے اور دوزخ میں اللہ تعالیٰ کا غصہ دوزخ سے بدتر ہے۔

(منہات)

..... ☆☆☆

حدیث:- نمبر ۱۳۸

حضور ﷺ اور صحابہؓ کی کانفرنس جس میں جبرائیل

علیہ السلام اور اللہ بھی شریک ہوئے

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ حَبِيبَ
إِلَى مَنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثُ الطَّيِّبِ وَالنِّسَاءِ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ
عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ وَكَانَ مَعَهُ أَصْحَابُهُ جُلُوسًا فَقَالَ
أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ صَدَقْتَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَحَبِيبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثُ النَّظَرِ إِلَى
وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ وَإِنْفَاقِ مَالِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَ
أَنْ يَكُونَ ابْنَتِي تَحْتَ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ صَدَقْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ وَحَبِيبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا
ثَلَاثُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالثَّوْبِ
الْخَلِيقُ فَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ صَدَقْتَ
يَا عُمَرُ وَحَبِيبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثُ إِشْبَاعِ الْجِيعَانِ وَ
كِسْوَةِ الْعُرْيَانِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ صَدَقْتَ يَا عُثْمَانُ وَحَبِيبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثُ

الْخِدْمَةُ لِضَيْفٍ وَالصَّوْمِ فِي الصَّيْفِ وَالضَّرْبُ
 بِالسَّيْفِ فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ جَاءَ جِبْرَائِيلُ وَقَالَ
 أَرْسَلَنِي اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَمَّا سَمِعَ مَقَالَتَكُمْ وَأَمَرَكَ
 أَنْ تَسْأَلَنِي عَمَّا أَحَبُّ أَنْ كُنْتُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا فَقَالَ مَا
 تُحِبُّ إِنْ كُنْتُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا فَقَالَ ارْشَادُ الضَّالِّينَ وَمَوْ
 انِسَةُ الْغُرَبَاءِ الْقَانِتِينَ وَمُعَاوَنَةُ أَهْلِ الْعِيَالِ الْمُعْسِرِينَ
 وَقَالَ جِبْرَائِيلُ يُحِبُّ رَبُّ الْعِزَّةِ جَلَّ جَلَالُهُ مِنْ عِبَادِهِ
 ثَلَاثَ خِصَالٍ بَدَلُ الْإِسْطَاعَةِ وَالْبِكَاءِ عِنْدَ النَّدَامَةِ
 وَالصَّبْرِ عِنْدَ الْفَاقَةِ.
 (مُنْبَهَاتِ ابْنِ حَجْرٍ عَسَقَلَانِي)

ترجمہ و تشریح :-

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تمہاری دنیا سے مجھے تین چیزیں پسند
 ہیں۔ ”خوشبو عورت (حضور انور ﷺ نے عورت کو اس واسطے پسند فرمایا کہ دنیا میں بقائے نسل اور
 گھر کا آرام و سکھ سب عورت سے وابستہ ہے) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز“
 جب یہ فرمان ہوا تو وہاں صحابہ کرامؓ بھی حاضر خدمت تھے تو ابو بکر صدیقؓ نے عرض
 کیا یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے
 چہرہ انور کو دیکھتے رہنا۔ رسول اللہ پر اپنا مال خرچ کرنا اور میری بیٹی کا حضور ﷺ کی خدمت میں
 ہونا۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ بولے کہ ابو بکرؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں

۔ امر بالمعروف 'نبی عن المنکر اور لباس میں پرانا کپڑا استعمال کرنا پھر حضرت عثمانؓ بولے کہ عمرؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگے بدن کو لباس پہنانا اور تلاوت قرآن کرنا، حضرت علیؓ بھی حاضر خدمت تھے انہوں نے فرمایا عثمانؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ مہمانوں کی خدمت کرنا، گرمیوں میں روزے رکھنا اور تلوار سے لڑائی کرنا۔

یہ مبارک مجلس اسی حال میں تھی کہ اچانک جبرائیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی گفتگو سنی تو مجھے بھیجنا کہ میں بھی اپنی پسندیدہ چیزیں بتاؤں کہ اگر میں دنیا میں ہوتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم دنیا میں ہوتے تو تمہاری پسندیدہ چیزیں کیا ہوتیں۔ جبرائیل امینؑ نے کہا۔ ”بھولے بھٹکوں کو راہ بتلاتا، غریبوں اور عبادت کرنے والوں سے محبت کرتا، اور بھوکے عیالداروں کی مدد کرتا اور ساتھ ہی حضرت جبرائیلؑ نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے تین خصلتیں پسند کرتا ہے۔ ”اپنی طاقت بدنی ہو یا مالی عبادت میں خرچ کرنا، گناہوں کی ندامت پر رونا اور بھوک پر صبر کرنا۔“ (منہجات عسقلانی)

حدیث نمبر :- ۱۲۹

قیامت میں سات لوگوں کو عرش کا سایہ ملے گا

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ نَفَرٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ أَوْلَاهُمْ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ

نَشَاءَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَمَا
ضَتَّ عَيْنَاهُ دَمْعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَجُلٌ قَلْبُهُ
مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْجِدِ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ
فَلَمْ تَعْلَمْ شِمَالَهُ بِمَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ وَرَجُلَانِ تَحَابَّافِي
اللَّهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتَ جَمَالٍ إِلَىٰ نَفْسِهَا فَأَبَىٰ
وَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ تَعَالَى -

(مُنْبَهَاتِ ابْنِ حَجْرٍ عَسْقَلَانِي)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سات
آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن
کہ سوائے اس کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ امام عادل یعنی بادشاہ انصاف کرنے والا اور وہ جوان کہ
جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بڑا ہوا ہو اور تمام عمر اسی میں گزار دی اور وہ شخص کہ جس نے تنہائی
میں اللہ کو یاد کیا اور اسکی آنکھوں سے خوف خدا کی وجہ سے آنسو ٹپک پڑے اور وہ شخص کہ جس کا
دل مسجد سے معلق رہے یہاں تک کہ مسجد کی طرف لوٹ آئے۔ یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز
کے انتظار میں رہے حتیٰ کہ نماز کا وقت آ گیا اور مسجد کی طرف لوٹ گیا اور وہ مرد جو صدقہ و خیرات
کرے کہ اسکے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا اور وہ دو مرد جو محض اللہ تعالیٰ کی
خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں اور وہ مرد جس کو کوئی خوبصورت عورت اپنے نفس کی
طرف دعوت دے تو وہ انکار کر دے اور کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (منبہات عسقلانی)

حدیث نمبر :- ۱۴۰

جبرائیل امین علیہ السلام کی وصیتیں

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا زَالَ
يُوصِينِي جِبْرَائِيلُ بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَجْعَلُهُ
وَارِثًا وَمَا زَالَ يُوصِينِي بِالنِّسَاءِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ
سَيَحْرِمُ طَلَاقَهُنَّ وَمَا زَالَ يُوصِينِي بِالْمَمْلُوكِينَ حَتَّى
ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَجْعَلُ لَهُمْ وَقْتًا يُعْتَقُونَ فِيهِ وَمَا زَالَ
يُوصِينِي بِالسَّوَاكِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ فَرِيضَةٌ وَمَا زَالَ
يُوصِينِي بِالصَّلَاةِ فِي الْجَمَاعَةِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ
لَا يَقْبَلُ اللَّهُ تَعَالَى صَلَاةً إِلَّا فِي الْجَمَاعَةِ وَمَا زَالَ
يُوصِينِي بِقِيَامِ اللَّيْلِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَا نَوْمَ بِاللَّيْلِ
وَمَا زَالَ يُوصِينِي بِذِكْرِ اللَّهِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَا يَنْتَفِعُ قَوْلٌ
إِلَّا بِهِ.

(مُنْبَهَاتِ ابْنِ حَجْرٍ عَسَقَلَانِي)

ترجمہ :-

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ مسائیوں کے متعلق وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میرے وارث بنا دیئے جائیں گے۔ اور عورتوں کے بارے میں جبرائیل علیہ السلام مجھے وصیت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ ان پر طلاق حرام کر دی جائے گی اور غلاموں کے متعلق مجھے وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ کسی وقت بھی آزاد ہو جائیں گے اور مجھے مسواک کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ فرض ہو جائے گی اور مجھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ جماعت کے بغیر نماز قبول ہی نہیں ہوگی اور ہمیشہ مجھے رات کے قیام کی وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ رات کی نیند نہیں ہوگی اور مجھے ذکر اللہ کی وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ ذکر کے بغیر کسی بات کی اجازت نہیں ہوگی۔ جبرائیل کا یہ وصایا من جانب اللہ ہے اپنی طرف سے نہیں۔

حدیث نمبر :- ۱۴۱

جبرائیل کا یہ وصایا من جانب اللہ ہے اپنی طرف سے نہیں

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ لِابْلِيسَ

عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ كَمْ أَحْبَبَّاؤُكَ مِنْ أُمَّتِي قَالَ عَشْرُ نَفَرٍ أَوْلَهُمْ

الْإِمَامُ الْجَائِرُ وَالْمُتَكَبِّرُ وَالْغِنِيُّ الَّذِي لَا يُبَالِي مِنْ

أَيْنَ يَكْتَسِبُ الْمَالَ وَفِي مَا ذَا يُنْفِقُ وَالْعَالِمُ الَّذِي
 صَدَّقَ الْأَمِيرَ عَلَى جُورِهِ وَالتَّاجِرُ الْخَائِنُ وَالْمُحْتَكِرُ
 وَالزَّانِي وَآكِلُ الرِّبْوِ وَالْبَخِيلُ الَّذِي لَا يُبَالِي مِنْ أَيْنَ
 يَجْمَعُ الْمَالَ وَشَارِبُ الْخَمْرِ مُدٌّ مِنْ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَمْ أَعْدَاؤُكَ مِنْ أُمَّتِي
 قَالَ عَشْرُونَ نَفَرًا أَوْ لَهُمْ أَنْتَ يَا مُحَمَّدُ فَإِنِّي أَبْغَضُكَ
 وَالْعَالِمُ الْعَامِلُ بِالْعِلْمِ وَحَامِلُ الْقُرْآنِ إِذَا عَمِلَ بِمَا
 فِيهِ وَالْمُؤَذِّنُ لِلَّهِ فِي خُمُسِ صَلَوَاتٍ وَمُحِبُّ الْفُقَرَاءِ
 وَالْمَسَاكِينِ وَالْيَتَامَى وَذُو قَلْبٍ رَحِيمٍ وَالْمُتَوَاضِعُ
 لِلْحَقِّ وَشَابٌّ نَشَافِي طَاعَةَ اللَّهِ تَعَالَى وَآكِلُ الْحَلَالِ
 وَالشَّابَّانِ الْمُتَحَابِّانِ فِي اللَّهِ وَالْحَرِيصُ عَلَى
 الصَّلَاةِ فِي الْجَمَاعَةِ وَالَّذِي يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ
 نِيَامَ وَالَّذِي يُمْسِكُ نَفْسَهُ عَنِ الْحَرَامِ وَالَّذِي يَنْصَحُ
 وَفِي رَوَايَةٍ يَدُ عَوْلٍ لِأَخْوَانٍ وَلَيْسَ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ وَالَّذِي
 يَكُونُ أَبَدًا عَلَى وَضُوءٍ وَسَخِيٍّ وَحُسْنِ الْخُلُقِ
 وَالْمُصَدِّقُ رَبَّهُ بِمَا ضَمِنَ اللَّهُ لَهُ وَالْمُحْسِنُ إِلَى
 مَسْتُورَاتِ الْأَرَامِلِ وَالْمُسْتَعِدُّ لِلْمَوْتِ

(مُنْبَهَاتِ ابْنِ جَبْرٍ عَسْقَلَانِي)

(مُنْبَهَاتِ ابْنِ حَجْرٍ عَسَقَلَانِي)

ترجمہ و تشریح :-

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ابلیس سے پوچھا کہ میری امت سے تیرے کتنے دوست ہیں تو اس نے کہا کہ دس آدمی میرے دوست ہیں۔

ظالم حاکم متکبر 'وہ مالدار غنی جو یہ نہ سوچے کہ مال کیسے حاصل کر رہا ہوں اور کہاں خرچ کر رہا ہوں اور وہ عالم کہ کسی امیر کو اس کے ظلم پر اس کو سچا کر دے اور وہ تاجر جو خیانت کرتا ہو اور اناج کو ذخیرہ کر کے روکنے والا اور زنا کرنے والا اور سود کھانے والا اور وہ بخیل جو یہ نہ سوچے کہ کہاں سے مال جمع کر رہا ہے اور شراب پینے والا جو ہمیشہ اس کا عادی ہو جائے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے تیرے دشمن کون ہیں۔ شیطان ملعون نے کہا کہ بیس (۲۰)۔

سب سے پہلے یا محمدؐ میں آپ کو دشمن رکھتا ہوں اور وہ عالم جو اپنے علم پر عامل ہو اور قرآن کا حافظ جبکہ اس کے احکام پر عمل بھی کرے۔ اور پانچ وقت محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر اذان کہنے والا اور فقراء و مساکین اور یتیموں سے محبت کرنے والا اور مہربان دل والا یعنی رحم کرنے والا اور اللہ کے لئے تواضع کرنے والا اور وہ جوان جو شروع ہی میں اللہ کی عبادت میں لگ جائے اور حلال کمائی کھانے والا اور دو جوان جو آپس میں محض اللہ کی رضا کی خاطر دوستی رکھتے ہوں اور نمازوں کے حریص یعنی عادی جو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے اور وہ شخص جو رات جاگ جاگ کر نماز پڑھے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں اور وہ جو اپنے آپ کو حرام سے روکے اور وہ شخص جو :
ایک کی خیر خواہی کرے اور ایک روایت میں ہے کہ بھائیوں کے واسطے دعا کرے اور اس کے دل میں ان کے خلاف کوئی چیز نہ ہو۔

اور وہ شخص جو ہمیشہ با وضو رہے اور سخاوت کرنے والا اور حسن اخلاق والا اور وہ کہ جس کی ضمانت اللہ کے ذمے ہے اس کو سچ جانتا ہو اور ایمان رکھتا ہو مثلاً رزق وغیرہ اور بیوہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے والا اور موت کیلئے ہر وقت تیار رہنے والا۔ (منہات عسقلانی)

حدیث نمبر :- ۱۴۲

حضور ﷺ کا خطبہ میں قیامت تک ہر چیز کا پتہ دینا

عَنْ خُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَاتَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حِفْظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابِي هُوَ لَأَوْ أَنَّهُ لِيَكُونَ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتَهُ فَأَرَاهُ فَأَذْكُرُهُ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَأَاهُ عَرَفَهُ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ کتاب الفتن

ترجمہ :-

حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم میں رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ آپ نے اس جگہ میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دی جس نے اسے یاد رکھا، اس نے یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں۔ ان واقعات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں پھر اسے دیکھتا

ہوں تو ایسے یاد کر لیتا ہوں جیسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان لیتا ہے جب وہ اس سے غائب رہا ہو پھر جب اسے دیکھے تو پہچان لے۔
(بخاری و مسلم)

تشریح:-

حدیث مذکور کے راوی حضرت حذیفہ ابن یمان حضور ﷺ کے صاحب اسرار صحابی ہیں۔

قَامَ فِينَا حَضْرَتُهُ ﷺ اِكْجَلْ تَشْرِيفٍ فَرَمَا هُوَ اَآپ كَا يَه قِيَامِ اَسْنَدَه وَاَقْعَاتِ كِي خَبْرِي دِيْنِي كَلِيْتِي تَهَا۔

اَلَا حَدَّثَ بِهٍ (مگر اس کی خبر دی) حضور ﷺ نے ہر چھوٹے بڑے واقعہ حتیٰ کہ قطرہ قطرہ اور ذرہ ذرہ کا بیان فرمادیا یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (اور ہم نے آپ کو وہ سارا علم دے دیا جو آپ نہ جانتے تھے) جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہر ذرے اور ہر قطرے کا علم بخشا۔ اتنے تھوڑے وقت میں یہ سب بیان فرمادینا حضور انور ﷺ کا معجزہ ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام آن کی آن میں زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سب کچھ سکھا دیا جس سے حضور انور ان سب کے عالم بن گئے۔ مگر آپ نے حضرات صحابہؓ کو یہ سب کچھ بتا دیا سکھایا نہیں جس سے وہ صحابہؓ اس سب کے عالم نہ بن سکے۔ لہذا صحابہؓ کا علم حضور کے برابر نہ ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھادیے وَ عَلَّمَ اَدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (حضرت آدم کو تمام نام سکھادیے) جس سے وہ ان تمام اسماء کے عالم بن گئے مگر آدم نے فرشتوں کو یہ نام بتادیے سکھائے نہیں جس سے فرشتے عالم نہ بن سکے۔ فَلَمَّا اُنْبِئَا هُمْ بِاَسْمَاءِ هِمُ (جب ان کے ناموں کی خبر بتائی)

وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ (جو بھول گیا وہ بھول گیا) یعنی یہ ساری باتیں تو کسی ایک کو یاد نہ رہیں۔ بعض کو زیادہ اور بعض کو تھوڑی باتیں یاد رہیں۔ بعض کو بہت چیزیں بھول گئیں۔

قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابِي هُوَ لَاءِ (یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں) یعنی جو صحابہؓ آج موجود ہیں انہیں یہ واقعہ یاد ہے جو میں نے بیان کیا کہ حضور انور ﷺ نے یہ سب باتیں ایک مجلس شریف میں بتائی تھیں۔

ثُمَّ إِذَا رَأَاهُ عَرَفَهُ (جب دیکھے تو پہچان لے) جس طرح بھولا بچھڑا آدمی جب سامنے آ جائے تو پہچان لیا جاتا ہے۔ اس طرح بہت دفعہ واقعات ہمارے سامنے آ کر ہم کو ہماری بھولی باتیں یاد دلادیتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے یہ فرمایا تھا دیکھو وہ واقعہ اس طرح ہے۔

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۴۳

آخر زمانہ میں فتنہ کا ظہور

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَقْبِضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتْنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب الفتن

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے زمانہ چھوٹا ہو جائے گا اور علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور بخل ڈال دیا جائے گا

ہرج بڑھ جائے گا لوگوں نے عرض کیا ہرج کیا ہے فرمایا قتل۔

تشریح:-

يَنْتَقَرِبُ بنا ہے قُرْب سے بمعنی نزدیکی اس کے بہت معنی کئے گئے ہیں۔ مشہور معنی یہ ہے کہ زمانے کے اجزاء دن رات 'گھنٹہ' منٹ 'ہفتہ' مہینہ اور سال ایک دوسرے گزرنے میں قریب ہو جائیں گے کہ بہت جلد جلد گزرنے لگیں گے اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ قرب قیامت میں سال ایک مہینہ کی طرح 'مہینہ ہفتہ کی طرح' ہفتہ دن کی طرح اور دن آگ سلاگانے جتنے وقت میں گزریں گے۔ یا یہ معنی ہیں کہ زمانہ قیامت کے نزدیک ہو جائے گا یا یہ زمانہ والے لوگ ایک دوسرے سے جنگ و جدل کیلئے گتہ جائیں گے۔ قریب تر ہو جائیں گے۔ یا سارے اوقات شرفساد میں ایک دوسرے سے قریب و یکساں ہو جائیں گے۔

وَيَقْبِضُ الْعِلْمُ (اور علم کو قبض کر لیا جائے گا) علم سے مراد دین ہے علم دین کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ علماء دین وفات پاتے رہیں گے اور بعد کے لوگ عالم بننا چھوڑ دیں گے کیونکہ علم دین کی قدر نہ قوم میں رہے گی اور نہ حکومت میں۔ اس کا مشاہدہ آج کل ہو رہا ہے۔ اب علماء بھی واعظ یا پیر بن کر گزارہ کر رہے ہیں۔ صرف علماء کے لئے کوئی ذریعہ نہیں۔ انگریزی ایم اے یا (M.Sc) ایم ایس سی کر لو تو تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ عالم دین بنو تو حکومت کا کوئی محکمہ تمہیں نہیں لیتا۔ تم پر حکومت کے سارے دروازے بند ہیں۔ دین کا اللہ ہی حافظ ہے۔ دین رسولی باغ ہے اور علم دین اس کا پانی۔ جب پانی نہ دیا جائے تو باغ کا کیا ہوگا۔

وَيُلْقَى الشُّحَّ یعنی لوگ کنجوس ہو جائیں گے۔ علماء علم سکھانے میں بخل کریں گے اور کار گیر اپنا ہنر سکھانے میں بخل کریں گے۔ مالدار اپنا مال خرچ کرنے میں بخیل ہو جائیں گے۔ يُلْقَى فرما کر بتایا گیا کہ یہ بخل شیطان دلوں میں ڈالے گا۔ لوگوں کو بخل کے فائدے سخاوت

کے نقصانات ذہن نشین کر دے گا۔

ہَرَج ' ہرج کے لغوی معنی فتنہ ہے۔ یہاں خاص فتنہ یعنی قتل و خون مراد ہے۔ حرج "ح" سے ہوگا تو اس کا معنی تنگی ہے۔ لَيْسَ عَلَيَّ الْأَعْمَى حَرَجٌ (اندھے پر کوئی حرج نہیں) اس فخر صادق کے فرمانِ عالی کا آج کل مظاہرہ ہو رہا ہے ہر جگہ قتلِ عام ہے اور کوئی پرسانِ حال نہیں انسانی خون کی کوئی قیمت نہیں۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۴۴

فتنہ کی نشانی آخر زمانہ میں قتلِ عام

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُولُ فِيمَ قُتِلَ فَيُقِيلُ كَيْفَ يَكُونُ ذَلِكَ قَالَ الْهَرَجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ کتاب الفتن

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا نہ جائے گی حتیٰ کہ لوگوں پر وہ دن آجائے گا جب قاتل نہ جانے گا کہ کس جرم میں قتل کیا ہے اور نہ مقتول جانے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا کہ کیسے ہوگا فرمایا فتنہ عامہ کی وجہ سے قاتل مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔

(مسلم)

تشریح:-

اس فرمان عالی کا ظہور آج پورے طور سے ہو رہا ہے بات بات پر مکھی، مچھر اور کھٹل کی طرح انسان قتل کرائے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قاتلوں کو سزا نہیں ملتی تو مقتول کے وارثین ایک کے بدلے دو تین کو مار دیتے ہیں پھر وہ لوگ دو کے بدلے تین چار کو مار دیتے ہیں اگر عدالتوں سے سزا پوری پوری ملے تو جرائم کی جڑ کٹ جائے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ **وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ** (قصاص میں ہی تمہاری زندگی ہے)

الْهَرَجُ (فتنہ) یعنی لوگوں میں لاقانونیت، طبیعتوں میں بربریت پیدا ہو جائے گی۔ شرافت انسانی لوگ کھو چکیں گے۔ اس حدیث کی زندہ شرح آج کا زمانہ ہے۔

الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ (قاتل و مقتول دونوں جہنم میں) قاتل تو قتل کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا اور مقتول ارادہ قتل کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا۔ کیونکہ وہ بھی اسی ارادہ سے آیا تھا۔ اس کا داؤ نہ چلایا اس کا وار خالی گیا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کا پختہ ارادہ بھی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ گناہ اور ارادہ، گناہ دونوں سے بچائے۔ آمین (مرآت)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ قریب قیامت زلزلے زیادہ آئیں گے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث نمبر :- ۱۴۵

جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا

حضور ﷺ کا فرمان

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ رَانِي فَقَدْ رَايَ الْحَقَّ. (مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

مشکوٰۃ کتاب الرّیاء

ترجمہ :-

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح :-

حدیث پاک کے چند معنی کیے گئے ہیں۔

۱۔ دیکھنے سے مراد خواب میں دیکھنا اور حق سے مراد واقعی دیکھنا۔ باطل کا مقابل یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا وہ شکل خیال شیطانی نہیں میری ہے۔

۲۔ تا قیامت جو ولی مجھے بیداری میں دیکھے گا وہ مجھ ہی کو دیکھے گا۔ شیطان میری شکل میں اس کے سامنے نہ آئے گا۔ بعض اولیاء بیداری میں حضور ﷺ کو دیکھتے اور کلام کرتے ہیں اور مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ شیخ ابو مسعود ہر نماز کے بعد حضور ﷺ سے مصافحہ کرتے تھے۔ ابو الحسن شادوی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے کپڑے پاک رکھو۔

نور الدین یحییٰ نے روضہ انور سے جواب سلام سنا۔ شیخ ابو العباس کہتے ہیں کہ اگر میں ایک ساعت بھی حضور ﷺ کا جمال نہ دیکھوں تو اپنے مرتد ہو جانے کا فتویٰ دوں۔ حضرت غوث پاک "ایک دفعہ وعظ فرما رہے تھے کہ شیخ علی ابن ہبئی سامنے بیٹھے تھے کہ انہیں نیند آ گئی۔ حضور غوث پاک "منبر سے اتر کر ان کے پاس باادب کھڑے ہو گئے اور حاضرین سے فرمایا باادب

اور خاموش رہو کچھ دیر بعد علی بیدار ہوئے جناب غوث پاکؒ نے فرمایا اے علی کیا تم نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی بولے ہاں۔ فرمایا اسی لئے میں تمہارے پاس باادب کھڑا ہو گیا تھا۔ فرمایا تم کو حضورؐ نے کیا حکم فرمایا 'عرض کی آپ کی مجلس میں حاضر رہنے کا۔ شیخ علیؒ نے کہا جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا۔ جناب غوث پاکؒ نے بیداری میں دیکھا غرضیکہ بیداری میں حضور ﷺ کو دیکھنا اولیاء اللہ سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ (اشعۃ)

کوئی شخص اس دنیا میں آنکھوں سے بیداری میں رب تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ان آنکھوں سے رب کو صرف حضور ﷺ نے بیداری میں دیکھا۔ مگر زمین پر رہ کر نہیں بلکہ عرش سے دور جا کر یعنی معراج کی رات ہاں خواب میں رب تعالیٰ کی زیارت ہو سکتی ہے بلکہ بعض خواص کو ہوئی ہے۔ حضور انور ﷺ صبح کی نماز میں دیر سے آئے۔ بعد نماز فرمایا کہ میں نے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔

بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد رب تعالیٰ کی ذات ہے اور معنی ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا کیونکہ حضور انور ﷺ آئینہ ذات کبریا ہیں جیسے کہا جائے کہ قرآن مجید پڑھا اس نے رب سے کلام کر لیا یا جس نے بخاری دیکھی اس نے محمد بن اسماعیل کو دیکھ لیا اگرچہ بعض لوگ اس معنی کی تردید کرتے ہیں۔

قرآن کریم نے حضورؐ کو ذکر اللہ فرمایا وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُولًا كَيْونَكَ حضور انورؐ کو دیکھ کر خدا تعالیٰ یاد آتا ہے۔ حضور مذکور ہیں۔ انما انت مذکور۔ (مذکر ذکر کرنے والا) جس طرح حضرت بایزیدؒ کے شیخ نے بایزیدؒ کو فرمایا تھا۔

چوں مرا دیدی خدا را دیدہ
بایزید را کہ تو بگزیدہ

مولانا رومؒ

ترجمہ :- تو نے جب مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا، بایزید اچاؤ تمہارا کام ہو گیا

(مرات)

حدیث نمبر :- ۱۴۶

جس نے مجھے خواب میں دیکھا گویا اس نے

بیداری میں دیکھا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَانِي فِي الْمَنَامِ فَسِيرَانِي فِي الْيَقَظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ کتاب الرّیاء

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح :-

حدیث مذکور کے چند ایک معنی کئے گئے ہیں۔

۱۔ جس صحابی نے مجھے یہاں خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت کے دن بیداری میں دیکھے گا۔

۲۔ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں

دیکھے گا۔

۳۔ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں بیداری میں دیکھے گا۔ خواص اولیاء اللہ تو ظاہر ظہور دیکھیں گے۔ ہم جیسے عوام جن میں ضبط کا مادہ نہیں راز چھپا نہیں سکتے وہ مرتے وقت جب زبان بند ہو جائے گی تب پہلے مجھے دیکھیں گے بعد میں وفات پائیں گے۔ تاکہ وہ راز ظاہر نہ کر سکیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ایک بار خواب میں سرکارِ دو عالم ﷺ کو دیکھا۔ بیدار ہو کر اس حدیث پر غور کیا اور سوچا کہ اب میں حضور انور ﷺ کو بیداری میں کیونکر دیکھوں گا۔ آپ اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے حضرت میمونہؓ نے حضورؐ کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضور انور اپنا چہرہ مبارک (واضحیٰ) دیکھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضورؐ کی صورت شریف نظر آئی۔ اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی (اشعۃ اللمعات)

۴۔ میرے زمانہ حیات میں جو مسلمان مجھ تک نہ پہنچ سکا اس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ انشاء اللہ عنقریب مجھ تک پہنچ جائے گا اور میری زیارت کر لے گا۔ تیسرے معنی بہت قوی ہیں اور یہ بشارت عام مسلمانوں کے لئے ہے۔

(مرأت)

لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ (شیطان میری شکل نہیں بن سکتا) یہ حضور انور ﷺ کا وہ معجزہ ہے جو تا قیامت باقی ہے کہ جیسے شیطان زندگی شریف میں آپ کی شکل اختیار نہ کر سکا اس طرح تا قیامت کسی کے خواب میں حضورؐ کی شکل میں نہیں آ سکتا۔ حضور انورؐ کے سوا اور تمام کی شکلوں میں آ جاتا ہے۔ خواب میں باتیں کر جاتا ہے۔ مرد یا عورت کو احتلام اسی ہی کی مہربانی سے

ہوتا ہے۔

(مرآت)

علماء فرماتے ہیں کہ شیطان خواب میں خدا بن کے آسکتا ہے مگر مصطفیٰ ﷺ بن کر نہیں آسکتا کیونکہ حضور ہادی مطلق ہیں اور شیطان مُضَل مطلق ہے۔ گمراہ گر ہادی کی شکل میں کیسے آئے۔ دو ضدیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہادی بھی ہے مفضل بھی۔ دیکھو مدعی الوہیت کے ہاتھ پر عجائبات ظاہر ہو سکتے ہیں جیسے دجال مگر مدعی نبوت کے ہاتھ پر کبھی عجائبات ظاہر نہیں ہو سکتے۔

(اشعة اللمعات)

حدیث نمبر :- ۱۴۷

ایک گناہ گار کا جنازہ سرکار ﷺ نے پڑھایا

اور جنت کی خوشخبری دی

عَنِ ابْنِ عَائِدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تُصَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّهُ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ رَأَاهُ أَحَدٌ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ إِلَّا سَلَامٍ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ حَرَسَ لَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَتَّى عَلَيْهِ التُّرَابُ وَقَالَ أَصْحَابُكَ يَظُنُّونَ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَأَنَا أَشْهَدُ

أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ إِنَّكَ لَا تُسْأَلُ عَنْ
أَعْمَالِ النَّاسِ وَلَكِنْ تُسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ-

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب الجہاد

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن عائدؓ سے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے جنازے میں تشریف لے گئے۔ جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت عمر ابن خطابؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھیے کیونکہ فاجر آدمی ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی کہ کیا تم میں سے کسی نے اسے ن کام پر دیکھا ہے تو ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ اس نے ایک رات راہ خدا میں پہرہ دیا تھا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی اور اس پر مٹی ڈالی اور فرمایا تیرے ساتھی تو گمان کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے اور فرمایا۔ اے عمرؓ تم سے لوگوں کے اعمال کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی لیکن تم سے اسلام کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

تشریح :-

ابن عائد دو ہیں ایک قیس بن عائد اور دوسرے منذر ابن عائد دونوں صحابی ہیں۔

(اشعۃ)

غالباً یہاں قیس ابن عمرو مدنی مراد ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے اور بصرہ میں

(مرقات)

قیام رہا۔

فَلَمَّا وُضِعَ (جب جنازہ رکھا گیا) حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا

ارادہ فرمایا تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اس پر نماز نہ پڑھائیں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

یہاں فاجر سے مراد منافق نہیں بلکہ سخت گنہگار ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جہاں تک میرا علم ہے اس نے کبھی نیکی نہیں کی۔ میں نے اسے نیک کام کرتے نہیں دیکھا۔ برائیاں کرتے دیکھا ہے۔ حضور ﷺ اس پر نماز نہ پڑھیں تاکہ آئندہ لوگ عبرت پکڑیں اور گناہوں سے باز رہیں جیسا کہ حضور ﷺ مقروض پر نماز نہیں پڑھتے تھے تاکہ لوگ قرض لینے سے بچیں۔

هَلْ رَأَى عَلَى عَمَلِ الْإِسْلَامِ - کیا تم نے اسے کوئی اسلامی عمل کرتے دیکھا ہے؟ یہ ہے حضورؐ کی شان ستار العیوبی کہ حضرت عمرؓ یا کسی اور سے اس کے گناہ دریافت نہ کئے کہ تم نے اسے کیا گناہ کرتے دیکھا ہے؟ تم اسے فاجر کیوں کہتے ہو بلکہ لوگوں سے اس کے نیک اعمال کی گواہی طلب کی تاکہ اس کے عیوب چھپے رہیں اور اس کی نیکی ظاہر ہو جائے۔

اے کریم تمہارے کرم کے قربان مجھ سیاہ کار بدکار کا بھی ایسے ہی پردہ رکھنا۔

خیال رہے کہ حضور ﷺ کا لوگوں سے اس کی نیکیاں پوچھنا گواہی قائم کرنے کے لئے ہے جیسے قیامت میں رب تعالیٰ گواہی شہادت لے کر فیصلے فرمائے گا ورنہ حضورؐ ہر شخص کے ہر نیک و بد عمل سے خبردار ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ يَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہیں)

حضور ﷺ نے دو قبروں پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ ان میں ایک چغل خور تھا دوسرا چرواہا کہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔

اے فروغت صبح آثارِ دھور

چشم تو بیندہ ما فی الصدور

ترجمہ: اے وہ کہ تیری روشنی سے زمانہ روشن ہے آپ کی بینائی سینے کے اندر

سے بھی دیکھ لیتی ہے۔

حَرَسَ لَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ ایک رات اس نے راہ خدا میں پہرہ دیا۔ اس طرح کہ لشکر اسلام تھکا ہوا آ رہا تھا رات کو ایک جنگل میں آرام کرنا چاہتا تھا۔ پہرہ دار کی ضرورت تھی تاکہ دشمن شب خون نہ مار سکے۔ اس اللہ کے بندے نے تمام لشکر کو سلا دیا اور خود جاگ کر پہرہ دیا۔ اس کی یہ نیکی میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ وَحَثَّيْ عَلَيْهِ التُّرَابَ اس پر مٹی ڈالی یعنی حضورؐ نے اس کے تمام گناہ نظر انداز فرمادئے اور اس ایک نیکی کی گواہی لے کر اس کی نماز پڑھی اور قبر پر تین لپ مٹی بھی اپنے دست اقدس سے ڈالی۔ اے مرنے والے تیرے نصیب کہ صدقے جاؤں۔ خیال رہے کہ اس شخص نے اگرچہ بہت گناہ کئے ہوں گے مگر ایک رات پہرہ دینے سے سارے معاف ہو چکے اور حضورؐ کا اس پر نماز پڑھنا اور دفن فرمانا اس کے لئے رب سے بڑے درجات لینے کا ذریعہ ہے۔ بعض صحابہؓ ”اگرچہ گناہ کر لیتے تھے مگر اس رحمت کے سمندر میں نہا دھو کر پاک و صاف ہو جاتے تھے۔ ثابت ہوا کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں۔ کوئی فاسق نہیں کیونکہ گناہ کرنا اور چیز ہے۔ فاسق ہونا یا رہنا دوسری چیز ہے۔

أَشْهَدُ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے۔ اول درجے کا جنتی وہ ہے جو مرتے ہی روحانی طور پر اور محشر کے بعد بغیر سزا پائے جنت میں جائے گا کیونکہ تیرے سارے گناہ ایک رات پہرہ دینے اور میری نماز سے معاف ہو چکے ہیں۔ یہ ہے اس غیوب دان کا علم -

سرکار ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا دنیا میں ہم اور سارے مسلمان تم سے کسی میت کے اعمال کے بارے میں نہ پوچھیں گے۔ لہذا تم کسی کے گناہ بیان نہ کرنا۔ عیب پوشی سے کام لینا۔ مسلمان مردوں کو بھلائی سے یاد کرنا۔ دیکھو ہم نے بجائے گناہ کے نیکی کی گواہی لی۔

تُسْنَأُ عَنِ الْفِطْرَةِ یعنی ہم اور ہمارے صحابہؓ تم سے میتوں کے ایمان کی گواہی لیں گے۔ مسلمان کو بعد موت اچھائی سے یاد کرو۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ مقروض میت پر

نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ صحابہ سے پڑھواتے تھے تاکہ لوگ قرض سے بچیں کیونکہ قرض حق العبد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ ڈاکو وغیرہ پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ یہ فتنہ گر ہیں۔ خیال رہے حضور انور ﷺ کا اس شخص کا جنتی ہونے کی گواہی دینے سے معلوم ہوا کہ حضورؐ سب کی سعادت و شقاوت اور جنتی دوزخی ہونے سے خبردار ہیں۔ ورنہ حضورؐ یہ خبر کس طرح دیتے۔
یہ ہے حضورؐ کا علوم خمسہ پر مطلع ہونا۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۴۸

نجات ہلاکت اور درجات و کفارات کا بیان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ وَثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ وَثَلَاثٌ
كَفَّارَاتٌ أَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَخَشْيَةُ اللَّهِ تَعَالَى فِي السِّرِّ
وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى وَالْعَدْلُ
فِي الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَشَحٌّ شَدِيدٌ
وَهَوَى مُتَّبَعٌ وَإِعْحَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ وَأَمَّا الدَّرَجَاتُ
فَإِفْشَاءُ السَّلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ
وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَأَمَّا الْكَفَّارَاتُ فِإِسْبَاغُ الْوُضُوءِ فِي
السَّبْرَاتِ وَنَقْلُ الْإِقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ وَانْتِظَارُ

الصَّلَاةُ بَعْدَ الصَّلَاةِ

(مُنْبَهَاتِ ابْنِ حَجْرٍ عَسَقَلَانِي)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ تین چیزیں درجات بلند کرنے والی ہیں اور تین چیزیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔

نجات دینے والی یہ ہیں۔

۱۔ ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ کا خوف

۲۔ دولت مندی اور غربت میں میانہ روی اختیار کرنا۔

۳۔ خوشی اور غصہ میں عدل کا دامن نہ چھوڑنا۔

ہلاک کرنے والی یہ ہیں۔

۱۔ انتہاء کی بخیلی (کنجوسی)

۲۔ ہر وہ نفسانی خواہش کہ انسان اس کے پورا کرنے کے درپے ہو جائے۔

۳۔ خود پسندی یعنی کہ اپنے جیسا کسی کو نہ دیکھنا یعنی دوسروں کو اپنے سے کمتر

اور ذلیل سمجھنا۔

درجات بڑھانے والی یہ ہیں۔

۱۔ سلام کا پھیلانا۔

۲۔ ہر ایک کو لھانا کھلانا۔

۳۔ اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سو رہے ہوں۔

اور گناہوں کا کفارہ ہونے والی یہ ہیں۔

۱۔ ناپسند موسم یا حالات میں وضو مکمل کرنا جب کہ طبیعت نہ چاہتی ہو۔

۲۔ مساجد میں جماعت کے لئے چل کر جانا۔

۳۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتے رہنا۔

حدیث نمبر :- ۱۴۹

پانچ چیزوں کی توفیق ہو تو پانچ دوسری بھی مل جاتی ہیں

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْطَى اللَّهُ لِأَحَدٍ خَمْسًا إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ خَمْسًا أُخْرَى لَا يُعْطِيهِ الشُّكْرُ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الزِّيَادَةَ وَلَا يُعْطِيهِ الدُّعَاءُ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الْإِسْتِجَابَةَ وَلَا يُعْطِيهِ إِلَّا سْتِغْفَارًا إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الْغُفْرَانَ وَلَا يُعْطِيهِ التَّوْبَةَ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الْقَبُولَ وَلَا يُعْطِيهِ الصَّدَقَةَ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ التَّقْبُلَ.

(مَنْبِهَاتِ ابْنِ حَجْرٍ عَسْقَلَانِي)

ترجمہ :-

نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پانچ چیزوں کی توفیق اس کو دیتا ہے جس کے

ساتھ پانچ چیزیں بھی تیار کر دیتا ہے۔

شکر کی توفیق اس کو ملتی ہے جس کا مال زیادہ کرنا ہوتا ہے۔

دعا کی توفیق اس کو ملتی ہے جس کے لئے قبولیت تیار ہوتی ہے۔

گناہوں سے معافی کی توفیق اس کو دی جاتی ہے جس کو بخش دینا ہوتا ہے۔
 اور توبہ کی توفیق تب ہوتی ہے جب قبولیت سے سرفراز کرنا ہوتا ہے۔
 اور صدقہ کی توفیق تب ہوتی ہے جب اس کی قبولیت کرنا ہوتی ہے۔

.....☆☆☆.....

حدیث نمبر :- ۱۵۰

اگر غیب کے دعویٰ کی فکر نہ ہوتی تو پانچ کو

جنت کی بشارت دے دیتا

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ
 أَوْ مَرْفُوعًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا أَدْعَاؤُ
 الْغَيْبِ لَشَهِدْتُ عَلَى خَمْسٍ نَفَرًا أَنَّهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ
 الْفَقِيرُ صَاحِبُ الْعِيَالِ وَالْمَرْأَةُ الرَّاضِي عَنْهَا زَوْجُهَا
 وَالْمُتَّصِدِقَةُ بِمَهْرِهَا عَلَى زَوْجِهَا وَالرَّاضِي عَنْهُ
 أَبَوَاهُ وَالنَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ.

(مَنْبِهَاتُ ابْنِ حَجَرَ عَسْكَلَانِي)

ترجمہ :-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں یہ روایت ان کی اپنی ہے یا انہیں کسی اور

صحابی کے ذریعے پہنچی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر غیب کے دعویٰ کا فکر نہ ہوتا تو میں پانچ لوگوں کے لئے جنت کی شہادت دے دیتا کہ وہ جنتی ہیں۔

- ۱۔ صاحب عیال فقیر یعنی غریب۔
- ۲۔ وہ عورت جس پر اس کا خاوند راضی ہو۔
- ۳۔ وہ عورت جو اپنا حق مہر خاوند کو بخش دے۔
- ۴۔ جس بندے پر والدین راضی ہوں۔
- ۵۔ جو گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو۔

.....☆☆☆.....



مقدمتہ الكتاب

فصل الخطاب حصہ اول کو جس قدر پذیرائی ہوئی وہ عنایتِ خداوندی ہے اور ہدیہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسی پذیرائی سے حوصلہ پا کر مزید قلم کاری کے لئے آمادگی ہوئی اور حصہ دوم کا کام شروع کیا گیا۔ الحمد للہ وہ بھی مکمل ہو چکا ہے۔

احادیثِ قدسیہ کا زیر نظر مجموعہ جسے اللہ تعالیٰ کی باتیں بزبان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہا جا سکتا ہے ”جو احادیث شریف کی مشہور کتابوں سے ماخذ ہے“ مثلاً مشکوٰۃ المصابیح، بخاری، مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور موطا امام مالک وغیرہ کی مدد سے یہ مجموعہ بنام ”سراج الہدی المسمی فصل الخطاب حصہ اول و حصہ دوم“ مرتب ہوا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لئے ہر دو حصہ جات میں مزید ترمیم، اضافہ اور توضیح کر کے ان کو ایک کتاب کی شکل دے دی گئی ہے یہ مجموعہ جات مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح سے منقول و ماخذ ہیں۔

مشکوٰۃ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ اس کتاب کی جمع و تدوین میں دو بزرگوں کی

علمی کاوشوں کو دخل حاصل ہے۔ یہ کتاب شرق و غرب کے اہل علم طبقے میں اپنی تدوین کے لحاظ سے یکساں طور پر مقبول ہے۔ اپنی احادیث کے پیش نظر ہمارے قدیم نصاب درس نظامی میں شامل ہے۔

کتاب کے مؤلف کا نام محمد اور لقب ولی الدین ہے۔ آپ تبریز میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے خطیب تبریزی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ آٹھویں صدی ہجری کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ آپ کو اپنے وقت کے نامور علماء سے حصول علم کا شرف حاصل ہوا۔ آپ علم کے ساتھ ساتھ عمل و تقویٰ اور اخلاص میں بھی ممتاز تھے۔ آپ کی تعریف اور شان میں علماء نے بہت سے قصیدے لکھے۔ آپ کی ولادت کا صحیح تعین نہ ہو سکا لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ آپ کا انتقال ۳۰ھ کے بعد ہوا جیسا کہ آپ کی سوانح سے معلوم ہوتا ہے

صاحب مشکوٰۃ نے کتاب مصابیح جو محی السنہ ابو محمد حسین کی تصنیف ہے کی تکمیل کر کے اس کا نام مشکوٰۃ المصابیح رکھا۔ صاحب مصابیح نے حدیث شریف کی چودہ کتابوں کا ایک مجموعہ مدوّن کیا۔

مصابیح کے ہر باب کے تحت دو فصلوں کا التزام کیا گیا۔ فصل اول کے لئے صحیحین (بخاری و مسلم) سے احادیث منتخب کی گئیں۔ جبکہ فصل ثانی میں دیگر بارہ جوامع و مسانید سے انتخاب درج کیا گیا۔ مصابیح میں درج شدہ احادیث کی اسناد کا ذکر مفقود تھا۔ جبکہ علمائے احادیث کے ہاں مراتب حدیث سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔

چنانچہ شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ نے اس علمی ضرورت کا شدت سے احساس کرتے ہوئے مصابیح کی ہر حدیث کی سند کا ذکر کیا اور ساتھ ہی ہر باب میں فصل ثالث کا

اضافہ کیا۔ جس میں بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث کا بھی انتخاب درج کیا گیا۔ اس نوترمیم شدہ مجموعہ کو انہوں نے مشکوٰۃ المصابیح سے موسوم کیا۔

اس جگہ بطور اختصار حدیث کی اقسام کا ذکر کرنا بھی نہایت مناسب ہوگا۔ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے۔ اسی طرح صحابی اور تابعی کے قول و فعل پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچے اس کو مرفوع کہتے ہیں اور جس کی سند صحابی تک پہنچے اس کو موقوف کہتے ہیں۔

حدیث کی اصل تین قسمیں ہیں ”**صحیح**، **حسن**، **ضعیف**“ صحیح سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے، حسن متوسط درجہ ہے اور ضعیف ادنیٰ ہے۔ ان اقسام کی مختصر تعریف حسب ذیل ہے۔

۱- صحیح حدیث :- صحیح حدیث کے مختلف مراتب و درجات ہیں اگر اس کا راوی ایک ہے اور وہ عادل ہو اور تام الضبط یعنی مکمل حافظہ کے ساتھ ہو تو وہ غریب ہے، اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ مشہور ہے۔

۲- حسن حدیث :- وہ حدیث جس کے راوی ضبط حافظے میں کمزور ہوں اور عدل میں کمزور ہوں تو حسن ہے۔

۳- ضعیف حدیث :- ضعیف حدیث وہ ہے جس میں وہ شرائط مفقود ہوں جو صحیح یا حسن احادیث میں پائے جاتے ہیں یا ان میں بعض مفقود ہوں اور اس کے راوی کی کسی علت کی وجہ سے مذمت کی گئی ہو۔ صحیح حدیث کا احکام میں حجت ہونا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ہے۔

کسی حدیث کے رواۃ کی کثرت اگر اس حد تک بڑھ جائے جس پر کذب پر متفق ہونا محال ہو تو اس حدیث کو متواتر کہتے ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح ایسی اہم علمی اور بنیادی کتاب میں سے بعض احادیث کا انتخاب اور پھر اردو ترجمہ اور تشریح ایک علمی اور دینی ضرورت ہے۔ جس پر اس ناچیز نے علمی کم مائیگی کے باوجود پوری سعی و ہمت سے اس اہم ضرورت پر قلم اٹھائی اور حضرت مفتی اعظم علامہ احمد یار گجراتی کی تصنیف مراۃ المناجیح سے پورا استفادہ کیا (میرے دونوں مجموعے اسی کتاب کے مرہون منت ہیں) اس ضرورت کی تکمیل میں میرے عزیز حافظ گلزار حسین کی مکمل معاونت حاصل رہی۔ جنہوں نے پوری دلچسپی سے میرے اس کام کو انتہا تک پہنچانے میں میری مدد کی۔

فَجَزَاهُ اللَّهُ

امید ہے کہ میری اس کاوش کا مطالعہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کو تازہ کرے گا اور تربیت و تزکیہ کی راہ آسان کرے گا۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ حدیث قدسی سے کہتے ہیں جس کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے فرمائی ہو۔ کبھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے اور کبھی وحی 'الہام یا خواب کے ذریعہ سے حضور ﷺ نے اپنے الفاظ میں وہ مضمون ادا فرمایا ہو۔ جبکہ قرآن کریم صرف حضرت جبرائیل کے ذریعہ سے نازل ہوا ہے اور اس کے الفاظ بعینہ لوح محفوظ کے الفاظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نماز میں قرآن کریم کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔ مگر حدیث قدسی کی تلاوت سے نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن کریم کو ہاتھ لگانے یا پڑھنے کی اجازت حالت جنابت، حیض و نفاس میں نہیں ہے اور نہ ہی بغیر وضو چھونے کی اجازت ہے۔ جبکہ حدیث

قدسی کی اس طرح حرمت نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کا منکر کفر کا مرتکب ہوتا ہے اور حدیث پاک کا منکر کفر نہیں قرار دیا جاسکتا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ بھی اپنی خواہش سے تو نہیں بولتے تھے ”و ما ينطق عن الهوى“ تو پھر دونوں میں یہ امتیاز کیوں ہے؟ قرآن کریم بھی حضور ﷺ کی زبان سے ہے اور حدیث بھی۔

جواب یہ ہے کہ حدیث پاک کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف فرمائی ہے اور قرآن کی نسبت براہ راست وحی متلو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی ہے۔ چنانچہ خود زبان نبوت سے یہ امتیاز ابھرا ہے۔

قرآن کریم اور حدیث پاک کے درمیان مندرجہ ذیل فرق ملاحظہ ہو۔

۱- نماز قرآن کریم کی تلاوت کے بغیر نہیں ہو سکتی مگر حدیث پاک کی تلاوت سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

۲- قرآن کریم کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا اور حدیث پاک کے منکر کو نہیں۔

۳- قرآن کریم میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا واسطہ ضروری ہے مگر حدیث قدسی میں نہیں۔

۴- قرآن کریم میں الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں مگر حدیث قدسی میں یہ ممکن ہے کہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہوں۔

۵- قرآن پاک کو بغیر وضو ہاتھ لگانا منع ہے جبکہ حدیث پاک کے لئے ایسا نہیں۔

۶- قرآن پاک کی تلاوت میں ہر حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

جبکہ حدیث پاک میں اس طرح نہیں۔

جن محدثین عظام کے مجموعوں سے یہ احادیث قدسیہ ماخوذ ہیں ان میں سے بعض کے مختصر حالات درج ذیل ہیں۔

امام بخاریؒ :- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاری جمعہ کے دن ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو پیدا ہوئے ۲۵۷ھ میں ۶۲ سال کی عمر پا کر عید کی رات انتقال فرما گئے۔ آپ نے احادیث حاصل کرنے کے لئے دور دراز کے سفر کئے اور بہت سے محدثین سے علم حاصل کیا۔ جن میں امام احمد حنبلؒ اور یحییٰ بن معینؒ وغیرہ شامل ہیں۔ فیریری کہتے ہیں کہ بخاری کی کتاب ۹۹ ہزار لوگوں نے پڑھی اور سنی۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ روایتوں میں سے انتخاب کیا ہے اور ہر حدیث لکھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی ہے۔

آپ جب بغداد پہنچے تو وہاں کے حدیث کے علماء نے آپ کا امتحان لینا چاہا، انہوں نے دس افراد کو تیار کیا اور ۱۰۰ احادیث کے متن و سند میں رد و بدل کر کے ان سے سوال کرائے۔ آپ ان میں سے ہر حدیث سن کر یہی کہتے رہے کہ میں نہیں جانتا۔ پھر ان کی ساری احادیث سننے کے بعد آپ نے ترتیب وار ایک ایک حدیث پاک کا اصل متن و سند بیان کر دی۔ تب لوگوں کو آپ کے زبردست قوت حافظہ کا یقین ہو گیا۔ آپ کی کتاب صحیح بخاری کو عام طور پر حدیث کی سب سے مستند کتاب تسلیم کیا جاتا ہے۔ ”جبکہ حدیث پاک میں اس طرح نہیں“

امام مسلم :- امام ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ میں پیدا

ہوئے اور رجب المرجب ۲۶۱ھ میں ۵۷ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کا شمار انتہائی جلیل القدر محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ نے علم حدیث کے حصول کے لئے حجاز، عراق اور مصر وغیرہ کے سفر کئے اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ لوگوں نے آپ سے بڑی تعداد میں استفادہ کیا۔ اپنے زمانہ میں آپ کا مرتبہ سارے محدثین سے بلند مانا جاتا تھا خطیب بغدادی کا قول ہے کہ آپ امام بخاری کے نقش قدم پر چلے۔ امام مسلم کا کہنا ہے کہ انہوں نے تین لاکھ احادیث میں سے اپنا یہ مجموعہ منتخب کیا ہے۔ حافظ ابوعلی نیشاپوری کا قول ہے کہ روئے زمین پر علم حدیث میں صحیح مسلم سے زیادہ کوئی صحیح کتاب نہیں ہے۔

امام ابوداؤد :- امام سلیمان بن الأشعث بن اسحاق اسد بخستانی ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور شوال ۲۷۵ھ کو بصرہ میں انتقال فرمایا۔ آپ نے حصول علم کے لئے بہت سے سفر کئے۔ عراق، شام، مصر اور خراسان کے علماء سے حدیثیں سیکھیں۔ آپ کے اساتذہ میں امام احمد حنبل اور قتیبہ بن سعید جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں۔ آپ کے بہت سے شاگردوں میں سے امام نسائی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں سب سے مشہور سنن ابوداؤد ہے۔ امام ابوداؤد کا کہنا ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی پانچ لاکھ حدیثیں نقل کی تھیں۔ ان میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث منتخب کر کے یہ کتاب مرتب کی۔ آپ علم اور زہد و تقویٰ کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

خطابی کا قول ہے کہ علم دین میں سنن ابوداؤد جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور اس کتاب کو عام مقبولیت حاصل ہے۔

ابن اعرابی کا قول ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس قرآن پاک کے علاوہ سنن ابوداؤد ہو تو پھر اسے کسی اور کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

ابن حربی کا کہنا ہے کہ امام ابوداؤد کے لئے حدیث اس طرح نرم کر دی گئی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا تھا۔

امام ترمذی :- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳ رجب المرجب ۲۷۹ھ کو بمقام ترمذ فوت ہوئے۔ آپ نے قتیبہ بن سعید، محمد بن بشر اور علی بن حجر وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ آپ نے علم حدیث میں متعدد کتابیں مرتب فرمائیں۔ جن میں سب سے ممتاز اور مفید ترمذی ہے۔ امام ترمذی کا کہنا ہے کہ میں نے یہ کتاب حجاز، عراق اور خراسان کے محدثین کے سامنے پیش کی تو سب نے تحسین فرمائی۔

امام نسائی :- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰۳ھ کو مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا۔ آپ نے امام ابوداؤد قتیبہ بن سعید اور اسحاق بن ابراہیم وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ آپ نے علم حدیث میں متعدد کتابیں مرتب فرمائیں۔ آپ نہایت متقی اور پرہیزگار شخص تھے۔ ابن عمر حافظ کہتے ہیں کہ امام نسائی اپنے زمانے میں علم حدیث میں سب سے ممتاز تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے فضائل میں آپ نے کتاب ”خصائص“ لکھی اور دمشق میں اسی بنیاد پر انہیں آزمائش کا بھی سامنا کرنا پڑا، اسی سبب آپ شہید ہوئے۔

امام ابن ماجہ :- امام ابو عبد اللہ بن یزید بن ماجہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو وفات پائی۔ آپ نے ”ابن ماجہ“ میں چار ہزار منتخب احادیث نقل فرمائیں علاوہ ازیں تفسیر اور تاریخ میں بھی آپ کی تصنیفات ہیں۔ آپ نے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ مکرمہ اور شام وغیرہ دور دراز مقامات کے سفر کئے اور علم حدیث میں خصوصی مہارت حاصل کی۔

امام مالک :- امام ابو عبد اللہ بن مالک بن انس اصحی جو امام دارالہجرت کے لقب سے معروف ہیں ۹۵ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہاں ہی ۱۷۹ھ میں ۸۲ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ آپ حدیث و فقہ میں امام کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں امام شافعی جیسے جلیل القدر امام شامل ہیں۔ امام مالک علم کی حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے۔ حدیث بیان کرنے کے لئے وضو کرتے، خوشبو لگاتے اور پر وقار انداز میں بیٹھتے۔ آپ بڑے بارعب تھے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ جب علماء کا ذکر کیا جائے تو امام مالک کی حیثیت ستارہ کی ہوگی۔ خلیفہ منصور نے آپ کو کوڑے لگوائے مگر اعلانِ حق سے باز نہ آئے۔ آپ مدینہ منورہ کا احترام فرماتے حتیٰ کہ آپ وہاں سواری پر چڑھنا بھی اپنے لئے خلافِ ادب سمجھتے۔

امید ہے کہ اردو دان حضرات احادیثِ مقدسہ کے اس مرتب شدہ جامع مجموعہ سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم سے اسے عام استفادہ کا ذریعہ بنائے اور اس ناچیز کی سعی قبول فرمائے۔ میرے عزیز اور معاون خصوصی حافظ گلزار حسین بقشبندی بن حافظ محمد انار جس نے اس کتاب کی تدوین میں میری کما حقہ مدد کی اور پوری محنت شاقہ سے اس مسودہ کو تحریر کر کے مجودہ شکل دی۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے محنت کے

صلہ میں دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور بلندی درجات سے نوازے۔ آمین ثم آمین

﴿ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ﴾

ح مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند بر حال این مسکین دعائے

ناچیز صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول نقشبندی

قادری مجددی للہی

23 اگست 2004ء بمقام سردھی (چکوال)

عرض حال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

۱۵ جولائی ۱۹۹۷ء کو پیر و مرشد قبلہ حضرت محمد مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین
للہ شریف علاقہ دھنی کے سفر (دورہ) پر تشریف لائے تو میں بھی موضع کھوکھر زیر قدم بوسی کے لئے
حاضر ہوا۔ وہاں پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ حدیث مقدسہ میں سے کچھ احادیث کا انتخاب کر
رہا ہوں اور انکو ایک کتابی شکل میں لکھ رہا ہوں۔ جس کی پرنٹنگ آپ نے کرنی ہے اور ایسی کتاب
بنانی ہے جو مثالی ہو۔ (چونکہ میں متوسط درجے کی پرنٹنگ کا کام کرتا ہوں) اس لئے شش و پنج میں
پڑ گیا کہ کیا اس کام کو کرنے کی حامی بھریں۔ پھر خیال آیا کہ ایک بزرگ ہستی کی فرمائش ہے۔ انکی
دعائیں اور اللہ تعالیٰ کی امداد شامل حال رہے گی چنانچہ میں نے اس فریضہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے
کا اقرار کر لیا۔

کتاب کا نام ”فصل الخطاب“ رکھا گیا ہے۔ یعنی علماء کرام اور خطیب حضرات و دیگر
اہل شوق حضرات کے لئے مشعل راہ ہے۔ (اس کے بعد اسی کتاب کا دوسرا حصہ بھی پرنٹ ہوا
جس کو قارئین نے قبلہ حضرت صاحب کی اس کاوش کو خراج تحسین پیش کیا) اور دیکھتے ہی دیکھتے

کتب ہائے کا ذخیرہ ختم ہو گیا بلکہ قارئین کے شوق و ذوق کو دیکھتے ہوئے حصہ سوم بھی ”صراط الہدیٰ“ کے نام سے جاری ہو چکا ہے (اب قبلہ حضرت صاحب نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر دو حصہ جات اول و دوم کے نئے ایڈیشن کو ایک ہی کتاب میں رکھا جاوے تاکہ قارئین کو دو کتابوں کی بجائے ایک کتاب اٹھانی پڑے۔ اور کتاب کا نام ”سراج الہدیٰ“ تجویز فرمایا ہے) جو پرنٹ ہو کر آپ کے سامنے ہے۔

قبلہ حضرت صاحب کی بہت عرصہ سے خواہش تھی کہ وہ ایسی کتاب تصنیف فرمائیں جو کہ علمائے دین اور عوام کے لئے زندگی میں مدد و معاون ہو چنانچہ قبلہ حضرت صاحب نے حدیث النبیؐ کا انتخاب کیا جبکہ دین اسلام کو کامل ضابطہ حیات کی حیثیت کو سمجھنے اور اپنانے کے لئے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا از بس ناگزیر ہے۔ یہ وہ چشمہ حیات ہے جس میں اسلامی تعلیمات اور دینی احکام و مسائل کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ یہاں یہ کہنا لازم ہوگا کہ کلام الہی کا مجموعہ قوانین اور اسلامی طرز زندگی کے اصول و قواعد کا مجموعہ ہے مگر حدیث نبوی ﷺ اسکے جمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح پیش کرتی ہے۔ خود قرآن کریم نے اس حقیقت کو الم نشرح کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ قرآن حکیم کے شارح و ترجمان ہیں۔ لہذا قرآن کریم کو سمجھنے اور اسکی تفسیر پر عبور حاصل کرنے کیلئے حدیث نبویؐ کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص بھی اپنے لئے ایک نظام زندگی مرتب نہیں کر سکتا۔ یعنی دونوں کا تعلق آپس میں لازم و ملزوم ہے۔

توضیحات نبویؐ کو قرآن سے الگ رکھا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہر شخص کلام الہی کے احکامات اور مصادر اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے گا۔ جس کے نتیجہ میں بے شمار غلط نتائج ظہور پذیر ہوں گے۔

اللہ رب العالمین کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت "ہ نور ہے جس سے قرآن کریم کے اسرار و رموز آشکارا ہوتے ہیں اور دین متین کے حقائق پر واقفیت حاصل ہوتی ہے اور شریعت مطہرہ کی شاہراہ یوں جگمگانے لگتی ہے کہ منزلِ حق کا مسافر زندگی کی پُر خار وادیوں، کٹھن اور صبر آزما مرحلوں کو کامیابی و سلامتی سے طے کر لیتا ہے اور اپنی منزل مقصود پا کر بامراد ہو جاتا ہے۔

افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ خدا کے نام پر حاصل کئے ہوئے اس ملک میں کچھ لوگ حدیث نبویؐ کی بحیثیت سے انکار کر کے صرف قرآن کریم کو مخزنِ احکام دین قرار دے رہے ہیں۔ تاکہ وہ اس طرح دیگر احکام و ارکان سے چھٹی حاصل کر لیں۔ جنکا اثبات حدیث نبویؐ سے ہوتا ہے۔

چنانچہ قبلہ محترم حضرت صاحب نے اس کی طرف توجہ مبذول فرمائی جسکے نتیجے کے طور پر "فصل الخطاب" آپ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے۔ یہ کتاب کا حصہ اول ہے بلکہ اس کتاب کے ساتھ موجودہ ایڈیشن میں حصہ دوم کو بھی اس میں ضم کر دیا گیا ہے تاکہ مطالعہ کرنے والوں کو آسانی ہو۔ میری دعا ہے کہ قبلہ محترم حضرت صاحب مدظلہ العالی کو اللہ تعالیٰ تندرست و توانار رکھے تاکہ وہ اس کا تیسرا حصہ بھی مکمل کر سکیں۔

ایک صاحب بصیرت محقق کتاب ہذا کی فہرست مضامین پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر مطمئن ہو جائے گا کہ تاریخ علوم میں اصول حدیث کے علم کو جو مقام حاصل ہے وہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے جو فلسفہ اصلاحات کے فن کے مختلف تاریخی ادوار میں حاصل رہا ہے۔

اس کتاب کی تکمیل و طباعت میں مجھ ناچیز سے غیر معمولی تاخیر ضرور ہوئی ہے مگر اس میں کسی طرح کی قصداً کوتاہی کا دخل نہیں تھا بلکہ مختلف مراحل میں ٹیکنیکل رکاوٹیں حائل ہوتی رہی ہیں

‘ جن کا مجھے پہلے سے تجربہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی میری ہر ممکن کوشش ضرور رہی کہ اسکو اس طرح مکمل کیا جائے کہ یہ ایک مثالی کتاب ثابت ہو۔ اس کا فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کتاب کی تکمیل میں عزیزم محمد عبدالقیوم کی معاونت بھی شامل ہے اور دونوں مجموعہ جات کے ٹائٹل اسی کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں -

” گرتبول افتد زھے عزو شرف “

ملک محمد عبدالقدوس ابن مولوی محمد جی صاحب مرحوم
 آف دیوی (خلیفہ حضرت رابع للہی رحمۃ اللہ علیہ)
 حال گلستان کالونی، راولپنڈی اکتوبر 2006ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حدیث نمبر :- ۱

ضما د از دی کا واقعہ اور قبولِ اسلام

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ ضِمَادًا أَقْدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ
 أَزْدِ شَنْوَاءَةَ وَكَانَ يَرْقِي مِنْ هَذَا الرِّيحِ فَسَمِعَ سُفَهَاءَ أَهْلِ
 مَكَّةَ يَقُولُونَ إِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُونٌ فَقَالَ لَوْ أَنِّي رَأَيْتُ هَذَا
 الرَّجُلَ لَعَلَّ اللَّهَ يَشْفِيهِ عَلَيَّ يَدِي قَالَ فَلَقِيَهُ فَقَالَ
 يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَرْقِي مِنْ هَذَا الرِّيحِ فَهَلْ لَكَ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَ
 نَسْتَعِينُهُ مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا
 هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ
 أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَا بَعْدَ فَقَالَ أَعِدُّ عَلَيَّ
 كَلِمَاتِكَ هُوَ لَأَيُّهَا عَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَاهِنَةِ وَ
 قَوْلَ الشُّعْرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هُوَ لَأَنْوَاعٌ وَلَقَدْ
 بَلَغَنِي قَامُوسَ الْبَحْرِ هَاتِ يَدَكَ أَبَا يَعْكُ عَلَى الْإِسْلَامِ
 قَالَ فَبَايَعَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

(مشکوٰۃ باب علامات النبوة)

ترجمہ :-

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ ضحاک مکرہ آئے اور یہ ازدشنوہ
 سے تھے۔ اس قسم کی ہوا سے جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ انہوں نے مکہ کے بے وقوف باشندوں کو
 کہتے سنا کہ حضور ﷺ دیوانہ ہیں 'تو بولے ان صاحب کو میں دیکھ لیتا ہوں۔ شاید کہ اللہ
 تعالیٰ انہیں میرے ہاتھ سے شفاء دے۔ فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ سے ملے ' " بولے
 اے محمد (ﷺ) میں اس خلل والی ہوا سے جھاڑ پھونک کرتا ہوں " کیا یہ آپ کو ہے؟ تو
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ساری تعریفیں اللہ کی ہیں۔ ہم اس کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد
 مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی
 ہدایت دینے والا نہیں۔ ' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں
 - اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے بعد پھر ضحاک نے کہا
 اپنے یہ کلمات دوبارہ فرمائیے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کے سامنے یہ کلمات تین بار لوٹائے۔
 وہ بولا کہ میں نے کاہنوں کی باتیں 'شاعروں کے قول سنے ہیں مگر میں نے آپ ﷺ کی ان

باتوں کی مثل کبھی نہیں سنیں۔ یہ تو سمندر کی تہہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اپنا ہاتھ لائے میں اسلام پر آپ ﷺ کی بیعت کرتا ہوں۔ فرمایا اُس نے بیعت کر لی۔
(مسلم)

تشریح :-

بعض شارحین کہتے ہیں کہ ضماد اور ضمام ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ضمام ابن ثعلبہ بنی سعد ابن بکر قبیلہ سے ہیں اور ضماد ابن ثعلبہ قبیلہ ازد سے ہیں۔ انہیں طلب علم کا بہت شوق تھا دم منتر بھی خوب کرتے تھے۔
(اشعریہ)

ضماد یونانوں اور پاگلوں پر دم کیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ انہیں اسی علم نے حضور ﷺ تک پہنچایا اور مسلمان بنا دیا۔ جیسے فرعونی جادو گروں کو ان کے علم جادو نے موسیٰ علیہ السلام تک پہنچایا اور انہیں ایمان نصیب کر دیا۔ معلوم ہوا کہ علم کوئی بھی بُرا نہیں کبھی یہ علم ایمان و معرفت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ”ہوا“ سے مراد یا تو جنون ہے یا جن۔ اہل عرب جنات کو ہوا کہتے ہیں۔ چنانچہ فلاں کو ہوا ہو گئی یہ اس وقت بولتے تھے جب اس پر جنات کا خلل ہو گیا ہوتا۔ سبحان اللہ ضماد جاتو رہے ہیں علاج کرنے کی نیت سے مگر حقیقتاً علاج کرانے جا رہے ہیں۔ وہ سمجھے کہ طبیب بیمار کے پاس جا رہا ہے مگر واقعاً بیمار حکیم کے پاس پہنچ رہا تھا۔

ضماد حضور ﷺ کو ہر طرح سے ٹھیک دیکھ کر سمجھا کہ شاید آپ ﷺ کو جنات کا دورہ پڑا کرتا ہے اس وقت دورہ نہیں ہے اس لئے آپ ﷺ ہوش میں بیٹھے ہیں۔ تب ہی اس نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں آپ کا علاج کروں؟ تو جواب میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمات یعنی اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ..... اَمَّا بَعْدُ بطور خطبہ ارشاد فرمائے ” اَمَّا بَعْدُ “ کے بعد تلاوت قرآن مجید فرمانا چاہتے تھے ضماد کو سنانے کے لئے مگر ضماد کو خطبہ ہی سے ایمان مل

گیا قرآن مجید تک پہنچنے کی نوبت ہی نہ آئی، خطبہ کی فصاحت و بلاغت نے ضما د کے ہوش اڑا دئے وہ وارفتگی کی حالت میں بول اٹھے کہ ایک بار یہ کلام اور سناد دیجئے۔ کلمات شاندار مگر بزبان رسول اللہ ﷺ جو سونے پر سہاگہ ہے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات تین بار دہرائے۔ معلوم ہوا کہ تین بار میں خاص برکت ہے۔ اعضاء دھوؤ تو تین بار قُلْ هُوَ اللَّهُ پڑھو تو تین بار اس طرح ختم قرآن کا ثواب ملے گا۔ حضور ﷺ دعا بھی تین بار فرماتے تھے۔

خطبہ کے کلمات نے ضما د کو بتلادیا کہ آپ ﷺ نہ ساحر ہیں نہ شاعر بلکہ سچے رسول ہیں خیال رہے کسی نے معکلم سے کلام کو پہچانا مگر ضما د نے کلام سے معکلم کی شان معلوم کر لی۔

وَلَقَدْ بَلَّغْنَا قَامُوسَ الْبَحْرِ (یہ تو سمندر کی تہہ کو پہنچی ہوئی ہے)

قاموس بنا ہے قمس سے بمعنی گہرائی اس لئے غوطہ خور کو قما س بھی کہتے ہیں اور غواص بھی یعنی ان پیارے کلمات کی فصاحت و بلاغت دریائے معرفت کی تہہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ جہاں کسی انسان کے فکر و وہم نہیں پہنچ سکتے یہ کلمات انسانی نہیں بلکہ القائے ربانی ہیں۔

(مرآت)

جب ضما د ایمان لا کر کفار مکہ کے پاس واپس ہوئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہو کیا گزری؟ جواب دیا کیا گزرناتھی؟ دیکھتے ہی مسئلہ حل ہو گیا کہ یہ سایہ وہ نہیں (جو میں اور آپ سمجھتے تھے) بلکہ اللہ کا سایہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

اے لقائے تو جواب ہر سوال

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

”تیرا ملنا ہی ہر سوال کا جواب ہو گیا اور بغیر گفتگو کے ہر مشکل حل ہو گئی۔“

خیال رہے کہ حضور انور ﷺ نے ضما کی بات کا جواب نہ دیا ' اپنی صفائی بیان نہ فرمائی کہ میں دیوانہ نہیں ہوں لوگ غلط کہتے ہیں بلکہ حضور ﷺ کے کلمات نے آپ ﷺ کی شان ظاہر کر دی کہ جس کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات ایسے ہوں سمجھ لو کہ وہ ذات کریمی کیسی ہے ' خوش نصیب تھے وہ جو سب کچھ لے گئے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیعت ہوتے وقت مرید شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے اور زبان سے بیعت کرے دیکھو ضما نے عرض کیا کہ حضور اپنا ہاتھ لائیں تاکہ میں بیعت کروں۔

بیعت چار قسم کی ہے۔ جن میں سے ایک اسلام کی بیعت ہے

توبہ کی بیعت سلوک کی بیعت خلیفہ کی اطاعت کی بیعت

(مرآت)

شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اسلام میں بیعت کا اطلاق دو چیزوں پر کیا جاتا ہے ایک خلیفہ یا امیر کی بیعت اور دوسری مرد صالح یا مرشد کی بیعت کرنا بیعت مرشد کا تصور اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

(مائدہ)

”اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔“

امام احمد رضا قادری فتاویٰ افریقیہ میں شیخ طریقت کی چار شرطیں بیان فرماتے ہیں۔

۱۔ مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو۔

۲۔ عقائد کے دلائل اور احکام شرعیہ کا عالم ہو حتیٰ کہ پیش آمدہ مسائل کا حل بیان

کر سکتا ہو۔

۳۔ علم کے مطابق عامل ہو یعنی فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات پر دائمی عمل کرتا ہو اور تمام محرمات اور مکروہات سے بچتا ہو۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ تک اس کے مشائخ کا سلسلہ پہنچتا ہو۔

یہ چار شرطیں ضروری ہیں ان کے علاوہ اگر کسی کو سندِ خلافت ہو، بیعت کی اجازت ہو، وہ لوگ جو کرامت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر شریعت کے پابند نہیں یا جن کو شریعت کا علم نہیں، حقیقت اور معرفت کی باتیں کرتے ہیں ان کی بیعت کرنا جائز نہیں۔ اس زمانہ میں ایسے پیشہ ور پیر بکثرت موجود ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (شرح مسلم)

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ سیدنا بایزید بسطامیؒ نے فرمایا جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ امام قشیری رسالہ قشیریہ میں لکھتے ہیں کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔ (شرح مسلم)

مولانا فرماتے ہیں۔

سیر را بگزیں کہ بے پیر این سفر
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

ترجمہ = یعنی پیر پکڑو پیر کے بغیر یہ سفر بہت ہی خطرناک اور آفتوں سے بھرا ہوا ہے۔

..... ☆☆☆
..... ☆☆☆
..... ☆☆☆

حدیث نمبر :- ۲

رسول اللہ ﷺ کا اپنی زندگی میں خود اپنے کام کرنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
يَخْصِفُ نَعْلَهُ وَيَخْبِطُ ثَوْبَهُ وَيَعْمَلُ فِي بَيْتِهِ كَمَا يَعْمَلُ
أَحَدُكُمْ فِي بَيْتِهِ وَقَالَتْ كَانَ بَشْرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِي ثَوْبَهُ
وَيَحْلِبُ شَاتَهُ وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)
(مشکوٰۃ باب فی اخلاقه و شمائله ﷺ)

ترجمہ :-

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے 'فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنا جوتا
شریف درست کر لیتے تھے اپنے کپڑے سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں ایسے ہی کام کرتے تھے جیسے
تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے۔ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں میں سے ایک کی سی
زندگی رکھتے تھے۔ اپنے کپڑوں کی جوئیں دیکھتے تھے۔ اپنی بکری دوہ لیتے تھے اور اپنے کام خود
کرتے تھے

تشریح :-

آپ ﷺ کے عمل شریف سے یہ مسئلہ معلوم ہو کہ پیوند والا کپڑا اور پیوند والا جوتا پہننے
میں عار محسوس نہیں کرنا چاہئے۔ یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے یہ بھی معلوم ہو کہ اپنا کام اپنے

ہاتھ سے کرنے میں شرم محسوس نہ کریں دوسروں کے حاجتمند نہ رہیں لیکن یہ دونوں عمل کنجوسی کی بناء پر نہ ہوں بلکہ عاجزی و انکساری کے لئے ہوں۔ یہ فرمانِ پاک اس کے خلاف نہیں کہ اللہ جب نیا کپڑا یا جوتا دے تو پرانا خیرات کر دو کہ وہاں سخاوت کی تعلیم ہے اور یہاں عاجزی کی۔ حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہو کہ حضور ﷺ فطری طور پر ہر کام جانتے ہیں۔ آپ ﷺ حکومت کرنے، فیصلے کرنے، کپڑے سینے اور جوتوں میں پیوند بھی لگانے سے واقف ہیں۔ یہ سب کچھ کسی سے سیکھا نہیں بلکہ رب کے ہاں سے سیکھے سکھائے تشریف لائے، حضور انور ﷺ نے کوئی کمال کسی مخلوق سے نہیں سیکھا۔

آنحضور ﷺ کی زندگی پاک شاہانہ اور پر تکلف نہ تھی بلکہ عام بشر کی طرح سادہ تھی، یہ بھی معلوم ہو کہ صحابہ آپ ﷺ کو بشر نہ کہتے تھے۔ بشر کہنا تو بڑی بات ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو بھتیجا بھی نہ کہتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھائی نہ کہتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خاوند کہہ کر نہ پکارتیں۔ یہ تمام حضرات ”یا رسول اللہ“ یا نبی اللہ وغیرہ القاب سے پکارتے تھے۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط۔ (پ ۱۸، نور)

ترجمہ (اپنے درمیان رسول اللہ ﷺ کو اس طرح مت بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلا تے ہو) خیال رہے کہ حضور ﷺ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں نہ پڑتی تھیں ہاں کبھی کبھار دوسروں کی چڑھ جاتی تھیں اور وہ اپنے کپڑے صاف کرتے تھے اور اُمّ حرام آپ ﷺ کے سر مبارک سے نکالتی تھیں۔ ہاں مکھی بھی جسم پاک پر نہ بیٹھتی اور نہ ہی چھرا آپ ﷺ کو

ایذا دیتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنے کام خود بھی کر لیتے تھے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت انسؓ و دیگر صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی خدمت کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی خدمت کرنا فخر محسوس کرتے تھے جیسے کوئی غلام آقا کی خدمت محض اس لئے کرے کہ میں اُس کا منظورِ نظر ہو جاؤں یا آقا کی نظرِ بنائیت کا مستحق ٹھہروں، ان کا نظریہ تو فقط یہ تھا کہ۔

ع تیری اک نگاہ پہ قربان میری ساری زندگانی (مرأت)

حدیث نمبر :- ۳

حضرت انسؓ اپنی خدمت بیان کرتے ہیں

عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنُ ثَمَانَ سِنِينَ خَدُمْتُهُ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا لَأَمِنِي عَلَى شَيْءٍ قَطُّ اتَى فِيهِ عَلَى يَدَيَّ فَإِنْ لَأَمِنِي لَأَمِنَ مِنْ أَهْلِهِ قَالَ دَعُوهُ فَإِنَّهُ لَوْ قَضَى شَيْءٌ كَانَ -

هذا لفظ المصابيح و روى البيهقي في شعب الايمان مع تغير يسير -

(مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ و شمانلہ ﷺ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت

خدمت کی جبکہ میں آٹھ سال کا تھا۔ میں نے حضور ﷺ کی دس سال خدمت کی اگر مجھ سے کسی چیز کو نقصان پہنچ جاتا تو آپ ﷺ نے کبھی مجھے ملامت نہ کی اگر آپ ﷺ کے گھر والوں سے کوئی مجھے ملامت کرتا تو فرماتے جانے دو۔ اگر کچھ مقدر میں ہوتا تو وہ ہوتا۔ (یہ مصباح کے الفاظ ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں کچھ فرق سے روایت کی ہے)

تشریح :-

حضرت انسؓ جب حضور پاک ﷺ کی خدمت میں خدمتگار یا خادم خاص کی حیثیت سے حاضر ہوئے تو اس وقت آپؐ کی عمر آٹھ سال تھی آپؐ نے کل دس سال حضور ﷺ کی بے مثال خدمت کی۔ حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا بچہ تھا مجھ سے کبھی کوئی چیز ٹوٹ بھی جاتی یا کبھی مجھ سے کام بگڑ جاتا تو حضور ﷺ نے مجھے کبھی برا بھلا نہیں کہا نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی جھڑکا۔ بلکہ آپ ﷺ نہ تو خود ملامت کرتے اور نہ ہی کسی دوسرے کو ملامت کرنے دیتے۔ چیز کے ضائع ہونے کا افسوس عورتوں کو بہت زیادہ ہوتا ہے اس وجہ سے ازواج مطہرات ناراض ہوتی تھیں تو حضور ﷺ انہیں منع فرماتے تھے اور فرماتے برتن کی عمر اتنی ہی تھی۔ اور یہ کام رب کی طرف سے یونہی ہونے والا تھا۔ انسؓ تو اس کا مظہر ہیں انہیں کچھ نہ کہو۔ (مرآت)

اگر آج ہم لوگ اس سنت نبویؐ پر عمل کریں تو یقیناً ہمارے گھر بھی جنت بن جائیں اور اس طرح سے ثواب بھی حاصل ہو جائے۔ گھر میں لڑائی جھگڑا اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ ایک فرد نے بچے کو جھڑکا تو دوسرے نے حمایت کی اس طرح بات بڑھتے ہوئے لڑائی تک پہنچ جاتی ہے آئیے مل کر عہد کریں کہ اس پیاری سنت پر عمل کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ (آمین)

شارح مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں نو سال رہا مجھے علم نہیں کہ کبھی آپ ﷺ نے یوں فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا؟ اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی میری کسی چیز کی مذمت کی اور پھر جھڑک دیا۔

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت انسؓ بارگاہ اقدس میں نو سال اور کچھ مہینے رہے۔ بعض روایات میں انہوں نے مہینوں کا اعتبار نہیں کیا اور بعض روایات میں نو سال اور کچھ مہینوں کو تغلیباً دس سال سے تعبیر فرمایا۔
(شرح مسلم)

حدیث نمبر :- ۴

ایک سوالی کو حضور رسول اللہ ﷺ نے

تمام بکریاں عنایت کر دیں

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَيَّاهُ فَاتَى قَوْمَهُ فَقَالَ أَيُّ قَوْمٍ
أَسْلِمُوا فَوَاللَّهِ إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءَ مَا يَخَافُ الْفَقْرَ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ و شمائلہ ﷺ)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب فی اخلاق و مائلہ ﷺ)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان بھری ہوئی بکریاں مانگیں۔ حضور ﷺ نے وہ سب اسے دے دیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور بولا اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ اللہ کی قسم محمد ﷺ ایسی عطا دیتے ہیں کہ فقیری کا خوف نہیں فرماتے۔

(مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز نہ مانگی گئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ "نہیں"۔

(بخاری و مسلم)

تشریح :-

سائل نے اتنی زیادہ بکریاں مانگیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کا سارا جنگل بھرا ہو ا تھا۔ یہ سب بکریاں حضور ﷺ کی اپنی تھیں۔ غزوہ حنین میں مالِ غنیمت کے خمس میں اتنی بکریاں آپ ﷺ کو ملی تھیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے بغیر دغدغہ بلا تا مل سب بکریاں سائل کو عطا فرمادیں۔ بعض روایات میں ہے کہ سائل نے حضور ﷺ کی یہ بکریاں دیکھ کر عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ آپ تو بڑے مالدار ہو گئے ہیں، فرمایا کیسے؟ اس نے عرض کیا کہ اتنی زیادہ بکریاں آپ ﷺ اکیلے کی لک ہیں۔ فرمایا جا سب تجھے عطا فرمادیں، لے جا، وہ حیرت سے حضور ﷺ کا منہ تکتا رہ گیا خیال رہے کہ داتا تخی ہے مگر دینے کے دروازے مختلف ہیں۔ کسی کو جمال دکھا کر ایمان بخشا، کسی کو سخاوت دکھا کر اپنا متوالا بنا لیا، کسی کو میدانِ جہاد میں جلالِ الہی دکھا کر مومن بنا دیا

- ہم جیسے دور رہنے والے غلاموں کو اپنا نام سنا کر ایمان دے دیا۔ ان کا نام ان کے کام ان کی صورت ان کی یہ ت سب ہی ایمان بخشنے کا ذریعہ ہیں۔ اس بدوی نے اسی عطا کو حضور ﷺ کی نبوت کی دلیل بنایا۔ مع اپنی قوم کے مسلمان ہو گیا وہ بکریاں کیا ملیں کہ انہیں ایمان مل گیا۔ یاد رہے کسی سے مانگنا عیب ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ مگر اللہ ورسول اللہ ﷺ سے مانگنا ہم سب کے لئے باعث فخر ہے

(مرآت)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے کسی سائل یا بھکاری کو کبھی یہ نہ فرمایا کہ ہم تم کو نہیں دیں گے۔ اگر وہ چیز ہوتی تو عطا فرمادیتے ورنہ خاموشی یا آئندہ کے لئے وعدہ فرمایا۔ لہذا یہ حدیث آیت کے خلاف نہیں۔ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ۔

ترجمہ = تو نے کہا میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں۔ (پ ۱۰ توبہ)

آیت کریمہ میں معذرت کا ”لَا“ ہے اور یہاں انکار کا ”لَا“ مراد ہے۔

فرزوق شاعر نے حضور انور ﷺ کی نعت شریف میں عرض کیا۔

مَا قَالَا قَطُّ إِلَّا فِي تَشْهِيدِهِ
لَوْلَا التَّشْهِيدُ كَانَتْ لَأُمَّهُ نَعَمٌ

کسی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

نہ رفت کلمہ لا بر زبان او ہرگز
مگر بہ اشہد ان لا الا لله

یعنی حضور انور ﷺ نے بجز کلمہ طیبہ کے ”لَا“ انکار کے لئے کبھی ارشاد نہ فرمایا۔

آج بھی حضور انور ﷺ سے مانگ کر دیکھ لو محروم نہ پھر وگے۔

زمانہ نے زمانے میں سخی ایسا کہیں دیکھا

زباں پر جس کے سائل نے نہیں آتے نہیں دیکھا

سرور کائنات ﷺ نے کبھی کسی سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا، آپ ﷺ کے

جو دو سخا کے واقعات سے سیرت کی کتب بھری پڑی ہیں، جو بھی در رسالت پر حاضر ہوا اس کی جھولی

بھر کر اتے واپس کیا گیا۔ حضور انور ﷺ کا یہ فیض اور فضل و کرم آج بھی جاری ہے۔ شیخ

عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ سب معاملات حضور ﷺ کے دستِ ہمت

و کرامت کے سپرد ہیں۔ حضور ﷺ جو چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنے رب کے اذن سے عطا

فرماتے ہیں۔ (اشعۃ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَ أَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (اور جو سائل مانگنے آئے

اس کو مت جھڑکئے) (ضحیٰ پ ۳۰)

حضور ﷺ کی زندگی مبارک اس آیت کریمہ کی عملی تصویر ہے۔ حضور ﷺ نے کبھی

کسی کو نہ نہیں فرمایا ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بحرین کے علاقے سے ۹۰ ہزار درہم آئے

آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک چٹائی بچھا کر اس پر نقدی کا ڈھیر لگا دیا۔ نماز فجر کے بعد یہ درہم

تقسیم کرنا شروع کئے، نماز ظہر تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ جب حضور ﷺ ساری رقم تقسیم کر

چکے تو اتفاق سے ایک سائل آ گیا سرکار نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں بچی، تم یوں کرو کہ کسی

بھی دکاندار کے پاس چلے جاؤ اور اپنی ضرورت کی اشیاء حاصل کرو اسے کہو کہ رقم میرے نام لکھ

دے میں ادا کرونگا۔

اس وقت حضرت عمر فاروقؓ موجود تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا مکلف نہیں فرمایا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کو حضرت عمر فاروقؓ کی یہ بات پسند نہ آئی۔ آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے، ایک انصاری بھی اس وقت حاضر خدمت تھے۔ کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ بے دریغ خرچ فرمایا کیجئے۔ اس پر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک مسرت سے پھول کر شگفتہ ہو گیا اور حضور ﷺ خوشی سے ہنس پڑے پھر فرمایا میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔

(تفسیر عزیزی)

حضور ﷺ کے خزانے تو ختم ہونے والے نہیں، آپ ﷺ کے در پر آنے والا سائل کیسے خالی ہاتھ جاسکتا ہے۔

لِلّٰهِ دَرُّ قَانِلٍ

سے میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دے ہیں در بے بہا دن ہیں

حدیث نمبر :- ۵

حضرت انسؓ پر حضور ﷺ کی شفقت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا فَأَرْسَلَنِي يَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَذْهَبُ وَفِي نَفْسِي أَنْ أَذْهَبَ لِمَا أَمَرَنِي بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجْتُ حَتَّى أَمَرَ عَلَى صَبِيَّانٍ وَهُمْ

يَلْعَبُونَ فِي السُّوقِ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَبِضَ بِقَفَايَ مِنْ وِرَائِي قَالَ فَانظَرْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ يَا أُنَيْسُ ذَهَبْتَ حَيْثُ أَمَرْتُكَ قُلْتَ نَعَمْ
 أَنَا أَذْهَبُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ و شمائلہ ﷺ)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔ حضور ﷺ نے ایک دن مجھے کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے کہا اللہ کی قسم میں نہ جاؤنگا لیکن میرے دل میں تھا کہ جاؤنگا جس کا حضور ﷺ نے مجھے حکم فرمایا۔ چنانچہ میں روانہ ہو گیا یہاں تک کہ میں بچوں پر گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ اچانک حضور ﷺ نے میرے پیچھے سے میری گردن پکڑی، فرماتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ فرمایا اے انیس کیا تم وہاں جا رہے ہو جہاں جانے کا میں نے تم کو حکم دیا تھا؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں وہاں ہی جا رہا ہوں۔ (مسلم)

تشریح :-

جس وقت حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت حضرت انسؓ کی عمر آٹھ سال تھی۔ ان کے والدین ان کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے ان کو آپ ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ وفات ۱۰ھ میں ہوئی حضور ﷺ

کی وفات تک حضرت انسؓ خدمت کرتے رہے۔ بعد وفات مدینہ سے چلے گئے اور مقام موصل میں آپؓ کا مزار ہے۔
(مرأت)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں ناس سے مراد سارے ہی انسان ہیں اور خلق سے مراد برتاؤ ہے۔
(مرقات)

حضرت انسؓ نے نافرمانی یا حکم کی مخالفت نہیں کی بلکہ ناز برداری کی ہے اور اپنے کریم پر نیاز مندانہ ناز ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

کشاہد دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

(اقبال)

جیسے بچے ماں سے ضد کرتے ہیں کہ ہم نہیں کرتے نیز یہ واللہ قسم کے لئے نہیں تاکہ اس پر قسم کے احکام جاری ہوں بلکہ بلا قصد یہ لفظ بولا گیا ہے۔ امام شافعیؒ کے ہاں یہ قسم لغو ہے اور امام اعظم کے نزدیک یہ قسم ہے ہی نہیں۔
(مرأت)

فرماتے ہیں میرا یہ انکار صرف زبانی تھا۔ دل سے نہ تھا چونکہ یہ کام لڑکپن میں تھا اس لئے حضور انور ﷺ نے بار بار جانے کا حکم نہ دیا۔ بلکہ نہایت ہی نرمی فرماتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ اور میں حکم کی تعمیل میں کام پر چلا گیا۔
(لمعات)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں کھیلنے والے بچوں پر گزرا تو کھیل دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا، اچانک آپ ﷺ نے پیچھے سے میری گردن پکڑی یہ گردن پکڑنا انتہائی پیار و محبت سے تھا۔ قفأ گردن کے پچھلے حصے کو کہتے ہیں اور اگلے حصے کو حلقوہ کہتے ہیں۔

حضرت انسؓ نے پیچھے دیکھا تو آپ ﷺ مسکرارہے تھے حضور ﷺ کے لئے جہاں کہیں لفظ ضحک آتا ہے وہاں تبسم مراد ہے۔ کیونکہ حضور انور ﷺ نے کبھی قہقہہ نہ لگایا۔ لفظ انس کو انیس فرمانا تغیر کے لئے ہے۔ یہ بھی محبت کے لئے تھا۔ نام بگاڑنا مراد نہیں۔ جیسے ہمارے ہاں اکرام سے کاہنی یا سلیم سے سہمی کہا جاتا ہے۔

قُلْتُ نَعَمْ (میں نے عرض کیا ہاں) یہ ہے اپنے ارادے کا اظہار یعنی میں نے صرف زبان سے انکار کیا تھا۔ جانے کا ارادہ اس وقت ہی تھا چنانچہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حکم کے مطابق جا رہا ہوں۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- 6

ایک یہودی بچے کی خدمت اور اس کا ایمان

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ غُلَامًا يَهُودِيًّا كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ
فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ
فَوَجَدَا بَاهُ عِنْدَ رَأْسِهِ يَقْرَأُ التَّوْرَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا يَهُودِيٌّ أَنْشُدْكَ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ
التَّوْرَةَ عَلَى مُوسَى هَلْ تَجِدُ فِي التَّوْرَاتِهِ نَعْتِي وَصِفَتِي
وَمَخْرَجِي قَالَ لَا قَالَ الْفَتَى بَلَى وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
إِنَّا نَجِدُ لَكَ فِي التَّوْرَاتِهِ نَعْتَكَ وَصِفَتَكَ وَمَخْرَجَكَ

وَإِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صُحَابِهِ أَقِيمُوا هَذَا مِنْ
عِنْدِ رَأْسِهِ وَلَوْ أَخَاكُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

(مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ و صفاته)

ترجمہ :-

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا۔ تو اس کے پاس نبی کریم ﷺ بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے اور اس کے باپ کو اس کے سر بانے تو ریت پڑھتے پایا۔ تو اس سے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے یہودی میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تو ریت اتاری کیا تم میرے اوصاف میری نعت اور میری ہجرت تو ریت میں پاتے ہو؟ کہا نہیں۔ تو نوجوان بولا ہاں یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم ہم آپ ﷺ کی نعت آپ کی صفات اور آپ کی ہجرت تو ریت میں پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تو اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ یہودی کو اس جوان کے پاس سے اٹھا دو اور تم اپنے بھائی کا انتظام کرو۔

(بیہقی دلائل النبوة)

تشریح :-

عربی میں نابالغ مگر سمجھ دار بچے کو غلام کہتے ہیں۔ بہت چھوٹے بچے کو صبی کہا جاتا ہے شیر خوار کو رضیع کہتے ہیں۔ یہ بچہ یہودی تھا۔ حضور انور ﷺ کی خدمت میں رہتا تھا اور آپ

ﷺ کی ہر طرح سے خدمت کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوا کافر بچوں سے خدمت لینا جائز ہے۔ کبھی یہ خدمت و صحبت ہی ان کی ہدایت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ جس طرح اس واقعہ میں ہوا اس بچے اور اس کے والد کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

واقعہ یہ ہے کہ بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بیمار ہے اور چل پھر نہیں سکتا۔ تب حضور ﷺ معہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کی بیمار پرسی جائز ہے۔ خصوصاً جبکہ تندرستی میں کافر ہمارے پاس آتا جاتا ہو اور ہم سے راہ و رسم رکھتا ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہم اپنے مرنے والے کے پاس سورۃ یسین پڑھتے ہیں ایسے ہی یہود اپنے مرنے والوں کے پاس توریت پڑھا کرتے تھے۔ وہ بچہ غالباً قریب الموت تھا حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے خود قسم کھانا جائز ہے اسی طرح دوسرے کو قسم دینا بھی جائز ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی کو قسم دی جائے یا لی جائے تو قسم میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جس سے اس کے دل پر رعب چھا جائے۔ یہود کے نزدیک توریت شریف اور موسیٰ علیہ السلام بڑی عزت و عظمت والے ہیں اور توریت کا نزول ان کے ہاں اللہ کی بڑی نعمت ہے اس وجہ سے حضور ﷺ نے اس طرح قسم کھائی۔

حضور ﷺ کا توریت میں اپنی صفات پوچھنا اقرار کرانے کے لئے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ساری کتب الہیہ پڑھی ہوئی ہیں توریت و انجیل میں حضور ﷺ کے نام کام حالات بلکہ ہجرت مدینہ تک کا ذکر موجود ہے۔

اس یہودی نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ آپ ﷺ کے متعلق تمام واقعات اپنی

توریت میں پڑھ چکا تھا۔ لڑکا فوراً بولا حضور توریت میں آپ ﷺ کی صفات موجود ہیں - پتہ چلا کہ لڑکا اگرچہ کم عمر تھا لیکن اس نے توریت میں یہ سب کچھ پڑھ لیا تھا۔ اور اس کے دل میں حضور انور ﷺ کی محبت تھی۔ اسے صحبت کی برکت سے یہ نعمت مل چکی تھی۔ اور وہ آپ ﷺ کے سامنے مسلمان ہو گیا۔ کوئی شخص اسلام و ایمان لینے آتا ہے مگر اس لڑکے کے پاس ایمان و اسلام آیا۔ کیونکہ جس ذات کریمہ پر ایمان لایا جاتا ہے جن کے نام سے انسان مسلمان بنتا ہے وہ خود اس کے گھر تشریف لے گئے۔ یہ تھا صحبت پاک کا اثر۔

سے تیری خلق کو رب نے جمیل کیا تیرے خلق کو رب نے عظیم کہا
 کوئی تجھ سے ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم
 حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا اس کی تیمارداری کرو اور جب یہ مر جائے تو
 کفن دفن اور نماز جنازہ کا انتظام کرو اب اسے یہودی باپ ہاتھ نہ لگائے۔ حدیث پاک سے یہ
 مسائل اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ نابالغ سمجھ دار بچے کا ایمان معتبر ہے۔

۲۔ مرتے وقت کا ایمان قبول ہے جبکہ غرغره کی حالت سے پہلے ہو۔

۳۔ اسلامی رشتہ جانی رشتوں سے قوی تر ہے۔ کہ مومن کا کفن دفن اجنبی مسلمان تو

کریں گے مگر اس کا باپ دادا کافر نہ کرے گا۔

۴۔ اسلام میں نئے پرانے مسلمان برابر ہیں۔ (مرآت)

اس بچے کی خوش قسمتی ملاحظہ ہو کہ کوئی عمل نہ کیا اور نیکی صرف یہی کہ حضور ﷺ کی

خدمت میں گا ہے بگا ہے حاضری دیتا رہا مرتے وقت ایمان کی دولت سے مشرف ہو کر جنت میں

چلا گیا۔

اور پھر یہ نگاہ نبوت کا کمال تھا کہ وہ بچہ جو اللہ کے محبوب ﷺ کا خدمت گار تھا جب بیمار ہوا تو پتہ چل گیا کہ اب یہ دارِ فانی سے کوچ کرنے والا ہے۔ تبھی تو ایمان کی دولت عطا کر دی۔ اس سے پہلے ایسا نہیں فرمایا۔ سو جو درِ مصطفیٰ کی خدمت کرے اور پھر بے ایمان مرے یہ بات رحمتِ مصطفیٰ ﷺ کو گوارا نہ ہوئی۔

بچے کے بارے میں پوچھنا عدمِ علم کی ذبحہ سے نہ تھا بلکہ عدمِ توجہ کی بناء پر تھا۔ جیسا کہ حافظ قرآن ہر وقت ہر آیت نہیں بتا سکتا ہاں جب توجہ کرتا ہے تو سنا دیتا ہے۔

حدیث نمبر :- ۷

رسول اللہ ﷺ کا بچوں پر شفقت فرمانا

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّوْةَ الْأُولَى ثُمَّ خَرَجَ إِلَى أَهْلِهِ وَخَرَجْتُ مَعَهُ فَاسْتَقْبَلَهُ وَالِدَانُ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدِّي أَحَدَهُمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَأَمَّا أَنَا فَمَسَحَ خَدِّي فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بَرْدًا وَرِيحًا كَأَنَّهَا أَخْرَجَتْهَا مِنْ جُوثَةٍ عَطَّارٍ -

(مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ و صفاته)

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ :-

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہلی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ اپنے گھر کی طرف چلے، میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ چلا آپ ﷺ کے سامنے بچے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخساروں پر الگ الگ ہاتھ پھیرنے لگے۔ رہا میں تو حضور ﷺ نے میرے رخساروں پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک پائی۔ اور خوشبو ایسی گویا ہاتھ عطار کے ڈبے سے نکالا ہو۔ (مسلم)

تشریح :-

پہلی نماز سے مراد نماز فجر ہے۔ کیونکہ دن کی پہلی نماز یہی ہے۔ اس وقت مسجد کے دروازہ پر بچے جمع ہو جاتے تھے۔ دم کرانے یا دستِ اقدس سر پر پھروانے کے لئے۔

چھوٹے بچے اپنے والد کی گود میں تھے کچھ سمجھدار بچے خود کھڑے تھے حضور انور ﷺ محبت سے ان کے رخساروں کو اس طرح چھوتے ہوئے نکلتے چلے گئے کہ انکو ٹھاٹھ شریف ایک رخسار پر تو انگلیاں دوسرے رخسار پر اور بچوں کی ٹھوڑی حضور ﷺ کی ہتھیلی مبارک میں، جیسے عمو ما بزرگ حضرات بچوں کے رخساروں پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔

حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک ٹھنڈے اور خوشبودار تھے۔ مگر ٹھنڈک تکلیف دہ نہیں بلکہ نہایت خوشگوار تھی۔ (مرآت)

خیال رہے کہ حضور ﷺ کا جسم اطہر خود بھی خوشبودار اور معطر تھا، حضور ﷺ عطر

ملتے بھی تھے تاکہ اصل و عارضی دونوں خوشبوئیں مل کر بہت لطف دیں کیونکہ فرشتوں کو حضور ﷺ

سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔ (مرقات)

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ابن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ کے خدام پانی سے بھرے ہوئے اپنے اپنے برتن لے کر آتے، آپ ﷺ ہر برتن میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے بسا اوقات صبح میں یہ واقعہ ہوتا اور آپ ﷺ اپنا ہاتھ ان میں ڈبو دیتے تو لوگ وہ پانی تبرک بنا کر گھروں کو لے جاتے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کے لمس سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے برتنوں میں رسول اکرم ﷺ کا ہاتھ لگواتے تھے۔

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک بال بھی ہو تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ (شرح مسلم)

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار تھا رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ عیادت کے لئے تشریف لائے میں بے ہوش تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور بچا ہوا پانی مجھ پر ڈال دیا تو مجھے ہوش آ گیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں صالحین کی مستعمل اشیاء اور آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔ (شرح مسلم)

تا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے ان مقبول بندوں سے تبرکات اور شفا حاصل کریں۔ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ سلف الصالحین کی دستار، کرتہ حتیٰ کہ جوتے وغیرہ بھی پیچھے آنے والوں نے سنبھال کر بطور تبرک محفوظ جگہ میں رکھے ہوتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث پاک ہے۔

حدیث نمبر :- ۸

حضور انور ﷺ کے پسینہ اطہر کی خوشبو

عَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيهَا فَيَقِيلُ عِنْدَهَا فَتَبْسُطُ لَهُ نِطْعًا فَيَقِيلُ عَلَيْهِ وَكَانَ كَثِيرًا الْعَرَقِ فَكَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَهُ فَتَجْعَلُهُ فِي الطَّيِّبِ وَ لِقَوَارِيرُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هَذَا قَالَتْ عَرَقُكَ نَجَعَلُهُ فِي طَيِّبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطَّيِّبِ وَفِي رَوَايَةٍ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَرْجُو أَبْرُكَتَهُ لِصَبِيَانِنَا قَالَ أَصَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ وصفاته)

ترجمہ :-

حضرت ام سلیم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تھے اور وہاں قیلوہ کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا۔ وہ حضور ﷺ کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیتی تھیں۔ حضور ﷺ اس پر آرام کرتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کا پسینہ جمع کر لیتی تھیں۔ اسے خوشبو میں ڈال لیتی تھیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم یہ کیا ہے؟ بولیں حضور ﷺ آپ کا پسینہ ہے۔ جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈال لیتے ہیں۔ یہ بہترین خوشبو ہے۔ اور

ایک روایت میں ہے کہ بولیں یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کی برکت سے اپنے بچوں کے لئے امید کرتے ہیں ' فرمایا تم ٹھیک کرتی ہو۔

(بخاری و مسلم)

تشریح :-

حدیث پاک کی راوی حضرت اُمّ سلیم کے نام میں اختلاف ہے۔ کنیت اُمّ سلیم بنت ملحان ہے۔ آپ پہلے مالک ابن نصر کے نکاح میں تھیں۔ ان سے حضرت انس ابن مالک پیدا ہوئے مالک ابن نصیر مشرک مارے گئے تو ابو طلحہ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا آپ نے فرمایا میرا مہر یہ ہوگا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس کے بغیر کوئی مہر نہیں چاہتی۔ چنانچہ ابو طلحہ مسلمان ہو گئے اور آپ سے نکاح کیا۔

صاحب مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ اُمّ سلیم اور اُمّ حرام دونوں ملحان کی صاحبزادیاں ہیں بعض مؤرخین نے کہا کہ یہ دونوں بیبیاں حضور ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں۔ اس لئے آپ ﷺ سے پردہ نہ کرتیں اور آپ ﷺ ان کے ہاں آرام فرماتے تھے۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ یہ دونوں بیبیاں مدینہ کے انصار بنو نجار سے ہیں۔ حضور انور ﷺ شیر خوارگی میں مدینہ نہیں گئے۔ لہذا حق یہ ہے کہ یہ دونوں بیبیاں حضور انور ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کی رضاعی خالہ تھیں۔ کیونکہ عبدالمطلب نے مدینہ منورہ میں بنی نجار میں ایک بی بی سے نکاح کیا تھا، حضرت عبداللہ مدینہ ہی میں پیدا ہوئے وہاں ہی شیر خوارگی کا زمانہ گزارا اور بنی نجار میں ہی پلے بڑھے۔ اُمّ حرام نے حضرت عبداللہ کو دودھ پلایا جو کہ اُمّ سلیم کی بہن ہیں۔ اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ یہ دونوں بیبیاں حضور ﷺ کی رضاعی دادیاں پھوپھیاں ہیں۔ لہذا آپ ﷺ کا ان کے

ہاں تشریف لے جانا اور آرام فرمانا بالکل درست ہے۔ (مرقات)

شارح مشکوٰۃ مزید فرماتے ہیں کہ چونکہ حضور ﷺ بہت حیا والے تھے، جس کو حیا و

شرم بہت آتی ہو اُسے پسینہ بہت آتا ہے۔ (مرقات)

حضرت اُمّ سلیمؓ جسم شریف سے پسینہ پونچھ پونچھ کر اپنے عطر میں ملا لیا کرتی تھیں انہیں جسم اطہر چھونا جائز تھا۔ ہو سکتا ہے کہ بستر سے یا حضور ﷺ کے کسی کپڑے سے نچوڑ لیتی ہوں۔

حضور انور ﷺ کے پسینے کا خوشبودار ہونا غیر اختیاری معجزہ تھا۔ جیسے حضرت یوسف

علیہ السلام کا حسن یا حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی۔ انبیاء کرام کے معجزات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ لازمی معجزات، عارضی اختیاری معجزات جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور یہ بیضاء کہ جب پھینکا تو سانپ بن گیا۔ عارضی غیر اختیاری معجزے جیسے قرآنی آیات کا نزول، یہ خوشبودار پسینہ پہلی قسم کا معجزہ ہے۔

صاحب اشعۃ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اُمّ سلیم بطور تبرک آپ ﷺ

کا پسینہ اپنے بچوں پر ملتی تھیں۔ جس سے خوشبو بھی حاصل ہوتی اور برکت بھی تاکہ اس کی برکت سے بچے آفات اور بلاؤں سے محفوظ رہیں۔ (اشعۃ)

معلوم ہو ا کہ بزرگوں کے تبرکات دافع بلا ہوتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی

قمیص نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی بحال کر دی۔ (القرآن)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ بزرگوں کے پسینہ ان کے لباس اور بال سارے آثار

سے برکت اور قرب الہی حاصل کرنا مستحب ہے۔ جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت آیا تو آپؓ

نے وصیت کی کہ میری میت پر جو خوشبو لگائی جائے اس میں یہ پسینہ شریف شامل کیا جائے۔

(مرقات)

حضور ﷺ نے اپنا تہبند شریف اپنی بیٹی حضرت زینبؓ کے کفن میں برکت کے لئے

رکھوایا۔

(مرأت)

علامہ سعیدیؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے کسی پھول 'مشک یا عنبر کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہیں پایا۔ اور امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ کوئی عطر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہ تھا۔ امام ابو یعلیٰؒ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کو رخصت کرتا آپ ﷺ اپنا پسینہ مبارک پونچھ کر اس شخص کو دیتے اور فرماتے کہ اپنی لڑکی سے کہو کہ اسے لگالے۔ چنانچہ جب وہ اس پسینہ کو لگاتی تو اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے۔ امام دارمیؒ بیہقی اور امام ابو نعیمؒ نے روایت کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ جس راستے سے گزرتے بعد میں گزرنے والے آپ ﷺ کے پسینے کی خوشبو سے پہچان لیتے کہ آپ ﷺ ادھر سے گزرے ہیں اور آپ ﷺ جس پتھر کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتا۔

(شرح مسلم)

حدیث نمبر :- ۹

ایک وعظ میں رسول اللہ ﷺ نے ساری غیبی خبریں سنا دیں
وَعَنْ عَمْرٍو قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ

الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ
حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء)

ترجمہ :-

حضرت عمرؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ ہم میں ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم کو ابتداء خلق کے متعلق خبر دی حتیٰ کہ جنتی جنت میں اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور دوزخی دوزخ میں اپنے مقامات پر جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا (بخاری)

تشریح :-

حضور پاک ﷺ کا یہ وعظ فجر کی نماز سے لے کر مغرب کی نماز تک تھا۔ درمیان میں سوا ظہر، عصر کی نماز کے اور کسی کام کے لئے وعظ شریف بند نہ فرمایا اور دن بھر میں ابتداء سے انتہا تک بیان فرمادینا حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑے پر زین کتے کتے پوری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ اس وعظ شریف میں پرندوں کا پر مارنا 'قطرہ کا حرکت کرنا' ذرہ کا جنبش کرنا تک بیان فرمادیا۔ گذشتہ ماضی کے تمام حالات اور آئندہ مستقبل کا ایک ایک حال بیان فرمادیا۔ یہ حضور ﷺ کے علم غیبِ کُلّی کی قوی دلیل ہے۔ اور یہ حدیث ان آیات کی تفسیر ہے۔ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم نہیں جانتے)

(پ ۵ نساء)

”يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ“

”اور تمہیں ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے“ - (پ ۲ بقرہ)

عندما مطلع ساخت بر جملہ غیب

عَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ خَيْرِ آدَمِي

ترجمہ = آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر غیب پر مطلع فرمایا ہے۔ اور آپ ﷺ ہر چیز پر خبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سارے غیب حضور ﷺ کو بتائے ، حضور ﷺ کو یاد بھی رہے فرماتے

ہیں وَتَجَلِّسُنِي لِي كُلَّ شَيْءٍ وَوَعَرَفْتُ (اور ہر چیز میرے لئے روشن ہوگئی اور میں

پہچان گیا) پھر حضور ﷺ نے یہ سب کچھ صحابہ ”کو بتایا مگر ان میں سے کسی کو سارا یاد نہ رہا۔ اس

تعلیم میں بعض کو زیادہ یاد رہا بعض کو کم اور بعض کو کچھ یاد نہ رہا۔ الغرض رب نے اپنے محبوب کو

سب کچھ سکھا دیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ ”کو سب کچھ وعظ میں بتایا۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام

کو رب نے سارے نام سکھائے۔ ”وَ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا“ (پ-1 بقرہ)

اور حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو وہ سب نام بتائے ، سکھائے نہیں ، یہ فرق خیال میں

رہے

جب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اس ہاتھ میں (جو کتاب ہے) مجھ پر

ایمان لانے والوں کے نام ہیں اور دوسرے ہاتھ میں جو ایمان نہیں لائیں گے ان کے نام ہیں۔ تو

منافقین نے اعتراض کیا کہ ہم نے ظاہری کلمہ پڑھا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

ہماری خبر نہیں تو پھر جنتیوں اور دوزخیوں کا کیسے پتہ چل گیا کہ فلاں دوزخ میں جائے گا اور فلاں جنت میں جائے گا۔

جب حضور اکرم ﷺ نے سنا تو منبر بچھانے کا حکم دیا، صِدْرَتِ جَلال میں تمام سامعین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ سَلُّوْنِي دَعْمًا يَشْنُتُمْ (جو چاہو پوچھو)

اس پر ایک شخص نے اپنا نسب پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ لوگ مجھ پر شک کرتے ہیں کہ تیرا باپ فلاں نہیں، فلاں ہے۔ وضاحت فرماویں۔ تو حضور ﷺ نے اس کو اس کے حقیقی باپ حذیفہ کی خبر دی۔ بالآخر حضرت فاروق اعظمؓ نے دست بستہ (اقرار و ایمان رسالت کیساتھ) معذرت خواہانہ انداز میں حاضری دی اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ کیونکہ صحابہؓ تو اپنے محبوب کا جلال دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گئے کہ منافقین کے علم غیب پر شک کرنے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔

(واللہ اعلم)

حدیث نمبر :- ۱۰

جنت و دوزخ کا مناظرہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ أَوْثَرَتْ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِي لَا يَدْخُلْنِي إِلَّا ضَعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغَرَّتُهُمْ قَالَ اللَّهُ

لِلْجَنَّةِ إِنَّمَا أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مِنْ أَشَاءِ مَنْ عِبَادِي وَ
 قَالَ لِلنَّارِ إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَمْسَاءُ مِنْ
 عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْكُمْ مِلْؤُهَا فَاثِمًا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِي
 حَتَّى يَضَعَ اللَّهُ رِجْلَهُ يَقُولُ قَطُّ قَطُّ فَهَذَا لِكَ تَمْتَلِي
 وَيُزَوِّي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ فَلَا يَظْلِمُ اللَّهُ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا
 وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللَّهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا مُتَّفَقًا عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب خلق الجنة والنار)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت اور
 دوزخ نے مناظرہ کیا تو دوزخ بولی کہ میں غرور والوں اور جاہلوں کے لئے خاص کی گئی ہوں۔
 جنت بولی کہ پھر میرا کیا حال ہے کہ مجھ میں صرف کمزور لوگ ان میں سے گرے پڑے سیدھے
 سادے ہی داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے تیرے ذریعے جس
 بندے پر چاہوں گا رحم کرونگا اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعے جس بندے پر
 چاہوں گا عذاب کروں گا۔ تم میں سے ہر ایک کا بھرنا طے شدہ ہے۔ لیکن آگ تو وہ نہ بھرے گی
 یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھے گا تو کہے گی بس بس اس وقت بھر جائے گی اور بعض بعض کی
 طرف سمٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی کسی مخلوق پر ظلم نہ کرے گا۔ رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے

(بخاری و مسلم)

ایک مخلوق پیدا کرے گا۔

تشریح :-

جنت و دوزخ کا یہ مناظرہ قولی زبانی ہے 'نہ کہ صرف حاس کا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں

حواس و شعور کلام پیدا فرمایا ہے۔

وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ (کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے

(پ ۱۵ بنی اسرائیل)

ساتھ تسبیح کرتی ہے)

مولانا روم فرماتے ہیں۔

سے نطق آب و نطق خاک و نطق گل

ہست محسوس حواس اہل دل

فلسفی کو منکرِ حنانہ است

از حواسِ انبیاء بیگانہ است

ترجمہ = پانی، مٹی اور خاک کا کلام یہ سب اہل دل کے حواس محسوس کر لیتے ہیں فلسفی جو حنانہ کے

واقعہ کا انکار کرتا ہے وہ (اس لئے) کہ حواسِ انبیاء کے ادراک سے ناواقف ہے۔

دوزخ جنت سے کہنے لگی میں تجھ سے اعلیٰ ہوں کہ مجھ میں اعلیٰ شاندار لوگ آ کر رہیں

گے۔ بادشاہ وزیر، تکبر کرنے والے اور مالدار کفار مجھ میں رہیں گے۔ تو مجھ سے کمتر ہے کہ کمترین

لوگ یعنی ضعفاء تجھ میں رہیں گے۔

دوزخ کے کہنے پر جنت نے بارگاہِ الہی میں یہ عرض کیا کہ مجھے کمزوروں کی جگہ کیوں بنایا

گیا؟ میں نے کیا قصور کیا؟ خیال رہے کہ ضعفاء سے مراد بدن اور مال کے لحاظ سے کمزور لوگ

ہیں۔ سقط اور غزت سے مراد ہے احوال و صفات کے لحاظ سے کمزور - سقط وہ جنہیں لوگ معتبر نہ سمجھیں ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ غزت وہ جو دین میں مشغلہ رکھنے والے، جنہیں دنیا کا تجربہ کم ہو کسی کو دھوکا نہ دے سکیں بلکہ چالاک انہیں دھوکا دے دیں۔ حدیث شریف میں ہے۔

”السُّؤْمِنُ غَرٌّ كَرِيمٌ الْكَافِرُ حَبٌّ لِنِيمٍ“

ترجمہ = مومن صاف سادہ دل ہے اور کافر حب لئیم ہے۔

چونکہ جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مظہر ہے اور اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لئے پہلے اس سے خطاب فرمایا گیا یعنی جنہیں تو ضعیف سمجھتی ہے وہ درحقیقت کمزور نہیں، وہ تو میرے رحم و کرم کا مرکز ہیں۔ بڑے درجے والے ہیں۔

دوزخ سے فرمایا گیا اے دوزخ تو میرے غضب اور قہر کی مظہر ہے تجھ میں وہ لوگ رکھے جائیں گے جو اپنی شامت اعمال کی وجہ سے میرے غضب اور قہر کے حقدار ہوں گے۔ تم دونوں ہی اچھی ہو کہ میری صفات کا مظہر ہو۔ عذابی سے مراد ہے عذاب کی جگہ یعنی محل عذاب۔ عدل بھی میری صفت ہے اور فضل بھی میری صفت ہے۔ تم دونوں کا کمال اسی میں ہے کہ تم دونوں ہی بھردی جاؤ۔ چنانچہ ہم تم میں کوئی جگہ خالی نہیں چھوڑیں گے، دونوں کو بھر دیں گے۔

شارحین نے رجل الہی یعنی قدم کے بہت معنی کئے ہیں۔ مگر بہتر یہ ہے کہ مراد پاؤں یعنی قدم ہیں اور اللہ کے قدم سے مراد وہ ہو جو وہ خود ہی جانے۔ یہ فرمانِ عالی متشابہات سے ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس گوشت و پوست کے ہاتھ پاؤں سے پاک ہے۔ جب اللہ تعالیٰ آگ میں اپنا قدم قدرت رکھے گا تو آگ کا جوش ختم ہو جائے گا اور زیادتی کا مطالبہ ھَلْ مِنْ مَّزِيدٍ (پ ۲۶ ق) بند ہو جائے گا پھر یہ قدم قدرت نکال لیا جائے گا۔

موا اناروم فرماتے ہیں۔

عالی را لقمہ کرد و در کشید
معدہ اش نعرہ زناں هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ

ترجمہ = تمام جہان کو لقمہ بنا کر ہضم کر لیا ابھی اس کا معدہ نعرہ لگاتا ہے کہ مجھے اور چاہئے۔

دوزخ بھرنے اور عذاب دینے کے لئے کوئی مخلوق پیدا نہ کی جائے گی کیونکہ یہ ظلم ہے اور رب تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔ خیال رہے ظلم کے دو معنی ہیں۔ کسی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا اور کسی کو بغیر قصور سزا دینا یہ کہہ کر۔ وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔
ترجمہ = اور تم کو بدلہ ویسا ملے گا جیسے تم کام کرتے ہو۔ (پ ۲۳ یسین)

پہلے معنی تو رب تعالیٰ کے لئے مہصوٰر نہیں کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق و مملوک ہے دوسرے معنی ظلم سے رب پاک ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ - (خدا کسی کی بھی حق تلفی نہیں کرتا) (پ ۵ نساء)

خیال رہے دوزخ صرف بد عقیدگی اور بد عملی سے ملے گی، مگر جنت کسی وہی عطائی تین طرح سے ملے گی۔ اپنی نیکیوں سے جنت ملنا کسی ہے، کسی نیک کے طفیل ملنا وہی ہے جیسے مسلمان ماں باپ کے چھوٹے بچے مرے ہوئے یا دیوانہ مسلمان یا ہم جیسے گنہگار حضور ﷺ کے طفیل۔ جو قوم جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جائے گی انہیں جنت عطائی ملے گی۔ محض فضل الہی سے۔ یہ مسئلہ اس حدیث پاک سے حاصل ہوا۔
(مرآت)

شارح بخاری قدمہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تشابہات میں سے ہے یا اس سے تقدّم مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ دوزخ میں وہ لائے گا جو عذاب کے مستحق اس کے

لئے رکھے گئے ہیں یا ایک مخلوق کا نام ہی قدم ہے یا وضع قدم کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو زجر و تشدید کرے گا۔ یا دوزخ کو تسلی دے گا۔
(تفہیم البخاری)

حدیث نمبر :- ۱۱

اللہ کی راہ میں چلنے والوں کا ذکر

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُذْوَةَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رُوْحَةً خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَ
لَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَطَّلَعَتْ إِلَى الْأَرْضِ
لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَمَلَأَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيْحًا
وَلِنَصِيْفُهَا عَلَى رَاسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا -
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مشکوٰۃ باب صفت الجنة واهلها)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی راہ میں صبح یا شام چلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اگر جنت والی عورتوں میں سے

کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان کو چمکا دے اور ان کے درمیان کو خوشبو سے بھر دے اور اس کے سر کی مانگ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری)

تشریح :-

حدیث پاک میں لفظ ”او“ شک کے لئے نہیں بلکہ بیانی نوعیت کے لئے ہے۔ اللہ کی راہ میں چلنے کی سینکڑوں قسمیں ہیں۔ نماز کے لئے مسجد میں جانا، علم دین سیکھنے کے لئے جانا، جہاد کے لئے جانا، حج و عمرہ کے لئے جانا، کسی زندہ یا وفات یافتہ کی زیارت کے لئے جانا اور سنت سمجھ کر حلال روزی کی تلاش کرنا وغیرہ۔ (اشعة اللمعات)

دنیا سے مراد نفس کے لئے کاروبار و مشغولیت رکھنا یا دنیا کے عیش و آرام، اگر خدا کرم کرے تو کھانا پینا سونا جاگنا بھی دین بن جائے اگر کرم نہ کرے تو نماز و حج اور جہاد بھی دنیا بن جائے۔ اس کا دار و مدار نیت پر ہے۔

جنتی عورتوں سے مراد حوریں ہیں یا جنت میں پہنچ چکنے کے بعد دنیا کی جنتی عورتیں۔ جنت میں جنتی عورتوں کا حسن حوروں سے زیادہ ہوگا کیونکہ ان پر عبادات کا حسن بھی ہوگا۔ صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں وہ عورت یا تو مشرق و مغرب کے درمیان کو چمکا دے یا جنت اور زمین کے تمام علاقہ کو چمکا دے۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کیونکہ یہاں جنت اور زمین کا ذکر ہو رہا ہے

(مرقات)

صاحبِ اشعة شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دوسرے معنی کو اختیار فرمایا۔ جنتی عورتوں کا حسن دیکھنے کے لئے آنکھیں بھی دوسری ہی عطا ہوگی، جو اس تابش کو جھیل سکیں۔ ہم تو ان

آنکھوں سے سورج کو نہیں دیکھ سکتے۔ مخلوق تو ان آنکھوں سے جناب مصطفیٰ ﷺ کا اصل رنگ و روپ بھی نہیں دیکھ سکتی۔ اسی لئے معراج رات کے وقت لوگوں سے چھپا کر کرائی گئی۔ یعنی سارے معجزے دکھائے گئے مگر یہ بڑا معجزہ معراج دکھایا نہ گیا بلکہ چھپا لیا گیا۔ صرف سنایا گیا، کیونکہ اس دن حسن مصطفیٰ ﷺ اپنے اصلی رنگ میں تھا۔

جنتی عورت، جنت اور زمین کے درمیان کے علاقے کو مہرکا دے، وہ مہک بھی ایسی ہو جس کی دنیا والے تاب نہ لاسکیں۔ ہم خالص مشک سونگھیں تو ناک سے خون جاری ہو جائے۔ وہ مہک تو اللہ اکبر۔

نَصِيفٌ سے مراد یا تو سر پر باندھنے والا رومال ہے جو امیر عورتیں دوپٹے کے نیچے رکھتی ہیں، یا دوپٹہ ہی مراد ہے، یا اس سے مراد جنتی عورت کی مانگ ہے، مانگ میں موتیوں کی لڑی لگائی جاتی ہے، اس لڑی کے موتیوں کی قیمت دنیا کے سارے خزانوں سے زیادہ ہے۔ جنتی حوروں کی یہ چیزیں اتنی بیش قیمت ہیں کہ دنیا بھر کے سونے چاندی، ہیرے، جواہرات اور لعل و گوہر اس ایک کی قیمت نہیں بن سکتے۔

(مرأت)

اللہ کی راہ میں چلنے والوں کے ذکر کے بعد ساتھ ہی جنتی عورتوں کا ذکر کیا جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی راہ میں چلنے والو! تمہیں بیش بہا انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ جنتی کو ملنے والے انعام و اکرام کی عظمت و خوبی کے بیان سے جنتی کی عظمت بآسانی سمجھی جاسکتی ہے۔ یعنی جو چیز بطور انعام دی جا رہی ہے وہ اتنی خوبیوں والی نعمت ہے۔ تو جس کو دی جائے گی اس کی عظمت اس سے کہیں زیادہ ہے۔

حدیث نمبر :- ۱۲

جنت ایک نعمت ہے جو ہمارے فہم سے ماوراء ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَعَدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَأُوا إِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قَرَّةٍ أَعْيُنٌ مَّتَّقُوا عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب صفته الجنة واهلها)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ ہی کانوں نے سنی اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خطرہ گذرا، اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھ کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ صالحین یا تو بنا ہے صلاح سے یا صلاحیت سے یعنی نیک

اعمال والے بندوں کے لئے یا جنت کے قابل لوگوں کے لئے۔ پہلی صورت میں جنت کسی مراد ہے 'دوسری صورت میں عام جنت کسی ہو یا وہی ہو یا عطائی۔

(کسی وہی عطائی کی تشریح پہلے گزر چکی ہے)

جنت کی نعمتیں نہ تو بیان میں آ سکتی ہیں نہ گمان میں۔ وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہونگی۔ اللہ

تعالیٰ سب مسلمانوں کو دکھائے۔ آمین

خیال رہے کہ یہاں آنکھ کان اور دل سے مراد عام مسلمانوں کے آنکھ کان اور دل

ہیں۔ ورنہ حضرت آدم علیہ السلام تو وہاں رہ کر آئے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے معراج میں وہاں کی سیر فرمائی اور حضرت ادریس علیہ السلام تو وہاں ہی موجود ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں نہ ایسی نعمتیں ہیں نہ کسی کے دیکھنے میں آئیں۔

آیت کریمہ میں بھی نفس سے مراد عام لوگ ہیں۔ آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد دل کی خوشی

اور سرور کے اسباب ہیں جن سے دل میں چین رہے۔ آج ہم اپنے بیٹوں کو قرۃ العین یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہتے ہیں اس آیت کریمہ اور حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ کیوں نہ ہوں کہ حضرت آدم و حوا علیہ السلام وہاں رہ چکے ہیں۔ سرکارِ دو جہاں ﷺ دیکھ آئے ہیں۔ وہاں کی نعمتیں اب دنیا میں بھی آرہی ہیں۔ نیل و فرات وہاں سے آئے ہیں۔ اور حجرِ اسود بھی جنت سے آیا ہے۔ جیسے روایات میں مذکور ہے۔ (مرآت)

جنتیوں پر جب حُسنِ خدا جلوہ فرما ہوگا تو وہ اس دیدار میں مست ہو جائیں گے۔

حُسنِ مصطفیٰ ﷺ جب آشکار ہوگا تو عشاقِ چین پائیں گے۔

حدیث نمبر :- ۱۳

نیک بندوں کی شفاعت کا ذکر

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُصَفُّ أَهْلُ النَّارِ فَيَمُرُّ بِهِمُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ
الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ أَمَا تَعْرِفُنِي أَنَا الَّذِي سَقَيْتُكَ
شَرْبَةً وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَنَا الَّذِي وَهَبْتُ لَكَ وَضُوءً
فَيَشْفَعُ لَهُ فَيَدْخُلُهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

(مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعة)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخی لوگ صف بستہ ہونگے تو جنتیوں میں سے ایک شخص ان پر گزرے گا تو ان دوزخیوں میں سے ایک کہے گا اے فلاں کیا تو مجھے پہچانتا نہیں میں وہی ہوں جس نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا اور ایک اور دوزخی کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے وضو کا پانی دیا تھا۔ یہ جنتی ان کی شفاعت کرے گا پھر اسے جنت میں داخل کریگا۔

(ابن ماجہ)

تشریح :-

جنتیوں کے راستے میں گنہگار مسلمان دوزخ میں جانے کے لئے ایسے صف باندھے کھڑے ہونگے جیسے امیر و غنی کی راہ میں بھکاری صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ (مرقات)

وہ ان سے یہ آس لگائے کھڑے ہونگے کہ کوئی ہمیں پہچان لے اور چھڑائے۔ ادھر جنتی آگے پیچھے گزر رہے ہونگے۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ وہ شخص کہے گا کہ میں نے تجھے فلاں وقت کھانا کھلایا فلاں وقت سلام کیا، فلاں وقت کپڑا دیا، فلاں وقت تجھے محبت سے کچھ معمولی ہدیہ پیش کیا تھا۔ غرضیکہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، یہ بھی اسی طرح سہارا لے گا۔ یہ دو چیزیں بطور مثال ارشاد ہوئی ہیں۔

(مرقات)

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

☆ - صالحین، علماء اور شہدا کی شفاعت برحق ہے۔

☆ - شفاعت سے ہم جیسے گنہگاروں کی تقدیریں پلٹ جائیں گی، دیکھو یہ پکارنے

والادوزخیوں کی صف میں آ گیا تھا۔ شفاعت کی برکت سے وہاں سے نکل کر جنتی ہو

گیا دعا سے قضا بدل جاتی ہے۔ (مرآت)

ہم جیسے گنہگاروں کو چاہئے کہ صالحین، مقبولین کی خدمت کیا کریں۔ ان کی خدمت بڑا

کام آئے گی۔ ان سے تعلق رکھیں ان سے تعلق بہت فائدہ دے گا۔ انہیں ہدیہ پیش کریں اگرچہ

زبانی اچھی بات ہی ہو یعنی محبت والی بات۔ (مرقات و اشعہ)

رب تعالیٰ کی قدرت یہ ہے کہ ہر ایک کو براہِ راست بغیر وسیلہ ہر چیز دے، مگر قانون

یہ ہے کہ گنہگاروں کو نیکوکاروں کے وسیلہ سے دے - دیکھو ان دوزخی صف والوں کو رب ہی بخشے گا مگر جنتی راہ گذروں کی شفاعت سے ' بلکہ ان لوگوں کو جنتیوں کے راستہ میں اسی لئے کھڑا کرے گا کہ انہیں ان کے وسیلے سے شفاعت کی بھیک ملے۔

دنیا میں اللہ والوں سے تعلق چاہئے ان کو دیکھنا بھی کل قیامت میں کام آئے گا۔

سے اٹھ جاگ فریدا ستیا ' خلقت دیکھن جا

مت کوئی بخشیا مل پوے کہ تو بھی بخشیا جا

قیامت میں جان پہچان بھی کام آئے گی۔ - يَدْخُلُهُ الْجَنَّةَ فرما کر یہ بتایا کہ وہ جنتی

اس دوزخی کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

قیامت کے دن لوگوں کو اپنے اچھے بُرے اعمال یاد ہونگے۔ دنیا کی دوستیاں، آپس

کے سلوک یاد ہونگے، ایک دوسرے کی پہچان ہوگی۔

وفات یافتہ بزرگوں کی فاتحہ، ختم قرآن وغیرہ انشاء اللہ قیامت میں کام آئے گی، کیونکہ

اس میں بھی ان حضرات کی خدمت میں کھانے پانی وغیرہ کا ثواب ہدیہ کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ان

(مرأت)

کے ذریعے ہم کو ان کی شفاعت نصیب ہو جائے۔

حدیث نمبر :- ۱۴

جنت میں داخلہ کی تعداد

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَ عَدَنِي أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي أَرْبَعِ
 مِائَةِ أَلْفٍ بِلَا حِسَابٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
 قَالَ وَ هَكَذَا فَحَثَّ بِكَفِيهِ وَ جَمَعَهُمَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ زِدْنَا
 يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَ هَكَذَا فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا يَا بَا بَكْرٍ فَقَالَ
 أَبُو بَكْرٍ وَ مَا عَلَيْكَ أَنْ يَدْخُلْنَا اللَّهُ كُلَّنَا الْجَنَّةَ فَقَالَ
 عُمَرُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ شَاءَ أَنْ يَدْخُلَ خَلْقَهُ الْجَنَّةَ
 بِكَفِّ وَاحِدٍ فَعَلَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 صَدَقَ عُمَرُ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ -

(مشکوٰۃ باب الحوض و الشفاعة)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت سے چار لاکھ کو بغیر حساب جنت میں داخل کرے گا۔ تو جناب ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو اور زیادہ دیجئے، فرمایا اس طرح اور پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں اتھ ملائے ان کا لپ بھرا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں زیادہ دیجئے، فرمایا اور اسی طرح، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو بکر ہمیں چھوڑو بھی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا تمہارا کیا حرج ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے؟ تو حضرت عمرؓ

نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو ایک مٹھی میں ساری خلقت کو جنت میں داخل کر دے 'وہ کر سکتا ہے'
تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا عمرؓ بیچ کہتے ہیں۔ (شرح سنہ)

تشریح :-

یہ چار لاکھ کی تعداد حضور ﷺ کی امت کی ہے 'جو احکام شرعیہ کے مکلف تھے۔
انبیاء کرامؑ 'مومنوں کے نا سمجھ بچے جو فوت ہو جائیں 'دیوانے جو دیوانگی میں فوت ہوئے ان کا
کچھ حساب نہیں۔ انبیاء کرام کے بلا حساب جنت میں داخلے کی تائید یہ آیت کریمہ کر رہی ہے۔

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يَرْزُقُونَ فِيهَا بغيرِ حسابٍ (پ ۲۴ مومن)

(یعنی وہ جنت میں داخل ہونگے اور انہیں وہاں بغير حساب رزق دیا جائے گا)

ان چار لاکھ کے علاوہ رب تعالیٰ کے لپ بھر اور بھی بغير حساب جنت میں جائیں گے۔ حق تعالیٰ ان
مومنوں کو اپنے دونوں دستِ قدرت میں لے کر وہاں پہنچا دے گا۔ خدا کرے ہم بھی اس لپ میں
ہوں 'منہ چھوٹا ہے طلب بڑی ہے 'مگر وہ بڑی قدرتوں والا ہے۔ حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ
جمع فرما کر یہ بتایا کہ رب تعالیٰ مٹھی بھر کر نہیں بلکہ دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر بخشے گا۔

صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اور زیادہ کی بخشش کی خبر دیجئے اور زیادہ
بخشش کرائیے۔ حضور ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ کو بغير حساب بے عذاب
بخشے۔ کیونکہ رب تعالیٰ 'آپ کی بات ٹالتا نہیں جو آپ ﷺ کہتے ہیں رب وہی کرتا ہے
وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (اور عنقریب تمہارا رب تمہیں عطا کرے گا سو
آپ راضی ہو جائیں گے)۔ (پ ۳۰ ضحیٰ)

حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو بکرؓ یہ اجمال رہنے دو زیادہ کی تصریح نہ کراؤ تا کہ ہم خوف و

امید پر اعمال کرتے رہیں۔ صدیق اکبرؓ کہنے لگے عمرؓ ذرا خاموش تو رہو میں حضور ﷺ سے ساری امت کے لئے بے حساب جنتی ہونے کا وعدہ لے لیتا ہوں۔ اے عمرؓ تمہارا اس میں کیا بگڑتا ہے کہ سارے امتی بے حساب جنتی ہو جائیں؟ خیال رہے کہ اللہ ورسول ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سب سے بڑھ کر رحیم و کریم ہیں۔

حضرت عمرؓ کہنے لگے اے ابو بکرؓ تم جو کچھ چاہتے ہو وہ تو حاصل ہو گیا کہ صرف چار لاکھ کا حضور ﷺ نے ذکر نہیں فرمایا، ساتھ ہی رب کے لپ بھر کا بھی ذکر ہے، یہ لپ بڑا وسیع ہے۔ یاد رہے اللہ تعالیٰ لپ سے پاک ہے یہاں دستِ قدرت کا لپ مراد ہے۔

یہاں صدیق اکبرؓ کی عرض و معروض میں غلبہٴ امید کی جھلک ہے اور عمر فاروقؓ کی عرض و معروض میں رضا بالقضاء کا ظہور ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے قول کی تائید بارگاہ نبوت سے ہوئی نیز سب لوگ بغیر حساب بخش دئے جائیں تو شفیعوں کی شفاعت، محبوبوں کی محبوبیت، گرتوں کو سہارا دینے والے، ڈوبتوں کو ترانے، بگڑتوں کو بنانے، گرتوں کو سنبھالنے کا ظہور کیسے ہو؟ اس لئے حضرت عمرؓ کے قول کو ترجیح دی گئی اور بھی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ قیامت میں گنہگاروں کو بخشنا بھی ہے، مگر محبوبیت کی شانِ بندہ نوازی بھی دکھانی ہے۔

(مرآت)

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ حضرت عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اللہ میری آدمی امت کو جنت میں داخل کر دے یا میں شفاعت کروں۔ چنانچہ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ شفاعت ہر مسلمان کو حاصل ہوگی جو شرک پر نہیں مرے گا۔

علامہ موصوف نے شرح مسلم میں ۴۹ اقسام کی شفاعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک قسم ”جب تک چاہیں شفاعت کریں“ بھی ہے۔ (شرح مسلم)

حدیث نمبر :- ۱۵

ایک گنہگار کی صرف کلمہ شہادت پر بخشش

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ سَيَخْلِصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلَى رَأْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيُنْشِرُ عَلَيْهِ تِسْعَةَ وَتِسْعِينَ سَجَلًا كُلَّ سَجَلٍ مِثْلَ مَدِّ الْبَصْرِ ثُمَّ يَقُولُ اتَّكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا أَظْلَمَكَ كَتَبْتِي الْحَافِظُونَ فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ أَفْلَكَ عَذْرُ قَالَ يَا رَبِّ فَيَقُولُ بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٍ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولُ أَخْضِرْ وَزُنْكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هَذَا الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السِّجَلَاتِ فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا تَظْلَمُ قَالَ فَتَوَضَّعَ السِّجَلَاتُ فِي كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجَلَاتُ وَثَقَلَتِ

الْبِطَاقَةُ فَلَا يَنْقَلُ مَعَ اسْمِ اللَّهِ شَيْءٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ
مَاجَةَ (مشکوٰۃ باب الحساب و القصاص و المیزان)

ترجمہ :-

حضرت عبد اللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن مخلوق کے سامنے چھانٹے گا تو اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلانے جائیں گے۔ ہر دفتر تاحد نگاہ ہوگا۔ پھر فرمائے گا کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا تجھ پر میرے نگران کاتبین نے ظلم کیا ہے؟ عرض کرے گا نہیں یارب۔ پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ عرض کرے گا نہیں یارب۔ تو فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی ہے اور آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔ تو ایک ورق نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ رب فرمائے گا اپنے قول پر حاضر ہو وہ کہے گا یارب یہ ورق ان دفتروں کے مقابل کیا ہے؟ رب فرمائے گا کہ ظلم نہیں کیا جائے گا پھر یہ ورق ایک پلڑے میں اور دفتر دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو یہ دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ ورق بھاری ہو جائے گا۔ اللہ کے نام کے مقابل کوئی چیز وزنی نہ ہوگی

(ترمذی ابن ماجہ)

تشریح :-

باقی مخلوق سے ایک شخص کو الگ کر کے اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلانے جائیں گے اور اسے دکھائے جائیں گے لفظ سجّل سین اور جیم پر زیر اور لام پر شد یعنی قرآن کریم میں

دفتر کے محافظ فرشتے کو سَجَل فرمایا گیا ہے۔ كَطَرِ السَّجَلِ لِلْكَتُبِ ترجمہ = جیسے خطوں کا طومار لپیٹ لیتے ہیں۔

خیال رہے قیامت میں کوئی شخص اندھا 'کانا' ان پڑھ نہ ہوگا۔ ہر جاہل سے جاہل شخص بھی اس دن سب کچھ پڑھے گا۔ یہ بھی خیال رہے کہ بندے کا یہ اقرارِ جرم ہی اللہ کو آج پیارا ہے۔ کل قیامت میں بھی پیارا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اقرارِ جرم کی توفیق دے، ہمانہ بازیاں اور انکارِ جرم بڑی سخت پکڑ ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

عذرِ بدتر از گنہ کا ذکر کیا
ہم پہ بے پوچھے ہی رحمت کیجئے

یہاں عذر سے مراد اپنی معذوری یا بہانہ ہے جو گناہ کا باعث ہو یعنی کیا تیرے پاس کوئی وجہ گناہ موجود ہے؟ بندہ عرض کرے گا کوئی عذر نہیں میں نے بغیر کسی مجبوری 'بغیر کسی بے علمی کے گناہ کئے ہیں۔ میں گناہگار ہوں معافی دے دیجئے۔ جس لائق میں تھا وہ میں نے کر دیا 'جو تیری شان عالی کے لائق ہے وہ تو کر۔ میں گناہگار تو ستار و غفار ہے مہربانی فرما۔

صاحبِ لمعات فرماتے ہیں کہ بندے کے اس عذر پر دریائے رحمت جوش میں آ جائے گا بظاہر وہ چھوٹا سا پرچہ جو حفاظت کے لئے کپڑے میں لپیٹ کر رکھا جائے 'طاق کپڑے کی تہہ کو کہتے ہیں "ب" زائد ہے۔ (قاموس ولغات)

معلوم ہو ا مومن کا کلمہ طیبہ رب کی بارگاہ میں بڑا محفوظ ہوتا ہے۔ یہ کلمہ وہ ہوگا جسے مومن زندگی میں صدقِ دل سے پڑھا کرتا تھا اور جو اس نے مرتے وقت پڑھا تھا اسی پر جان رب کے سپرد کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ کلمہ طیبہ پر فرمائے۔ آمین۔

اس بندے کو کہا جائے گا کہ میزان اعمال پر جا اور اپنے دفتروں کو اس پرچہ سے وزن کرا معلوم ہوا ، وہاں وزن باٹوں سے نہ ہوگا بلکہ نیک اعمال کا بُرے اعمال سے ہوگا۔ اس لئے حضرات انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ کے وزن نہیں کیونکہ کوئی گناہ نہیں پھر وزن کس چیز سے ہو؟

وہ عرض کرے گا یا رب اس وزن سے سوائے میری رسوائی کے اور کیا ہوگا؟ ابھی تو معاملہ تیرے حضور ہے اور جب وزن ہو اتو اس وزن کو سب دیکھیں گے۔ وہاں یہ پرچہ یقیناً ہلکا ہوگا تو میری رسوائی ہی ہوگی۔ اس لئے وزن نہ کرا۔ بلکہ میرا پردہ رکھ لے۔ یہ تو بندے کی عرض تھی لیکن اللہ کے حکم سے کلمہ شہادت کا وہ پرچہ نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور گناہوں کے پلڑہ میں لاکھوں من کے دفتر۔ معلوم ہو اوزن خود اعمال کا نہ ہوگا بلکہ اعمال کی تحریروں کا ہوگا۔ جو نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ **وَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ** (اور جسے چاہے بخش دے) حضرت علامہ اقبال نے فرمایا ہے:-

ح
تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو سے دانی حسابم نا گزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

خیال رہے کہ قیامت کے دن وزن بقدرِ اخلاص ہوگا منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے ، آج مرزائی ، چکڑالوی وغیرہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں۔ ان کے کلمے کا کوئی وزن نہیں، گویا یہ بے معنی الفاظ ہیں۔ حضور ﷺ کے نام مبارک کا جب یہ وزن ہے تو سمجھو کہ حضور ﷺ کے اعمال کا

وزن کیا ہوگا؟ حضور ﷺ کا ایک سجدہ ہم جیسے کروڑوں گنہگاروں کے گناہوں سے زیادہ وزنی ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہماری بد کاریوں کو ہماری نیکیوں سے نہ تولے بلکہ اس راتوں کو رونے والے گنہگاروں کے غم کھانے والے امت کے رکھوالے کے سجدہ سے وزن فرمادے تاکہ ہم ڈوبتوں کا بیڑا پار ہو جائے۔

بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اعمال کا وزن نہ ہوگا کیونکہ کارخانہ قدرت میں کوئی ترازو ایسا نہیں بنا جو حضور ﷺ کے اعمال تول سکے، جس طرح آج بھی کوئی ترازو ایسا نہیں جو سمندر کے پانی یا ہوا کو تول سکے، سورج کی روشنی کا کوئی صحیح میٹر نہیں ہے۔ (مرآت) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ایک پلڑے میں گناہوں کے لاکھوں من دفتر اور دوسرے پلڑے میں صرف کلمہ شہادت ہوگا جو ان لاکھوں دفتروں سے زیادہ وزنی ہوگا۔ اور یہ گنہگار صرف کلمہ شہادت کی بنا پر جنت میں داخل ہوگا۔ کسی شاعر نے کہا ہے :-

اس شانِ کریمی نے کچھ اس انداز سے تولا
بھاری ہی رہا میرا دیدہ تر دامن تر سے

حدیث نمبر :- ۱۶

جنت میں بغیر حساب کے داخلہ

عَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يَدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي

سَبْعِينَ أَلْفٍ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ
 سَبْعُونَ أَلْفًا وَ ثَلَاثُ حَشِيَّاتٍ مِّنْ حَشِيَّاتِ رَبِّي رَوَاهُ أَحْمَدُ
 وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ -

(مشکوٰۃ باب الحساب والقصاص والميزان)

ترجمہ :-

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا
 کہ مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار جنت میں اس طرح
 داخل فرمائے گا کہ نہ ان کا حساب ہوگا نہ عذاب اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار میرے پیوں میں
 سے تین لپ۔
 (احمد ترمذی ابن ماجہ)

تشریح :-

عربی زبان میں لفظ سَبْعَتَيْنِ یا سَبْعِينَ الف زیادتی بیان کرنے کے لئے آتا
 ہے وہی یہاں مراد ہے 'لا حساب کے معنی کہ ان سے مطلقاً حساب نہ ہوگا اور جب حساب ہی نہ ہو
 تو عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ان سے نہ حساب لیسر ہوگا نہ حساب مناقشہ۔ صاحبِ مرقات
 فرماتے ہیں کہ یہاں حساب مناقشہ کی نفی ہے۔ پیشی والا حساب تو ہوگا۔ (مرقات)
 حساب سے مراد حسابِ قیامت ہے اور ہو سکتا ہے کہ حسابِ قیامت اور حسابِ قبر دونوں
 مراد ہوں نہ حسابِ قبر سب کے لئے ہے نہ عذابِ قیامت سب کے لئے ہے۔ بعض حضرات ان
 حسابوں سے الگ ہیں۔ (ماوراء ہیں) (مرآت)

پہلے ستر ہزار تو وہ تھے جو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے بے حساب جنتی ہوئے اور یہ دوسرے ستر ہزار وہ ہیں جو ان پہلے والوں کے طفیل ان کی خدمت ان کے قرب کی وجہ سے بے حساب جنت میں جائیں گے۔ گلدستہ میں پھولوں کے ساتھ اگر گھاس بھی بندھ جائے تو وہ بھی عزت پا جاتی ہے۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بے شمار لوگ ہونگے جو ان کے طفیل بخشے جائیں گے۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

سے شنیدم کہ در روز امید و بیم

بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

ترجمہ = میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن بدوں کو نیکوں کے طفیل اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

ظاہر یہ ہے کہ ثَلَاثٌ مَعْطُوفٌ ہے سَبْعُونَ أَلْفًا پر مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار اور رب تعالیٰ کے تین لپ۔ بعض نے فرمایا کہ یہ معطوف ہے سَبْعِينَ أَلْفًا پر اور يَدْخُلُ كَا مَفْعُولٌ ہے۔ یعنی مجھ سے رب نے وعدہ فرمایا کہ تین لپ بھر اور بھی جنت میں بے حساب بھیجے گا۔ مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ لپ سے مراد ہے بے اندازہ کیونکہ جب کسی کو بغیر گنے بغیر تولے نا پے دینا ہوتا ہے تو وہاں لپ بھر بھر کر دیتے ہیں۔

یہ حدیث متشابہات سے ہے ورنہ رب تعالیٰ مُنْطَهِي اور لپ سے پاک ہے۔ (مرأت)

ایک مجلس وعظ میں سید عطا اللہ شاہ بخاری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کو

بے شمار نعمتیں عطا کیں اور علوم غیبیہ سے نوازا، لیکن جب اپنے آخری نبی محبوب آخر الزماں کی

باری آئی تو اپنی تمام و کمال نعمتیں ساری کی ساری انڈیل دیں جیسے کہ کسی آدمی کی بہت اولاد ہو تو وہ جھول بھر کر اپنی اولاد میں شیرینی تقسیم کرنے لگے اور جب آخری بیٹا آئے تو اس پر اپنی پوری جھول نچھاور کر دے۔ کہ یہ سب کچھ تم لے لو، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام کی سب نعمتیں اپنے محبوب نبی کو عنایت فرمادیں۔

حدیث نمبر :- ۱۷

مومن کی بخشش اور کفار پر عذاب

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّ اللَّهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَتْفَهُ وَيُسْتَرُّهُ فَيَقُولُ
 اتَّعَرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ حَتَّىٰ قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ
 وَرَأَىٰ فِي نَفْسِهِ إِنَّهُ قَدْ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا فِي الدُّنْيَا وَ أَنَا
 أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطَىٰ كِتَابٌ حَسَنَاتِهِ وَ أَمَّا الْكُفَّارُ
 الْمُنَا فَفَقُونَ فَيُنَادِي بِهَمٍّ عَلَىٰ رُؤُسِ الْخَلَائِقِ هُوَ لِأَيِّ
 الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَيَّ رَبِّهِمْ إِلَّا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى
 الظَّالِمِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب الحساب والقصاص والميزان)

ترجمہ :-

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قریب کرے گا اس پر اپنا پردہ رکھے گا۔ اور اسے چھپائے گا پھر فرمائے گا کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے؟ وہ کہیں گے ہاں یا رب۔ حتیٰ کہ اس سے اس کے سارے گناہوں کا اقرار کر لے گا۔ اور وہ شخص اپنے دل میں سمجھے گا کہ ہلاک ہوا، رب فرمائے گا کہ میں نے یہ عیب دنیا میں چھپائے تھے اور آج انہیں بخشا ہوں پھر اس کی نیکیوں کی کتاب اسے دے دی جائے گی۔ لیکن کفار و منافقین کے سامنے پکارا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر جھوٹ بولتے تھے۔ خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح :-

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ کَنْفَ کے کئی معنی ہیں 'پردہ حفاظت' نگاہِ سایہ پرندے کے بازو وغیرہ مگر یہاں پردہ کے معنی میں ہے۔ (اشعۃ)

چونکہ پرندہ انہیں بازوؤں 'پروں سے اپنے انڈوں بچوں کو چھپاتا بھی ہے اور ان کی حفاظت بھی کرتا ہے اسلئے اسے کَنْفَ کہتے ہیں۔

قیامت کے دن مومن کو گناہوں کے حساب کے وقت محشر والوں سے چھپایا جائے گا کسی کو خبر نہ ہوگی کہ رب نے کیا حساب لیا اور بندے نے کیا حساب دیا۔ (مرأت)

فرمانِ پاک سے معلوم ہوا کہ مومن اپنے گناہوں کا فوراً اقرار کر لے گا۔ وہاں بہانے نہ بنائے گا بلکہ کفار و منافقین جھوٹ بولیں گے۔

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (اور اللہ کی قسم ہم مشرکوں سے نہ تھے) (پ ۷ انعام)

یہ بھی معلوم ہوگا کہ مومنوں کی نیکیوں کا حساب علانیہ ہوگا اور گناہوں کا خفیہ ہوگا۔ بلکہ نیکی مومنوں کے چہرے پر نمودار ہوگی، کہ ان کے منہ چمکتے ہونگے۔ مگر بدوں کی برائیاں چہروں پر ظاہر نہ ہونگی، ان کے منہ نہ بگڑیں گے کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ پردہ پوش لُج پال محبوب ﷺ کی امت میں سے ہیں۔ ان کی پردہ پوشی دنیا میں بھی ہے، آخرت میں بھی ہوگی۔

گنہگار سوچے گا کہ اب میں پکڑا گیا، عذاب میں گرفتار ہوا، وہ شخص یہ دل میں ہی سوچے گا کسی کو بتائے گا نہیں، اس لئے فی نفسہ فرمایا گیا، رب بھی اس شخص کے عیب چھپائے گا اور بندہ بھی خاموش رہے گا۔ اس فرمان الہی سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں دنیا کے چھپے گناہوں کو جو بندہ خود ہی اعلانیہ کرتا رہا ہو پھر وہاں بھی اعلان ہوگا۔

حدیث پاک سے ثابت ہوگا کہ مومن کی بخشش ضرور ہوگی۔ کسی کو اول ہی بخشا جائے گا، کسی کو کچھ سزا دے کر۔ کسی کو شفاعت کے پانی سے اس کے گناہ دھو کر، کسی کی بخشش دوزخ کی آگ میں کچھ روز تپا کر، بہر حال ہر گنہگار کی بخشش یقینی ہے، کیوں نہ ہو کہ محبوب کی امت ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے

جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

قیامت میں اس مومن کو تحریر دی جائے گی یہ تحریر گویا جنت کا پروانہ اور ویزا ہوگا۔ اس میں بندے کی نیکیوں کا ذکر تو ہوگا مگر گناہوں کا تذکرہ نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تو معاف کر دئے گئے۔ کفار و منافقین کی نیکیوں کا ذکر تک نہ ہوگا، کیونکہ وہ سب زد ہو چکیں۔ بغیر ایمان کے کوئی نیکی صدقہ وغیرہ قبول نہیں نیز وہ لوگ ان نیکیوں کا بدلہ دنیا میں اللہ کی نعمتیں استعمال کر چکے، ہاں ان کے

گناہوں کا اعلان بھی ہوگا اور ان کا حساب بھی اعلانیہ ہوگا۔ کیونکہ وہ پردہ پوش نبی کریم ﷺ کے دامن سے دور رہے۔

لہذا اے مومن تو اپنے سَتَّارِ الْعَيُوبِ اور غَفَّارِ الذُّنُوبِ رب سے عشق کی امید بھی رکھ اور اس کی ناراضگی کا خوف بھی رکھ۔ اسی امید و خوف کے درمیان ایمان ہے۔ مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے عیوب تلاش کر کے ان کا اظہار کرتا پھرے۔

حدیث نمبر :- ۱۸

دنیا کے زوال کی علامت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتَّخَذَ الْفَيِّىءُ دُولًا وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا وَتُعَلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ وَأَطَاعَ الرَّجُلُ أُمَّتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَأَدْنَىٰ صَدِيقَهُ وَأَقْصَىٰ أَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَسَادَا الْقَبِيلَةَ فَاسْتَقَهُمْ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْدَلُهُمْ وَأَكْرَمُ الرَّجُلِ مَخَافَةُ شَرِّهِ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَارِيفُ وَشَرِبَتِ الْخُمُورُ وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْلَهَا

فَارْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ وَ زَلْزَلَةً وَ خُسْفًا وَ مَسْحًا
 وَقَدْ فَا وَ آيَاتٍ تَتَابَعُ كِنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعُ
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ - (مشکوٰۃ باب اشراط الساعة)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
 جب غنیمت کو اپنی دولت و امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو ٹیکس بنا لیا جائے اور غیر دین کے لئے علم
 حاصل کیا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے اپنے دوست کو قریب
 اور باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں اونچی ہوں ' اور آدمی کی تعظیم اس کے شر کے خوف
 سے کی جائے اور رنڈیاں ' باجے ظاہر ہو جائیں اور شراب پی جائے ' اور اس کے پچھلے پہلے
 والوں پر لعنت کریں - اس وقت تم سُرخ ہوا ' زلزلہ ' دھنسنہ اور صورتیں بدلنا ' پتھر برسنے اور
 ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگا تار ہونگی ' جیسے ہار جس کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو لگا تار گرے -
 (ترمذی)

تشریح :-

جہاد میں مالِ غنیمت غازیوں میں تقسیم ہوتا ہے گویا غنیمت غازیوں کا حصہ ہوتا ہے مگر
 قریب قیامت مالِ غنیمت مالدار آپس میں تقسیم کر لیا کریں گے اور غریب غازیوں کو اس سے
 محروم کر دیا کریں گے - اسے اپنی دولت سمجھیں گے اور امانت کا مال ' مالِ غنیمت کی طرح
 ہضم کر جائیں گے - زکوٰۃ زکوٰۃ ٹیکس سمجھ کر ادا کریں گے یعنی بے دلی اور بددلی یا مجبور ہو کر دیں

گے۔ مسلمان دینی علوم چھوڑ کر دنیاوی علوم پڑھیں گے یا دینی علوم دین کے لئے نہیں بلکہ دنیا کمانے کے لئے پڑھیں گے۔ تبلیغ دین کے لئے نہیں پڑھیں گے۔ جیسے آج عربی فاضل، تنظیم المدارس یا فقہ و تفسیر و حدیث کی ایک آدھ کتاب صرف امتحان کے لئے پڑھ لیتے ہیں۔ ان کا مقصد امتحان پاس کر کے نوکری حاصل کرنا ہوتا ہے۔ بعض صرف وعظ گوئی کے لئے دینی علم پڑھتے ہیں۔

(مرأت)

خیال رہے دنیاوی علوم پڑھنا جرم نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ جدید علوم سیکھنے کے ساتھ ساتھ دینی علوم بھی ضرور حاصل کریں، تاکہ اپنے پیارے مذہب سے بھی واقفیت حاصل ہو۔ مقام افسوس ہے کہ آج بعض ایم اے پاس کو دعائے قنوت یا نماز جنازہ بھی یاد نہیں بلکہ تجربہ ہے کہ بعض میٹرک پاس کو غسل کے فرائض تک کا علم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نصیب فرمائے۔ (مرأت)

نبی کریم ﷺ نے علامات قیامت بتاتے ہوئے فرمایا کہ آدمی بیوی کے کہنے میں آ کر ماں سے دور رہے گا۔ ماں کی نافرمانی کرے گا۔ نیک باپ سے نفرت اور فاسق دوستوں سے محبت کرے گا۔ غرض یہ کہ بیوی اور دوستوں کی محبت میں والدین کو ستائے گا۔ اور مسجدوں میں دنیاوی باتوں کا شور، لڑائیاں، جھگڑے ہونے لگیں گے۔ دیکھ لو آج کل مسجدوں میں قتل ہو رہے ہیں کفن نعت، میلا و شریف، ذکر کے حلقے تو حضور ﷺ کے زمانہ ہی میں مسجدوں میں ہوتے تھے یعنی آپ ﷺ کی ظاہری موجودگی میں بلند آواز میں ذکر ہوتا تھا۔ حضرت حسانؓ مسجد نبویؐ میں حضور ﷺ کی نعت شریف پڑھتے تھے۔ حضور ﷺ نے مسجد میں اپنا میلا و خود ارشاد فرمایا ہے۔ لوگ حضور ﷺ کے وعظ پر نعرہ تکبیر بلند کرتے تھے لہذا یہ آوازیں یہاں مراد نہیں۔ (مرأت)

آدمی کی تعظیم اس کی شرارتوں کے خوف سے رنڈیاں باجے ظاہر ہونا اور فاسق و فاجر کا سردار بننا - یہ تینوں باتیں آج کل دیکھی جا رہی ہیں - شریر لوگوں کے سامنے حق بات کہنے سے لوگ ڈرتے ہیں - عرب کے عام علاقوں میں شراب کھانے کا جزو بن چکی ہے - ریڈیو ٹی وی کے علاوہ آج ڈش انٹینا اور کیبل سے اکثر گھر رنڈی خانہ بنے ہوئے ہیں اور ہر درود یوار سے گانے کی آوازیں آرہی ہیں - یہودی لابی کے فحش لٹریچر سے ہماری نسل تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے -

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمانوں میں مذکورہ عیوب جمع ہو جائیں گے تو ان پر پانچ دنیاوی عذاب یکے بعد دیگرے مسلسل آئیں گے - یعنی سُرخ ہوا، زلزلہ، دھنسا، صورتیں بدلنا اور پتھر برسنا - یہ عذاب اس طرح آئیں گے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جانے پر اس کے دانے مسلسل اوپر تلے گرتے ہیں - دیکھ لو مسلمانوں میں یہ تمام عیوب پیدا ہو چکے ہیں - بعض عیوب مسلمانوں میں ایسے بھی پیدا ہو چکے ہیں - جو کسی دوسری قوم میں نہیں مثلاً مسجدوں کی بے ادبی، سلف صالحین کو مشرک کہنا، ان کو گالیاں بکنا، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خچر کے کھر کے نعل کا بھی بڑا ادب و احترام کرتے ہیں - مگر مسلمان خود ہی حضور ﷺ کی ذات اقدس میں نقائص کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور حضور ﷺ کے تبرکات خود مٹا رہے ہیں - ساری قومیں اپنے بزرگوں کا بڑا احترام کرتی ہیں - حتیٰ کہ ہندو، ہنومان کا ادب کرتے ہیں جو رام چندر کا ساتھی تھا اور مصیبت کا مددگار تھا - مگر مسلمان قوم میں ایسے افراد بھی ہیں جو اپنے نبی کی بیویوں، دوستوں پر تبراکر، عبادت سمجھتے ہیں -

(مرآت)

تبراکر، عبادت سمجھتے ہیں -

ابن عساکر نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ

کی محبت ایمان ہے - ان سے بغض رکھنا کفر ہے، جو میرے صحابہ کرامؓ کو برا کہے اس پر اللہ کی

لعنت ہے اور جو ان کی عزت کی حفاظت کرے میں اس کی حفاظت کروں گا۔ (مرقات)
 دیکھ لو اب مذکورہ عذاب آنے شروع ہو چکے ہیں ہر جگہ مسلمان زمینی اور آسمانی
 مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔
 (مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۹

قیامت کیسے وقت میں آئے گی

عَنْ أَنَسٍ ۖ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُونَ السُّنَّةُ
 كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُونُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ
 وَالْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُونُ السَّاعَةُ كَالضَّرِيمَةِ بِالنَّارِ

(مشکوٰۃ باب اشراط الساعة)

رواه الترمذی -

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ
 زمانہ جلد گزرنے لگے گا۔ تو ایک سال ایک مہینہ کی طرح ہوگا اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ
 ایک دن کی طرح ایک دن ایک گھڑی کی طرح اور گھڑی آگ سلاگانے کی طرح۔ (ترمذی)

تشریح :-

یہ زمانہ یا تو اس طرح گزرے گا کہ زمانہ اور وقت میں برکت نہ ہوگی۔ انسان ایک کام بھی نہ کر سکے گا کہ دن ختم ہو جائے گا یا اس طرح کہ لوگ مصیبتوں، آفتوں میں مبتلا ہو جائیں گے کہ انہیں وقت محسوس نہ ہوگا۔ مصیبت کا زمانہ اگر محسوس کیا جائے تو دراز محسوس ہوتا ہے۔ اگر احساس ہی نہ رہے اور ہوش اڑ جائیں تو وقت محسوس ہی نہیں ہوتا یا لوگوں میں عیش و آرام بہت زیادہ ہوگا اور عیش و آرام کا زمانہ محسوس نہیں ہوتا۔

”ضَرْمَه“ ض کے فتح اور ”ر“ کے کسرہ سے بمعنی آگ سلگانا جو جلانے سے پہلے ہوتا ہے۔ یہ فرمانِ عالی بطور مثال سمجھانے کے لئے ہے۔ یہاں ساعت سے مراد پل، سیکنڈ یا گھڑی نہیں بلکہ کم از کم ایک گھنٹہ مراد ہے۔
(مرآت)

حدیث نمبر :- ۲۰

بحیرہ راہب کا واقعہ حضور ﷺ کو شجر و حجر کا سلام

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَائِلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا هُوَ يَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

ترجمہ :-

حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا کہ ہم لوگ اس کے بعض اطراف میں گئے تو جو درخت پتھر آپ ﷺ کے سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام ہو۔ (ترمذی و دارمی)

تشریح :-

غالباً یہ واقعہ ظہور نبوت کے بعد کا ہے 'آپؐ کسی کام کے لئے حضور ﷺ کے ساتھ مکہ کے اطراف میں گئے تھے۔

ظاہر ہے کہ درختوں پتھروں کا یہ سلام حضرت علیؓ نے خود سنا۔ لہذا اس واقعہ میں حضور ﷺ کا معجزہ اور حضرت علیؓ کی کرامت دونوں کا ذکر ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہمارا یہ عرض کرنا "الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ" شرک یا حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔ اسے تو پتھر اور درخت بھی حرام نہیں سمجھتے۔ نماز میں بھی پڑھتے ہیں۔

"السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ" سلام ہو آپ پر اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ترمذی اور دارمی کی ایک اور روایت میں حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ابو بکر شام کی طرف گئے ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ قریش کے سرداروں کی جماعت میں تشریف لے گئے۔ جب وہ راہب پر پہنچے تو اترے سواریاں کھولیں ان کے پاس راہب آ گیا حالانکہ اس سے قبل یہ لوگ گزرتے تھے تو وہ ان کے پاس نہ آتا تھا۔ وہ لوگ ابھی اپنا سامان کھول ہی رہے تھے کہ راہب ان لوگوں کے درمیان گھسنے لگا 'حتیٰ کہ رسول کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور بولا یہ تمام نبیوں

کے سردار ہیں۔ یہ رب العالمین کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے 'تو قریش کے سرداروں نے پوچھا تجھ کو کیسے علم ہوا؟ وہ بولا تم جب اس گھاٹی کے سامنے آئے تو تمام درختوں اور پتھروں نے سجدہ کیا۔ یہ مخلوق اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتی اور میں اس مہربانیت سے پہچان گیا ہوں جو ان کے کندھے کی ہڈی کے نیچے سب کی طرح ہے۔

راوی فرماتے ہیں راہب چلا گیا ان کے لئے کھانا تیار کر کے لایا تو اس وقت حضور ﷺ اونٹ چرانے میں مشغول تھے۔ وہ کہنے لگا انہیں بلا لاؤ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے تو بادل آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب آپ ﷺ قریب آئے تو دیکھا کہ درخت کے سائے پر قبضہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ ایک طرف بیٹھ گئے درخت کا سایہ آپ ﷺ پر جھک گیا۔ پھر وہ راہب بولا میں تم کو قسم دیتا ہوں ان کا ولی کون ہے لوگوں نے کہا ابو طالب ہیں وہ انہیں قسمیں دیتا رہا کہ یہ شخصیت ایسی ہے کہ کسی وقت بھی کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ انہیں واپس لے جاؤ حتیٰ کہ ابو طالب نے آپ ﷺ کو واپس بھیج دیا۔ راہب نے بسکٹ اور زیتون کا توشہ دیا تھا۔

(مرآت)

شیخ محقق عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں کہ اس وقت حضور ﷺ کی عمر بارہ سال تھی۔ ابو طالب تجارتی قافلہ لے کر مکہ سے شام کی طرف گئے تھے۔ حضور ﷺ بخوشی ساتھ تشریف لے گئے تھے، گویا راز یہ تھا کہ راہب جمال دیکھ کر ایمان لائے۔ اس عیسائی پادری کا نام بحیرہ تھا اور اس کی منزل کا نام بصری تھا جو شام میں ہے۔

(اشعۃ)

پادری انجیل کا بڑا عالم تھا اور عابد بھی۔ وہ اس راستے پر بیٹھا ہی اس لئے تھا کہ نبی آخر الزمان ﷺ اس راہ سے گزریں گے، گویا اسے زیارت کا شوق تھا۔

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ العالمین سے مراد اولین و آخرین تمام جہان ہیں۔ حضور ﷺ گذشتہ موجودہ آئندہ ساری مخلوق کے نبی رحمت اور سردار ہیں۔ اب سارے انبیاء کرام اور ان کی امتیں حضور ﷺ کی امت ہیں۔ (مرقات)

وہ راہب اس زمانہ کے اولیاء اللہ میں سے تھا اس نے کشف سے ان تمام کا سجدہ دیکھ لیا تھا۔ خیال رہے اولیاء اللہ کا وجود دین کی حقانیت کی دلیل ہے۔ اس وقت عیسائیت تھی وہاں اولیاء اللہ تھے 'عیسائیت منسوخ ہوتے ہی ولایت نہ رہی' معلوم ہوا جس مذہب میں ولی ہوں وہ مذہب حق ہے۔

گر میوں میں دن کے وقت بادل حضور ﷺ پر سایہ کرتا تھا رات کو نہیں اور سردیوں کے موسم میں سایہ نہ کرتا تھا۔ آپ ﷺ کا جسم اقدس اول ہی سے بے سایہ اور خوشبودار تھا۔ کبھی جسم مبارک پر مکھی نہیں بیٹھی، بعض نادان کہتے ہیں کہ جب حضور انور ﷺ پر بادل سایہ کرتا تھا تو جسم اقدس کا بے سایہ ہونا کیونکر معلوم ہوا۔ ان کا یہ سوال عبث ہے کیونکہ سایہ صرف دھوپ میں نہیں پڑتا بلکہ چاندنی میں اور شمع کے سامنے بھی پڑتا ہے۔ اور رات کے وقت بادل سایہ نہ کرتا تھا۔ نیز سردیوں میں بھی بادل کا سایہ نہ ہوتا۔ (مرآت)

صاحب اشعۃ فرماتے ہیں کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ اس دوران جب حضور ﷺ بمعہ قافلہ شام جا رہے تھے تو راہب کو سات رومی ملے جو حضور ﷺ کے قتل کے ارادے سے اس طرف آ رہے تھے۔ انہیں بھی کاہنوں نے پتہ بتایا تھا کہ نبی آخر الزمان اس ماہ اس راستے سے گزریں گے۔ بحیرہ نے بمشکل انہیں واپس کیا۔ (اشعۃ)

مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں

مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔
(شرح مسلم)

وہ پتھر ان لوگوں سے کہیں افضل ہیں جو آج بھی اپنے نبی ﷺ پر سلام بھیجنے پر ہمہ وقت معترض رہتے ہیں۔

حدیث نمبر :- ۲۱

ستونِ حنّانہ کا ذکر اور اس کا رونا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ اسْتَنَّدَ إِلَى جِدْعِ نَخْلَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ فَاسْتَوَى عَلَيْهِ ضَاحَتِ النَّخْلَةِ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَأْنِ أَنْ يَنْ الصَّبِيَّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ قَالَ بَكَتُ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

ترجمہ :-

حضرت جا بڑ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب خطبہ پڑھتے تو کھجور کے ایک ڈنڈے سے ٹیک لگاتے تھے۔ جو مسجد کے ستونوں میں سے ایک تھا پھر جب حضور ﷺ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو آپ ﷺ اس پر جلوہ گر ہوئے تو جس ستون کے پاس آپ ﷺ خطبہ پڑھا کرتے تھے وہ چیخ پڑا حتیٰ کہ قریب تھا کہ چر جاوے۔ نبی کریم ﷺ منبر سے اترے حتیٰ کہ اسے پکڑ اپنے ساتھ چمٹایا تو وہ سسکیاں بھرنے لگا اس بچے کی سسکیوں کی طرح جسے پُپ کرایا جائے حتیٰ کہ قرار پکڑ گیا۔ راوی نے کہا کہ وہ اس ذکر الہی پر رویا جو وہ سنا کرتا تھا۔

(بخاری)

تشریح :-

اس ستون کا نام اسْطَوَانِ حَنَّانَہ ہے حنّانہ بنا ہے حنین سے معنی باریک آواز سے رونا۔ یہ ستون محراب النبی ﷺ کے بائیں طرف بالکل متصل ہے۔ اب وہاں نیا ستون بنایا گیا ہے۔ اسے اب بھی حنّانہ کہتے ہیں یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب منبر نہیں بنا تھا۔ حضور انور ﷺ زمین پر ہی کھڑے ہو کر خطبہ فرماتے تھے۔ حنّانہ کے رونے کی آواز تمام صحابہ نے سنی۔ کہ یہ ستون کیوں رورہا ہے؟ اس کے متعلق بعض ظاہر بین لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ذکر الہی سنا کرتا تھا اب اس محرومی پر رویا ہے۔ مگر یہ سوچ محض غلط ہے ' آج ہم لوگ بھی ذکر الہی کرتے ہیں ' ستون کیوں نہیں روتے؟ نیز خطبہ کی آواز تو منبر سے بھی اس تک پہنچ رہی تھی۔ کیونکہ وہ منبر سے بالکل قریب تھا۔ نیز پھر وہ حضور ﷺ کے سینہ سے لگا لینے پر خاموش کیوں ہوا؟ وجہ صرف یہ تھی جو

موا اناروم فرماتے ہیں۔

من مدت من یوم از من تاختی

بر سر منبر تو مسند ساختی

در فراق تو مرا چوں سوخت جان

چوں نہ نالم بے تو اے جانِ جہاں

ترجمہ = آپکی مسند (بیٹھنے کی جگہ) تو میں تھا اب مجھ سے دور ہو گئے ہو۔ اور منبر پر

اپنی مسند بنالی ہے۔ میری جان تو آپ کے فراق (جدائی) میں جل رہی ہے۔ تو اے! جہاں کی

جان میں کس طرح تیرے بغیر نالہ (روؤں) نہ کروں۔ یہ گریہ زاری اس لئے تھی کہ وہ جمعہ کے دن

پشت پاک مصطفیٰ ﷺ کے بوسے لیتا تھا۔ آج اس وصال کی نعمت سے محروم ہو گیا اور اس

فراق پر رویا۔

فلسفی را فکر حنانہ است

از حواسِ انبیاء بے گانہ است

ترجمہ = فلسفی جو حنانہ کے واقعہ سے انکار کرتا ہے وہ (اس لئے) کہ حواسِ انبیاء کے ادراک

سے ناواقف ہے۔

جب حضور ﷺ نے اس ستون کو سینہ پاک سے لگایا تو وہ اس طرح سسکیاں بھرنے لگا

جیسے روتے بچے کو ماں سینے سے لگائے تو خاموش ہونے سے پہلے سسکیاں بھرتا ہے۔ اس سے دو

مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تمام حسینانِ جہاں صرف انسانوں کے محبوب رہے مگر حضور ﷺ ایسے

انوکھے حسین ہیں کہ ساری مخلوقات کے محبوب ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ خالق کے محبوب جو ٹھہرے۔ دیکھو

لکڑیاں فراق میں گریہ زاری کر رہی ہیں - دوسرا یہ کہ سارے سیناؤں کا یہ حال ہے کہ انہیں دیکھا ہزاروں نے مگر عاشق ایک ہوا - حسن یوسف کی عاشق صرف زینبا، لیلیٰ پر فریفتہ صرف مجنوں مگر حضور ﷺ ایسے حسین ہیں کہ آج انہیں دیکھنے والا کوئی نہیں مگر جان قربان کرنے والے لاکھوں عاشق موجود ہیں - حسن یوسف صرف مصر کے بازار میں چمکا مگر حسن محمدی ﷺ ہر جگہ تا ابد چمک رہا ہے -

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انکشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

ستونِ حنانہ ذکرِ الہی پر روتا تھا یہ حاشیہ آرائی صرف قتادہ کی ہے مگر قتادہ کے ذکر پر کبھی

کوئی ستون نہیں رویا - یہ محض غلط ہے - وہ فراقِ رسول ﷺ میں روتا تھا - خواجہ حسن بصری جب یہ

حدیث پڑھتے تو بہت روتے تھے 'فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کے عشق میں خشک لکڑی روئی تم

اس لکڑی سے کم نہ ہو - (مرآت)

صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ علماء نے فرمایا کہ معجزۂ شق القمر اور ستونِ حنانہ کے رونے کی

احادیث معنأ متواتر ہیں 'لفظاً مشہور مستفیض ہیں - (اشعۃ)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ ستونِ حنانہ قربِ رسول ﷺ فوت ہونے پر رویا تھا -

(مرقات)

دارمی نے بریدہ سے روایت ذکر کی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے ستونِ حنانہ سے فرمایا

کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر لو - میں تجھے اسی جگہ رکھ دیتا ہوں جہاں سے ٹولایا گیا ہے -

یا پھر تجھے جنت کا درخت بنا دیتا ہوں تو وہاں کی نہروں کا پانی پئے گا - تیری شکل و صورت اچھی

ہوگی اور پھلدار ہوگا۔ اولیاء اللہ تیرا پھل کھائیں گے، اس نے جناب رسول ﷺ سے عرض کی کہ آپ مجھے جنت کا درخت بنا دیں۔
(یعنی، تفہیم البخاری)

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھجور کا تنا بھی آپ ﷺ کو پہچانتا تھا۔ آپ ﷺ سے محبت کرتا تھا، آپ ﷺ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر روتا تھا اور یہ تمام امور بغیر حیات کے متصور نہیں ہو سکتے۔ معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے قرب اور لمس سے اس تنے میں اللہ نے حیات پیدا فرمادی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے جن میں پہلے عادتاً اور عرفاً حیات ہوتی تھی، مگر زیادہ حیرت اور کمال کی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لمس اور قرب سے کھجور کے تنے میں جان آگئی جس میں عادتاً اور عرفاً حیات نہیں ہوتی۔ جن کے اعجاز آفرین لمس سے بے جان میں حیات آجائے تو پھر خود ان کی حیات کی عظمتوں کا کیا کہنا۔

کھجور کا خشک تنا تو آپ ﷺ کے فراق میں روئے مگر کلمہ پڑھنے والا انسان آپ کی محبت اور فراق میں نہ روئے، تو بے جان کھجور سے بھی گیا گذرا ہے۔ (شرح مسلم)
مولانا فرماتے ہیں۔

حکم ز خاکی، چونکہ خاکے یار یافت

در بہارے صد ہزار انوار یافت

ترجمہ :- کیا تو مٹی سے بھی گیا گزرا ہے، کیونکہ مٹی جب بہار میں یار سے ملتی ہے، یعنی بارش، تو اس میں سو ہزار قسم کا سبزہ اگ آتا ہے۔

حدیث نمبر :- ۲۲

رسول اللہ ﷺ کی دعا سے ایک ہفتہ تک بارش برسنا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُطُبُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَرْعَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى تَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مَنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَطَرْنَا يَوْمَئِذٍ ذَلِكُ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْآخِرَى وَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهْدِمُ الْبِنَاءَ وَغَرَقَ الْمَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيرُ لِي نَا حِيَةً مِنَ السَّحَابِ إِلَّا أَنْفَرَجَتْ وَصَارَتْ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَأَلَ الْوَادِي قَنَاةً شَهْرًا وَلَمْ يَجِيءْ أَحَدٌ مِّنْ نَّاحِيَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجُودِ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کو سخت قحط سالی نے گھیر لیا 'تو جب نبی کریم ﷺ جمعۃ المبارک کا خطبہ پڑھ رہے تھے تو ایک دیہاتی اٹھا اور بولا یا رسول اللہ ﷺ مال برباد ہو گیا اور بچے بھوکے ہو گئے 'آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا فرمائیں - حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے ہم آسمان میں بادل نہیں دیکھتے تھے - تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ حضور ﷺ نے ابھی ہاتھ نیچے نہ کئے تھے حتیٰ کہ بادل پہاڑوں کی طرح اٹھا 'پھر حضور ﷺ اپنے منبر سے نہ اترے تھے کہ میں نے آپ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک سے بارش ٹپکتے دیکھی 'پھر ہم پر آج 'کل اور پرسوں دوسرے جمعہ تک ہوتی رہی - اور یہی بدویا کوئی اور دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ عمارتیں گر گئیں مال ڈوب گئے آپ اللہ سے دعا کریں 'تو حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا اے اللہ ہمارے آس پاس برسنا ہم پر نہ برسنا - پھر آپ بادل کے کسی گوشہ کی طرف اشارہ نہ فرماتے مگر وہ چر جاتا اور مدینہ شریف تالاب کی طرح ہو گیا اور وادی قنات ایک مہینہ تک بہتی رہی کسی طرف سے کوئی بھی آتا تو بارش کی خبر دیتا -

(مسلم و بخاری)

تشریح :-

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اپنے فقر و فاقہ کی شکایت حضور ﷺ سے کرنا 'انہیں اپنے دکھ سنانا سنت صحابہؓ ہے - ہم بھی عرض کر سکتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ گناہوں نے ہماری

پیٹھ (کمر) توڑ دی ہے آپ ﷺ پناہ دیجئے۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

ح یا رسول اللہ بنوئے تو پناہ آوردہ ام

ہچو کاہے عاجزم کوہے گناہ آوردہ ام

ترجمہ = یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی پناہ لینے آیا ہوں۔ ایک تنکے کی طرح عاجز ہوں لیکن گناہ کا ایک پہاڑ لے کر آیا ہوں۔

ان کے دکھڑے سنانے کی اصل حدیث یہ ہے۔ صحابہ کرام نے بارش کی دعا خود نہ کی بلکہ حضور ﷺ سے دعا کے لئے عرض کیا۔ معلوم ہوا کہ ہماری دعاؤں اور حضور ﷺ کی دعا میں فرق ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ استسقاء کے لئے نماز پڑھنا شرط نہیں۔ صرف یہ بھی استسقاء ہے۔ یہ امام صاحب کی دلیل ہے امام ابوحنیفہ نماز کا انکار نہیں کرتے بلکہ اسے شرط نہیں مانتے۔ دیکھو حضور ﷺ نے صرف دعا کی تو بارش آگئی۔ معلوم ہوا کہ عین خطبہ جمعہ میں دعا مانگ سکتے ہیں یاد رہے کہ امام صاحب کے نزدیک بارش کے لئے دعا استغفار کا پڑھنا ہے۔ قرعہ بادل کے چھوٹے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے۔ اس وقت آسمان بالکل شیشے کی طرح صاف تھا۔ جونہی سرکار نے ہاتھ اٹھائے بادل آیا اور بارش شروع ہوگئی۔ اللہ اکبر دعا تھی یا تیر تھا جو قبولیت کے نشانے پر لگا۔ دوران خطبہ بارش شروع ہوئی اور مسجد کی چھت ٹسکنے بھی لگی۔ اور حضور ﷺ کے رخسار پر قربان ہو کے گرنے بھی لگی۔ صَلَّى اللهُ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ۔

یا رسول اللہ ہمارے خشک دلوں پر بھی کرم کی بارش برسا دو۔

أَنَا فِي عَطَشٍ وَسَخَاكَ أَتَمُّ أَيْ كَيْسُوْنَ پاك اے ابر کرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر جی گرا جانا

صحابہ کرامؓ یہ سمجھتے تھے کہ جن کی دعا بارش لائی ہے انہی کی دعا بارش ہٹائے گی۔ اس لئے بارش تھمنے کی دعا بھی خود نہ کی بلکہ حضور ﷺ سے کرائی، معلوم ہو کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور ﷺ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بارش اگر مضر ہو تو اس کے بند کرنے کی دعا کرنا بھی جائز ہے بارش حد میں ہو تو رحمت ہے اگر حد سے بڑھ جائے تو زحمت ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ بارش رحمت ہے رکنے کی دعا نہیں کرنا چاہئے ”غلط“ ہے۔

حضور ﷺ نے دعا کے بعد اپنے خداداد اختیارات کا اظہار بھی فرمایا، ایک بار اسی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ اسی اشارے سے ڈوبا ہوا سورج خیبر میں واپس لوٹا دیا تھا اسی انگلی کے اشارے سے جما ہوا بادل پھاڑ دیا اور واپس لوٹا دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں ہوا دی گئی تھی۔ وَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ۔ ترجمہ = اور ہم نے اس کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا جو اس کے حکم سے چلتی تھی (پ ۲۳ ص) حضور ﷺ کے قبضہ میں ساری خدائی دے دی۔ (مرآت)

ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں کہ بارش سے مدینہ پاک کی زمین میں پانی ایسا بھرا تھا جیسے تالاب میں بھرا ہوتا ہے۔ اس پانی پر اب دھوپ پڑ رہی تھی۔ (مرقات)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جو بہ کے معنی ہیں بڑی گیند یعنی مدینہ پاک کے اوپر آسمان گیند کی طرح ہو گیا کہ یہاں بادل کوئی نہیں، آس پاس بادل تھا اور ضرورت

(اشعتہ)

کی جگہ برس رہا تھا۔

وادی قنات ایک ماہ تک بہتی رہی قنات ایک جنگل کا نام ہے اُس میں پہاڑی پانی آتا تھا گویا یہ ایک نالہ تھا جو عام طور پر خشک رہتا تھا ' بارش ہونے پر بہتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ اتنی بارش ہو چکی تھی کہ ایک ماہ تک پہاڑ سے پانی اس نالے میں بہتا رہا۔

معلوم ہوتا ہے اولاً بارش صرف مدینہ پاک پر ہوئی پھر دوسری دعا سے اردگرد مقامات پر ہوئی اور دوسری دعا کے بعد لوگ جس طرف سے بھی آئے بارش کی خبر لائے۔ حضور ﷺ کا فیضان عام ہو 1 جس سے دور و نزدیک سب نے فائدہ اٹھایا۔

سے کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو
تم ایسے رَحْمَةٌ اِلِّ الْعٰلَمِیْنَ ہو

خیال رہے گذشتہ جمعہ کو یہ حضرات دھوپ میں مسجد میں آئے تھے بارش لے کر گھروں کو گئے تھے۔ آج اس کے برعکس بارش میں مسجد میں تشریف لائے اور دھوپ لے کر گھر گئے۔

(مرأت)

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبوت کی واضح دلیل ہے۔ جبکہ سرور کائنات ﷺ کے ذرہ بھر اشارہ سے موسلا دھار بارش ہوئی اور یکسر قحط سالی کا سماں خوشحالی میں بدل گیا۔
(تفہیم البخاری)



حدیث نمبر :- ۲۳

سخت قحط کی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے شکایت

عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ قَالَ قَحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا
فَشَكُّوا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَنْظِرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ
فَجَعَلُوا مِنْهُ كُوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ
السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوا فَمَطَرُوا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ وَ
سُمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّى تَفْتَقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ
الْفَتْقِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

(مشکوٰۃ باب الکرامات)

ترجمہ :-

حضرت ابی الجوزاء سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر کی طرف غور کرو اس سے ایک طاق آسمان کی طرف بنا دو حتیٰ کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بادل خوب برسائے گئے حتیٰ کہ چارہ اُگ گیا اور اونٹ موٹے ہو گئے۔ یہاں تک کہ چربی سے گویا پھٹ پڑیں گے۔ اس سال کا نام عَامُ الْفَتْقِ

الْفَتْحِ (پھن کا سال) رکھا گیا۔
(داری)

تشریح :-

حدیث پاک کے راوی ابی الجوزاؓ کا نام اوس ابن عبداللہ ہے۔ آپ بصری تابعی ہیں
' آپ نے نے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملاقات کی ہے۔ آپ کو ۸۳
ہجری میں شہید کیا گیا۔

اہل مدینہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی کہ بارش نہیں ہوئی۔ جس سے
چیزیں مہنگی ہو گئی ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ آپ رب سے دعا کریں تاکہ بارش ہو جائے معلوم ہوا کہ
آسمانی آفات کی شکایت اللہ کے مقبول بندوں سے کر سکتے ہیں۔

جناب ام المومنینؓ نے فرمایا میرے حجرے کی چھت قدرے پھاڑ دو تاکہ قبر اور آسمان
کے درمیان کوئی آڑ نہ رہے ' یہ طریقہ تھا قبر انور کے وسیلہ سے بارش مانگنے کا ' یہ طریقہ حضرت
عائشہؓ نے اپنے اجتہاد سے اختیار فرمایا۔
(مرأت)

مرقات اور اشعۃ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات شریف میں حضور ﷺ کے
وسیلہ سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ بعد وفات جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ
کی قبر انور بلکہ اس کی خاک کی برکت سے دعا کرائی ' یہ بھی درحقیقت حضور ﷺ کے وسیلہ
سے دعا ہے۔ یہ طریقہ بہت مبارک ہے۔ حدیث شریف سے چند مسائل اخذ ہوئے۔

۱- وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز ہے۔

۲- ان کے تبرکات کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز بلکہ سنت صحابہؓ ہے۔

۳- بزرگوں کی قبریں بِاِذْنِ السَّهْوِ كِدَافِعِ الْبَلَاءِ اور مشکل کشا ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص دافع البلاء تھی کہ اس کی برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ (القرآن)

حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں کا دھوون شفاء تھا۔ اَرْكُضْ بِرِجْلِكَ
(اپنے پاؤں سے لات مار)

بعض صوفیا کرام ننگے سر آسمان کے نیچے بیٹھ کر دعائیں یا وظیفے کرتے ہیں۔ یہ حدیث ان کی اصل ہے۔ خیال رہے آسمان ہماری روزی کا خزانہ ہے۔ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ - ترجمہ = اور آسمان میں تمہارا رزق ہے جو تمہیں حسب وعدہ دیا جائے گا۔ لہذا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یا قبر انور کی چھت کھول کر دعا کرنا جائز ہے۔

ایک دفعہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی درسا گاہ اللہ شریف میں ایک اجنبی آیا جس کی پہلے جان پہچان نہ تھی۔ اس وقت دارالعلوم میں ستر اسی کے لگ بھگ طلباء قیام پذیر تھے جن کے تعلیمی امور کے علاوہ خورد و نوش کی ذمہ داری بھی اعلیٰ حضرت کی تھی۔ غالباً وہ شخص یہ جائزہ لینے آیا تھا کہ یہ درسی نظام ایسی وسعت کے ساتھ کیسے چل رہا ہے تقریباً ایک ہفتہ خاموشی کے ساتھ قیام کر کے حالات کا جائزہ لیتا رہا اور پھر جب رخصت چاہی اور جا رہا تھا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ صاحب نے اس کا کندھا پکڑ کر یہی آیت مبارکہ تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ رزق آسمان سے آتا ہے زمین سے نہیں اور یہ شعر پڑھا۔

سے کار سازِ ما بفکرِ کارِ ما

فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

”ہمارا کار ساز ہماری فکر میں رہتا ہے ہمیں فکر کی ضرورت نہیں۔“

حدیث نمبر :- ۲۴

صحابی اور تابعی کو آگ مس نہیں کر سکتی

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَأَى أَوْ رَأَى مَنْ رَأَى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب مناقب الصحبة)

ترجمہ :-

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ

اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

(ترمذی)

تشریح :-

فرمانِ رسول اللہ ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بحالتِ ایمان مجھے دیکھا اور ایمان

پر ہی خاتمہ ہوا وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ لہذا جو لوگ حضور ﷺ کے بعد مرتد ہو کر مرتد وہ

اس بشارت سے الگ ہیں۔

اسی طرح جن لوگوں کو اخلاص سے صحابہ کرام کی صحبت نصیب ہوئی ان کی خدمات میسر

ہوئیں وہ بھی دوزخ سے محفوظ ہیں۔

صحابی اور تابعی کا فرق یہ ہے کہ صحابیت کے لئے ایک نظر جمالِ مصطفوی ﷺ دیکھ لینا کافی ہے۔ مگر تابعیت کے لئے صحابی کی صحبت و خدمت ضروری ہے۔ اس فرمانِ عالی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک اعمال کرنے، برے اعمال سے بچنے یا ان سے توبہ کرنے کی توفیق دے گا۔ جس سے وہ دوزخ سے بچ جائیں گے۔ عوام میں مشہور ہے جو پاک پین شریف میں حضور بابا گنج شکر فرید الدین کے مقبرہ کے بہشتی دروازے میں داخل ہو جائے وہ جنتی ہے۔ اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اسے جنتی اعمال کی توفیق دے گا۔ اور اس دروازہ میں داخلہ کی برکت سے گذشتہ گناہِ صغیرہ معاف فرمادے گا اور گناہِ کبیرہ سے بچنے کی توفیق دے گا۔ رب فرماتا ہے۔

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ۔

ترجمہ = اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔

یہ مطلب نہیں کہ ان لوگوں کے لئے گناہِ حلال ہو گئے۔ مولا ان فرماتے ہیں۔

گفت طوبیٰ من رانی مصطفیٰ

وَالَّذِي يَبْصُرُ لِمَنْ وَجْهِي يَرِي

ترجمہ = حضور ﷺ نے فرمایا خوشخبری ہو جس نے مجھے دیکھا اور اس کو بھی خوشخبری ہو جو اس کو دیکھے جس نے میرا چہرہ دیکھا۔

جہاں اکھیاں دلبر ڈٹھا اوہ اکھیں تک لیاں

تو بلیوں تے سا جن ملیا، ہن آساں لگ گیاں

حضور ﷺ کو دیکھنے والی آنکھ کی زیارت بھی بہشتی ہونے کا ذریعہ ہے۔

احمد اور ابن حبان اور عبد الحمید نے بروایت حضرت ابن عمرؓ حدیث نقل فرمائی کہ
 طُوبَى لِمَنْ رَانِي وَ اَمِنَ بِي وَ طُوبَى لِمَنْ لَمَّ يَرَانِي وَ اَمِنَ سَبْعَ مَرَّاتٍ -
 ترجمہ = کہ جو مجھے دیکھ کر مجھ پر ایمان لائے اسے ایک بار مبارک اور جو مجھے بغیر دیکھے ایمان
 لائے اسے سات بار مبارک۔ (مرقات)

خیال رہے کہ سارے صحابہ کرامؓ جنتی ہیں مگر عشرہ مبشرہ وہ ہیں جنہیں ایک حدیث
 نے جمع فرمایا اور نہ سارے صحابی جنتی ہیں۔ عشرہ مبشرہ ذیل صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

سے وہ یار بہشتی اند قطعی
 بو بکر و عمر و علی و عثمان
 سعد است و سعید و ابو عبیدہ
 طلحہ و زبیر و عبدالرحمن
 رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حدیث نمبر :- ۲۵

ابو بکر صدیقؓ کی رفعتِ شان ملاحظہ ہو

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَا لَا حِدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَا فِينَا مَا خَلَا أَبَا
 بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافئُهُ اللَّهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَا
 نَفَعَنِي مَالٌ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ

مَتَّخِذًا خَلِيلًا لَا تَخَذُتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا إِلَّا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ
خَلِيلُ اللَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ کر دیا سوائے ابو بکرؓ کے ہم پر ان کا احسان ہے کہ اللہ انہیں اس کا بدلہ قیامت کے دن دے گا۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا کہ ابو بکرؓ کے مال نے دیا۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابو بکرؓ کو دوست بناتا۔ خیال رکھو تمہارے صاحب اللہ کے دوست ہیں۔ (ترمذی)

تشریح :-

حدیث پاک میں احسان سے مراد شخصی خدمات و احسانات ہیں یعنی سوائے صدیق اکبرؓ کے جس شخص نے بھی ہم سے کچھ سلوک کیا تھا ہم نے اس سے بڑھ کر بدلہ دے دیا ہے۔ لہذا یہ حدیث اس فرمان پاک کے خلاف نہیں کہ انصار کے احسانات کا بدلہ نہ ہو سکا۔ قیامت میں رب تعالیٰ سے دلویا جائے گا۔ وہ قومی اور جماعتی احسان و خدمات ہیں۔

صدیق اکبرؓ کے احسان سے یا تو وہ بدنی، مالی، وطنی، اولادی قربانیاں مراد ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برابر کرتے رہے یا حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کرنا مراد ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صدیقؓ نے مجھ پر احسان کیا کہ بلالؓ کو آزاد کرایا۔ رب

تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى** (اور ہم عنقریب بچالیں گے اس کو جو بہت بڑا پرہیزگار ہے، مال دیتا ہے تاکہ تزکیہ ہو جائے) اس آیت کریمہ میں اس آزادی بلال کا ذکر ہے۔ (مرقات)

حضرت بلالؓ کی خریداری پر حضور ﷺ نے صدیق اکبرؓ کے لئے فرمایا تھا۔

مصطفیٰ گفتش کہ اے اقبال جو

در خریدن می شوم انباز تو

اے ابو بکرؓ بلالؓ کی خریداری میں ہم کو بھی اپنے ساتھ ملا لو۔ آدھی قیمت ہم سے لے لو، ہم تم دونوں ان کے خریدار ہونگے۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ تڑپ گئے، قدموں پر فدا ہو کر بولے۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو

کردمش آزاد ہم بر روئے تو

حضور ﷺ میں بھی آپ کا غلام، بلالؓ بھی آپ کے غلام، حضور ﷺ میں نے

انہیں آپ ﷺ کے لئے ہی خریدا ہے، میں نے انہیں آزاد کر دیا، بلالؓ نے جب چہرہ مصطفیٰ کو دیکھا تو۔

چوں بید آں خستہ روئے مصطفیٰ

خر مغشیا علیہ برقفا

چہرہ مبارک دیکھتے ہی غش کھا کر گر گئے، بے ہوش ہو گئے حضور نے اپنی چادر سے چہرے کی گرد

صاف کی اور فرمایا "أُذِيَّتْ فِي اللَّهِ كَثِيرًا" اے بلالؓ تجھے اللہ کی راہ میں بڑی

اذیتیں پہنچیں ہیں۔

فرمانِ پاک کہ صدیق اکبرؓ کے مال نے جتنا نفع دیا کسی اور کے مال سے نہ ہوا چنانچہ جب ابو بکرؓ ایمان لائے تو آپؓ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ آپ بڑے امیر کبیر تھے اتنی بڑی دولت حضور انور ﷺ پر خرچ کر دی بہت سے غریب مسلمان جو کفار کے غلام تھے بڑی معیبت میں تھے انہیں خرید کر آزاد کیا ان سب میں حضرت بلالؓ ابن ابی رباح اور مالکؓ ابن فہیرہ بہت مشہور ہیں۔

جب ہجرت میں حضور ﷺ کے ساتھ گئے تو چند درہم آپ کے ساتھ تھے وہ بھی حضور ﷺ پر خرچ کرنے کے لئے ساتھ لئے تھے۔

حدیث پاک میں لفظ خلیل آیا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک خلیل وہ ہے جس کا محبت میں دل رہے اور رفیق وہ ہے جس کی محبت دل میں رہے۔

”کشتی دریا میں اور دریا کشتی میں بڑا فرق ہے۔“

أَلَا هِ إِنَّ صَاحِبَكُمُ خَلِيلُ اللَّهِ (خیال رکھو کہ تمہارے صاحب اللہ کے دوست ہیں) یہاں صاحبکم سے مراد حضور ﷺ کی اپنی ذات مبارک ہے۔

یہ وہی صدیق اکبرؓ ہیں جن کے بارے میں آپ کی لختِ جگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

جب میرے والد بیمار ہوئے تو انہوں نے وصیت کی کہ مجھے حضور ﷺ کی قبر انور کے

پاس لے جانا اور اجازت طلب کرنا اور کہنا 'یہ ابو بکرؓ ہیں' یا رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس دفن کر دیں؟ اگر وہ اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اگر اجازت نہ دیں تو مجھے جنت البقیع میں لے جانا۔ اِلٰی آخِر۔

(طویل روایت حدیث ہے) المختصر اس وصیت پر من و عن عمل کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہے، ہم نے آواز سنی کہ اس کو اندر داخل کر دو۔ اور ایک اور روایت میں الفاظ یوں ہیں۔

رَأَيْتُ الْبَابَ قَدْ فُتِحَ فَسَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ ادْخُلُوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ فَإِنَّ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ مُشْتَقٌّ -

(الخصائص الكبرى ۲۸۱، ۲۸۲)

ترجمہ = میں نے دروازہ دیکھا کہ وہ کھل گیا اور میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا کہ دوست کو دوست سے ملا دو، بے شک دوست، دوست کے ساتھ ملنے کا مشتاق ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ، امام رازیؒ کے حوالے سے رقمطراز ہیں ”حضرت ابو بکرؓ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپؓ کا جنازہ حضور اکرم ﷺ کے مزار مبارک کے سامنے دروازے پر لایا گیا اور آواز دی گئی ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ“ یہ ابو بکرؓ دروازے پر حاضر ہے تو دروازہ خود بخود کھل گیا۔ قبر شریف کے اندر سے کوئی آواز دیتا ہے کہ ایک دوست کو دوسرے دوست کے ہاں داخل کر دو۔ (جمال الالیاء ۲۹)

حدیث نمبر :- ۲۶

حضور ﷺ نے کوئی خلیفہ مقرر نہ فرمایا کہ انکار پر عذاب نہ آجائے
عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ لَوْ اسْتَخْلَفْتَ قَالَ إِنْ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ فَعَصَيْتُمُوهُ
عَذَابُكُمْ وَلَكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ حَذِيفَةُ فَصَدَّقُوهُ وَمَا أَقْرَأَكُمْ
عَبْدُ اللَّهِ فَاقْرَأُوهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ -

(مشکوٰۃ باب جامع المناقب)

ترجمہ :-

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ
آپ کسی کو خلیفہ بنا دیتے فرمایا اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کر دوں پھر تم اس کی نافرمانی کرو تو عذاب
میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ لیکن جو تم کو حذیفہؓ خبر دیں اس کو سچ مانو اور جو تم کو عبد اللہؓ پڑھائیں تم پڑھو۔

(ترمذی)

تشریح :-

پہلے تو حضرات صحابہ کرامؓ نے انتظار کیا کہ حضور ﷺ خود ہی کسی کو خلیفہ بنا دیں گے
مگر جب حضور ﷺ نے یہ نہ کیا تو خود زبانی عرض کیا کہ حضور ﷺ کسی کو اپنا خلیفہ نامزد فرما دیں
فَعَصَيْتُمُوهُ عَذَابُكُمْ (پھر تم نافرمانی کرو گے تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے)
اس ارشادِ عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ تم میرے نامزد خلیفہ کی میرے بعد نافرمانی کرو تو
تم پر دنیا میں عذاب آ جائے گا۔ دوسرا یہ کہ تم میرے نامزد کرنے کی مخالفت کرو تو بھی تم پر عذاب
آ جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے خلیفہ مقرر نہ کیا۔
ورنہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھی یوں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ہمراہیوں پر دنیا

میں عذاب آجاتا کہ یہ حضرات ان کے مخالف رہے، اس سے پر لطف بات یہ ہے کہ لوگوں نے خدا تعالیٰ کے نامزد کردہ نبی یعنی حضور ﷺ کی مخالفت کی ان پر عذاب نہ آیا لیکن اگر حضور ﷺ کے نامزد کردہ خلیفہ کی مخالفت کرتے تو عذاب آجاتا۔ حضور ﷺ کا انتخاب فرمانا حضور ﷺ کی نامزدگی بہت اہم ہے۔

ادب گاہے است زیرِ آسماں از عرشِ نازک تر
نفسِ گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ترجمہ = آسمان کے نیچے ایک ایسی ادب گاہ ہے جو عرشِ اعظم سے بھی نازک ہے یہاں تو جنید اور بایزید جیسے لوگ بھی فنا ہو کر حاضری دیتے ہیں۔

صوفیاء فرماتے ہیں۔ مصرع

باخدا دیوانہ و با مصطفیٰ ہشیار باش
بعض مجذوبوں نے جوش میں آ کر اَنَا اللّٰہُ تو کہہ دیا مگر اَنَا مُحَمَّدٌ ﷺ
کہنے کی جرأت کسی میں نہ ہوئی۔

سرکار مدنی ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد جو بات حضرت حذیفہؓ کہیں اسے سچ ماننا جسے وہ خلیفہ کہیں وہ خلیفہ برحق ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے خلافت کے مطالبہ پر یہ ارشاد فرمایا اور ظاہر ہے حضرت حذیفہ نے جناب صدیق و فاروق کی خلافت کا اقرار کیا۔ لہذا وہ خلیفہ برحق ہیں۔ حضرت حذیفہ معذور انور ﷺ کے صاحبِ راز صحابی ہیں۔ حضور ﷺ کے دل کی باتوں دلی ارادوں سے مطلع ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ارادہ قلبی میں کون کن حضرات کب کب خلیفہ ہونے ہیں۔

حدیث نمبر :- ۲۷

ایک شخص کا سوال کہ ایمان کیا ہے؟

عَنْ أَبِي أَمَامَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْإِيمَانُ قَالَ إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَ تَكُّ سَيِّئَتِكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا الْإِثْمُ قَالَ إِذَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ فَدَعُهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ -

(مشکوٰۃ باب الایمان)

ترجمہ :-

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا کہ جب تمہیں اپنی نیکی خوش کرے اور اپنی برائی غمگین کرے تو تم کامل مومن ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ گناہ کیا ہے؟ فرمایا جو چیز تمہارے دل میں چبھے اسے چھوڑ دو۔

(احمد)

تشریح :-

ایک شخص نے بارگاہ رسالت ﷺ میں سوال کیا کہ مومن ہونے کی پہچان کیا ہے؟ جس سے میں سمجھ سکوں کہ اب میں مومن ہو گیا ہوں۔

سبحان اللہ کیسی نفیس پہچان ہے لوگ تین قسم کے ہیں - غافل، عاقل، کامل - غافل وہ جو گناہوں پر خوش اور نیکی پر مغموم ہو جیسے کفار یا بعض فساق - عاقل وہ کہ نیکی کو اچھا اور گناہ کو اپنی عقل سے برا سمجھے مگر عملاً بے پرواہ ہو - کامل وہ جس کے دل کارنگ بدل گیا ہو - نیکی پر ایسا خوش ہو جیسے بادشاہت مل گئی ہو - گناہ پر ایسا غمگین جیسے سب مال و اولاد تباہ ہو گئے ہوں - یہ درجہ بہت ہی اعلیٰ ہے - اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے - آمین

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کامل کا دل ہی گناہ و ثواب میں فرق کر لیتا ہے - جیسے نفسِ انسانی مکھی ہضم نہیں کرتا کرتا ہے - ایسے ہی نفسِ ایمانی گناہ برداشت نہیں کرتا - یہ حدیث ان لوگوں کے لئے ہے جو ان صحابی جیسے کامل مومن ہوں - ہم جیسے گنہگاروں کے لئے نہیں - ہم تو بہت دفعہ برائیوں کو نیکیاں سمجھ لیتے ہیں -

حدیث نمبر :- ۲۸

وسوسہ کے متعلق عجیب وضاحت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاضَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ أَوْ قَدْ وَجَدْتُمْوهُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب الوسوسة)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں سے کچھ حضرات حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھنے لگے کہ ہم اپنے دلوں میں ایسے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ انہیں بیان کرنا بہت بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کیا تم نے یہ بات پائی ہے؟ عرض کیا ہاں فرمایا یہ کھلا ہوا ایمان ہے۔ (مسلم)

تشریح :-

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمال ایمان کی دلیل ہے کہ وسوسہ پر عمل کرنا تو کیا سے زبان پر لاتے بھی گھبراتے ہیں۔

وسوسے آنا کمال ایمان کی دلیل ہے، کیونکہ چور بھرے گھر میں ہی جاتا ہے۔ اور شیطان مومن کی فکر میں زیادہ رہتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ جو نماز وسوسہ سے خالی ہو وہ نماز یہود و نصاریٰ کی ہے (مرقات)

یا وسوسوں کو برا سمجھنا عین ایمان ہے۔ کیونکہ کافر تو انہیں اچھا سمجھ کر ایمان لے آتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا حتیٰ کہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا۔ جب کسی شخص کو ایسا تردد لاحق ہو تو وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹالے۔ (شرح مسلم)

حدیث نمبر :- ۲۹

نماز میں وہم آنا اور اس کا علاج

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي أَهَمُّ فِي صَلَاتِي فَيَكْثُرُ ذَلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ لَهُ اإِمُضْ فِي صَلَاتِكَ فَإِنَّهُ لَنْ يَذُوبَ ذَلِكَ عَنْكَ حَتَّى تَنْصَرِفَ وَأَنْتَ تَقُولُ مَا أَتَمَمْتُ صَلَاتِي رَوَاهُ مَالِكٌ

(مشکوٰۃ باب الوسوسة)

ترجمہ :-

حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا کہ میں اپنی نماز میں وہم کرتا ہوں اور یہ واردات مجھ پر اکثر ہوتی رہتی ہے۔ فرمایا اپنی نماز پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ وہم تو جائے گا نہیں۔ یہاں تک کہ تم یہ کہتے ہوئے نماز ختم کرو گے کہ میری نماز مکمل نہ ہوئی۔ (مالک)

تشریح :-

قاسم بن محمد "حضرت صدیق اکبرؓ کے پوتے ہیں، جلیل القدر تابعی۔ مدینہ منورہ کے سات قاریوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کی پھوپھی اور زین العابدین آپ کے خالہ زاد بھائی۔ امام محمد باقر کے آپ سسر، امام جعفر صادق کے آپ نانا ہیں۔ چونکہ آپ

یتیم رہ گئے تھے اس لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ کی پرورش کی۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور امیر معاویہ سے روایتیں کیں۔
(اشعۃ و مرقات)

سبحان اللہ کیا عجیب تعلیم ہے کہ ان خطرات کی وجہ سے نہ نماز چھوڑو نہ لوٹاؤ یہ تو آتے ہی رہیں گے۔ جب نفس شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو تم نماز کیوں چھوڑتے ہو؟ مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہیں چھوڑا جاتا۔ تم اللہ کے بندے ہو شیطان کے بندے نہیں۔ دل لگے یا نہ لگے نماز پڑھے جائے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز مکمل نہ ہونے کا وہم کافی نہیں۔ ان وہموں کا خیال نہ کرے نماز پڑھے جائے۔
(مرآت)

حدیث نمبر :- ۳۰

گناہ کبیرہ چار ہیں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِبَائِرُ إِلَّا شَرَاكُ بِاللَّهِ وَعَقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِينِ الْغَمُوسُ - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رَوَايَةٍ أَنَسٍ وَشَهَادَةُ الدُّورِ بَدَلُ الْيَمِينِ الْغَمُوسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -
(مشکوٰۃ باب الكبائر و علامات النفاق)

ترجمہ :-

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے ' فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ کے ساتھ شرک، ماں باپ کی نافرمانی، جان کا قتل، جھوٹی قسم بڑے گناہ ہیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا اور حضرت انسؓ کی روایت میں بجائے جھوٹی قسم کے جھوٹی گواہی ہے۔

(بخاری و مسلم)

تشریح :-

یعنی والدین کے حقوق ادا نہ کرنا یا ان کے جائز حکموں کی مخالفت کرنا۔ ماں باپ کے حکم میں داد ادا دی اور نانا نانی بھی شامل ہیں۔ اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ والدین کی نافرمانی بدترین جرم ہے۔ کہ شرک کے بعد اس کا ذکر فرمایا گیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ماں باپ کی اطاعت کا ذکر فرمایا۔ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (یہ کہ اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو)

غَمُوسٌ قسم وہ ہے جو دیدہ دانستہ گذشتہ واقعہ پر جھوٹی قسم حائی جائے۔ اس میں گناہ ہے ' کفارہ نہیں۔ یہ قسم انسان کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔ اس لئے اسے غموس کہتے ہیں چونکہ جھوٹ اور جھوٹی قسم ہزار ہا گناہوں کی جڑ ہے اس لئے یہ گناہ کبیرہ ہے۔

خیال رہے حضور ﷺ کے جوابات سائلین کے حالات کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ یاد

رہے کہ شرک کی دو اقسام ہیں بِشْرِكٍ فِي الْمَذَاتِ اور بِشْرِكٍ فِي الصِّفَاتِ

بِشْرِكٍ فِي الْمَذَاتِ سے مراد کسی اور ذات کو معبودِ حقیقی سمجھنا یعنی اللہ کے علاوہ

کسی اور ذات کو اللہ ماننا شِرْكَ فِی السِّمَاتِ ہے۔
 شِرْكَ فِی الصِّفَاتِ سے مراد اللہ کی صفات کسی اور ذات میں ہو بہو ماننا
 شِرْكَ فِی الصِّفَاتِ ہے۔

یہاں پر ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ غیب جاننا 'دور نزدیک سے سننا' ہر جگہ موجود ہونا
 یہ خدا کی صفات ہیں لہذا کسی اور ذات میں ماننے سے شرک ہو جاتا ہے ہرگز ہرگز اس طرح نہیں۔
 مذکورہ صفات اللہ کی ذاتی صفات ہیں۔ اللہ کو یہ صفات کسی نے عطا نہیں کیں۔ اور بس وقت ہم یہ
 صفات حضور اکرم ﷺ کی ذات میں مانتے ہیں تو اس سے مراد اور عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ صفات
 (غیب کا جاننا دور و نزدیک سے سننا وغیرہ) اللہ کی عطا کردہ ہیں۔ سو اس طرح شرک کا شائبہ بھی
 نہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ 'بے شک
 وہ (اللہ) سَمِيعٌ وَبَصِيرٌ ہے یعنی سننے اور دیکھنے والا ہے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا
 وَجَعَلْنَا هُ سَمِيعًا بَصِيرًا اور ہم نے اس (انسان) کو سَمِيعٌ وَبَصِيرٌ بنایا۔ سو
 واضح ہوا کہ اللہ خود سمیع و بصیر ہے اور اسی اللہ نے انسان کو بھی سمیع و بصیر بنایا۔ اللہ کا سَمِيعٌ وَ
 بَصِيرٌ ہونا 'یہ صفات اللہ کی ذاتی ہیں اور انسان کا سَمِيعٌ وَبَصِيرٌ ہونا خدا کی عطائی
 صفات ہیں۔

حدیث نمبر :- ۳۱

جنت اور دوزخ والوں کا فیصلہ ہو چکا ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ اتَدْرُونَ مَا هَذَا إِنْ
الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ
لِلَّذِي فِي يَدِهِ الْيُمْنَى هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ
أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أَجْمَلَ
عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يَزَادُ فِيهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُمْ أَبَدًا ثُمَّ قَالَ
لِلَّذِي فِي شِمَالِهِ هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ
أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أَجْمَلَ عَلَى آخِرِ
هِمْ فَلَا يَزَادُ فِيهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُمْ أَبَدًا فَقَالَ أَصْحَابُهُ
فَفِي مَا الْعَمَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَ أَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ
فَقَالَ سَدِّدُوا أَوْقَارِبُوا فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يَخْتَمُّ لَهُ
بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ عَمِلَ آيَّ عَمَلٍ وَإِنَّ صَاحِبَ النَّارِ
يَخْتَمُّ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنْ عَمِلَ آيَّ عَمَلٍ ثُمَّ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قَالَ فَرِغَ رَبُّكُمْ مِنَ
الْعِبَادِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ -

(مشكوة باب الايمان بالقدر)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

ترجمہ :-

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ تشریف لائے کہ دستِ اقدس میں دو کتابیں تھیں فرمایا کیا جانتے ہو یہ کتابیں کون سی ہیں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے بتائے بغیر ہم نہیں جانتے۔ تو اپنے داہنے ہاتھ کی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب رب العالمین کے پاس سے آئی ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں، پھر آخر تک کا میزان لگا دیا گیا ہے۔ لہذا ان میں کبھی زیادتی یا کمی نہیں ہو سکتی۔ پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے آئی ہے۔ اس میں دوزخیوں، ان کے ماں باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں۔ پھر آخر تک کا ٹوٹل لگا دیا گیا ہے۔ اب ان میں کبھی زیادتی اور کمی نہیں ہو سکتی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا عمل کہاں گئے یا رسول اللہ ﷺ؟ اگر اس معاملہ میں فراغت ہو چکی؟ فرمایا سیدھے رہو، قرب الہی حاصل کرو، کیونکہ جنتی کا خاتمہ جنتیوں کے عمل پر ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلے کوئی بھی کام کرے اور یقیناً دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے کام پر ہوتا ہے اگرچہ پہلے کوئی عمل کرے۔ پھر حضور ﷺ نے دستِ مبارک سے اشارہ فرما کر انہیں جھاڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ایک ٹولہ جنتی اور دوسرا ٹولہ دوزخی ہے۔

تشریح :-

حضور ﷺ کے ایک دائیں ہاتھ میں اور دوسری بائیں ہاتھ میں کتاب تھی۔ حق یہی ہے کہ کتابیں جسی تھیں۔ ان کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دیکھ رہے تھے نہ کہ فقط خیالی

اور وہی جیسا کہ بعض نے وہم کیا ہے۔ (مرقات و اشعتہ)

فرمایا یہ دونوں کتابیں جو تم میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو کس مضمون کی ہیں؟ اور ان میں کیا لکھا گیا ہے؟ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں نظر آرہی تھیں۔ ورنہ ہذا ان سے اشارہ نہ فرمایا جاتا، نیز پھر صحابہؓ پوچھتے کہ کون سی کتابیں اور وہ کہاں ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم کتابیں تو دیکھ رہے ہیں مگر ان کے مضامین سے بے خبر ہیں۔ آپ ﷺ اطلاع بخشیں تو خبردار ہو جائیں۔ معلوم ہو کہ حضور ﷺ کتابوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ان کتابوں کے تفصیلی عالم بھی ہیں اور لوگوں کو وہ کتابیں پڑھا اور بتا بھی سکتے ہیں، یہی صحابہؓ کا عقیدہ تھا۔

فرمایا یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے آئی ہے جس میں رب کے خصوصی علم کا اظہار ہے۔ فرمایا اس ساری کتاب میں جنتیوں کے نام، پتے، کام تو فہرست میں ہیں اور آخر میں ٹوٹل ہے کہ کل اتنے۔ اس حدیث سے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہر جنتی و دوزخی کا تفصیلی علم بخشا ہے۔ ان کے باپ دادوں، قبیلوں اور اعمال پر مطلع کیا۔ یہ حدیث حضور ﷺ کے علم کی تابندہ دلیل ہے۔ جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ (مرآت)

سرکار نے فرمایا کہ اس کتاب میں کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ نے اس میں تقدیر مبرم کی تفصیل فرمائی ہے اور مجھے اس کا علم بخشا ہے۔ تقدیر معلق اور مشابہ معلق میں زیادتی کمی ممکن ہے۔ خیال رہے لوح محفوظ میں محو و اثبات کی تحریر بھی ہے۔ اور اُم الکتاب میں صرف قضائے مبرم ہیں، لوح محفوظ تک ملائکہ کا علم پہنچتا ہے مگر حضور ﷺ کا علم اُم الکتاب تک ہے۔ یہاں صحابہ کرامؓ کو اجمالی طور پر بتایا گیا ہے۔ (مرقات)

آقائے دو جہاں ﷺ نے دوسری کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ رب کی طرف سے آئی ہے یعنی بلا واسطہ فرشتہ یا بالواسطہ فرشتہ اُم الکتاب سے نقل ہو کر جہاں کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں کیونکہ یہ قضاء مبرم ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قضاء مبرم پر حضور ﷺ کو مطلع فرمایا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اگر انجام کا دار و مدار اللہ کی تحریر پر ہے، نہ کہ ہمارے اعمال پر، پھر اعمال کی ضرورت ہی کیا رہی؟ فرمایا نیک اعمال اور صحیح عقائد اختیار کرو تا کہ تمہیں اللہ کا قرب حاصل ہو۔

پھر حضور ﷺ نے ہاتھوں کو جھٹکا دیا جس سے دونوں کتابیں غائب ہو گئیں یا کتابوں کو عالم غیب کی طرف پھینکا، یہ پھینکنا ان کی اہانت کے لئے نہ تھا نہ اس سے وہ کتابیں زمین پر گریں۔

ایک ٹولہ جنتی اور ایک ٹولہ دوزخی، یہ قرآن پاک کی آیت سے اقتباس ہے اور بندوں سے مراد انسان ہیں کیونکہ جنت میں ثواب کے لئے انسانوں کے سوا کوئی نہ جائے گا۔ یہ آدم علیہ السلام کی میراث ہے انہی کی اولاد کو ملے گی۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں ایک روایت ہے کہ صحابی نے عرض کیا کہ جو ہم منتر کرتے ہیں اور جو دوائیں اور پریزیس ہمارے استعمال میں آتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر کو پلٹ دیتے ہیں؟ فرمایا یہ خود اللہ کی تقدیر سے ہے۔

خیال رہے تعویذ، گنڈے، دم درود، جھاڑ پھونک اگر قرآنی آیات یا حدیث کی دعاؤں یا بزرگوں کے اعمال سے ہوں تو جائز و نہ ممنوع ہیں۔ سرکار نے فرمایا منتر، دوا، پریزیس وغیرہ ان

کا استعمال جائز ہے اور تقدیر میں یہی لکھا جا چکا ہے کہ فلاں بیماری 'فلاں' دوا یا تعویذ سے جائے گی اور فلاں مصیبت اس جھاڑ پھونک یا پرہیز سے رفع ہوگی۔ یعنی مصیبتوں کا آنا اور تدابیر سے جانا سب مقدر میں شامل ہے۔ تدبیر تقدیر کے خلاف نہیں۔ معلوم ہو اگنڈا 'تعویذ' جھاڑ پھونک مثل دوا کے علاج ہیں جائز ہیں بلکہ سنت صحابہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔

(مرأت)

اسی لئے اکثر اہل اللہ کا معمول بھی ایسا ہی رہا ہے۔

حدیث نمبر :- ۲۲

مومن اور منافق سے منکر و نکیر کے سوال جواب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقْبِرَ الْمَيِّتُ آتَاهُ مَلَكَانِ اسْوَدَانِ ارْزَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخِرِ النَّكِيرُ فَيَتَوَلَّانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنَّكَ تَقُولُ هَذَا ثُمَّ يَفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ ثُمَّ يُنَوِّرُهُ فِيهِ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ نَمْ فَيَقُولُ

أَرْجِعْ إِلَىٰ أَهْلِي فَأَخْبِرْهُمْ فَيَقُولُونَ لَنْ نَكُونُ مِنَ الْعُرُوسِ
الَّذِي لَا يُوَقِّظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ حَتَّىٰ يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ
مَضْجِعِهِ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّاسَ
يَقُولُونَ قَوْلًا فَقُلْتُ مِثْلَهُ لَا أَدْرِي فَيَقُولُونَ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ
أَنَّكَ تَقُولُ ذَلِكَ فَيَقَالُ لِلْأَرْضِ التِّمِي عَلَيْهِ فَتَلْتِمُ
عَلَيْهِ فَتُخْتَلِفُ أَضْلَاعُهُ فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّبًا حَتَّىٰ يَبْعَثَهُ
اللَّهُ مِنْ مَضْجِعِهِ ذَلِكَ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میت دفن کی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ 'نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو میت کہتا ہے یہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تب وہ کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا۔ پھر اس کی قبر میں فراخی دی جاتی ہے۔ ستر گز 'ستر گز میں' پھر اس کے لئے وہاں روشنی کر دی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے 'سو جا' وہ کہتا ہے میں اپنے گھر

جاؤں گا تا کہ ان کو یہ خبر دوں۔ تو وہ کہتے ہیں دلہن کی طرح سو جا جسے اس کے پیارے خاوند کے سوا گھر کا کوئی نہیں جگاتا۔ یہاں تک کہ اللہ سے اس کی خواب سے اٹھائے گا۔ اور اگر مردہ منافق ہو تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں سے کچھ کہتے سنا تھا اس طرح میں بھی کہہ دیتا تھا میں نہیں پہچانتا۔ تب وہ کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس پر تنگ ہو جاؤ وہ اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ مُردے کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ عذابِ قبر ہی میں رہتا ہے تا آنکہ اللہ سے اس ٹھکانے سے اٹھائے۔ (ترمذی)

تشریح :-

مُردے کے دفن کا ذکر اتفاقی ہے چونکہ عرب میں عام طور پر مُردے دفن ہی کئے جاتے ہیں اور نہ جو مردہ دفن نہ بھی ہو بلکہ اسے جلا کر خاک کر دیا گیا ہو یا شیر، مچھلیاں کھا گئی ہوں اس کے اجزائے اصلیہ سے روح متعلق کر دی جاتی ہے اور سوال و جواب ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ اجزاء دنیا میں بکھرے ہوں۔ (مرقات و لمعات)

منکر و نکیر دونوں وہ فرشتے ہیں جو حسابِ قبر پر مقرر ہیں۔ یہ انسانی شکل میں اس لئے آتے ہیں تا کہ ان کی ہیبت سے کفار تو گھبرا جائیں اور حیرانی سے جواب نہ دے سکیں اور مومن مطمئن رہیں اور باسانی جواب دیں۔ یہ گھبراہٹ و اطمینان کافر و مومن میں فرق کے لئے ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نورانی مخلوق میں بیک وقت ہزار ہا جگہ موجود ہو جانے کی طاقت ہے۔ دو فرشتے ایک آن میں ہزار ہا قبروں میں پہنچ جاتے ہیں لہذا بعض اولیاء کا بیک وقت چند جگہ پایا جانا ممکن ہے۔ دوسرا یہ کہ جب نور شکل انسان میں آئے تو جسم انسانی کے لوازمات اس میں پائے جائیں گے۔ فرشتے نور ہیں، نور نہ کالا نہ نیلا، مگر جب شکل انسانی

میں آئے تو ان کے چہرے کارنگ کالا اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جب سانپ بنتی تو کھاتی پیتی بھی تھی۔ ہاروت ماروت فرشتے جب انسانی شکل میں آتے تو کھاتے پیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کھاتے پیتے تھے لیکن تھے نور۔

منکر و نکیر کے معنی ہیں ”اجنبی“ جس کو دیکھ کر گھبراہٹ ہو چونکہ میت نے انہیں کبھی دیکھا نہیں ہوتا ان کی شکل ہیبت ناک ہوتی ہے۔ اس لئے ان کا یہ نام ہے۔

صاحب اشعۃ فرماتے ہیں کہ کافروں سے سوالات پوچھنے والے فرشتوں کے یہ نام ہیں اور مومنوں کے ممتحنوں کے نام مبشر اور بشیر ہیں ناموں کا فرق ہے مگر ذات ایک ہی ہے۔

(اشعۃ)

صاحب مرقات نے فرمایا کہ شکل پاک مصطفیٰ ﷺ ہر قبر میں جلوہ گر ہوتی ہے جیسے ہر آئینہ میں سورج۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ قبر سے روضہ اطہر تک کے حجابات اٹھادئے جاتے ہیں۔ جس سے میت بے تکلف جمال جہاں آراء کا نظارہ کرتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ مومن سے پھر یہ جمال قیامت تک غائب نہیں ہوتا۔ اسی لئے بعض عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء سے فرمایا کہ اہل بیت میں تم مجھے سب سے پہلے ملو گی۔ یا ازواج مطہرات سے فرمایا کہ تم میں سے جو زیادہ سخی ہوگی وہ مجھ سے پہلے ملے گی۔ اس کا یہی مطلب ہے فرشتوں کا حضور ﷺ کو رجا کہنا تو ہیں کے لئے نہیں کہ یہ کفر ہے۔ بلکہ امتحان کی تکمیل کے لئے ہے۔ اگر وہ نبی یا رسول کہہ دیتے تو امتحان کیسا؟

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حساب قبر حضور ﷺ سے نہیں لیا گیا کیونکہ حضور ﷺ ہی کی پہچان کا تو حساب ہے پھر آپ سے کیسے ہوتا۔ دوسرا یہ کہ قبر میں ہر

مردے کو قریب سے حضور ﷺ کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہذا سے معلوم ہوا 'ہذا وہاں بولتے ہیں جہاں چیز بھی نظر آ رہی ہو اور قریب بھی ہو۔ تیسرا یہ کہ حضور ﷺ بیک وقت سب کی قبور میں پہنچ سکتے ہیں یا بیک وقت سب کو نظر آ سکتے ہیں۔ جیسے سورج کی شعاعیں بیک وقت لاکھوں جگہ موجود اور بیک وقت خود ہر جگہ سے نظر آتا ہے۔ اس سے حاضر ناظر کا مسئلہ حل ہوا۔ چوتھا یہ کہ فرشتے خود حضور ﷺ کی زیارت کراتے ہیں نہ کہ آپ کی فوٹو کی۔ کیونکہ فوٹو نہ ر جل ہے نہ اس فوٹو کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ' نہ وہ فوٹو نبی ہے ' جیسے پتھر کو خدا کہنا شرک ہے ایسے ہی کسی فوٹو کو نبی بنانا بھی کفر ہے۔ عشاق اس دیدارِ قبر کی بناء پر موت کی تمنا کرتے ہیں اور عاشقوں کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی برات کا دن یا دولہا کی دید کی عید کا دن۔

قبر میں سوالات و جوابات تین ہوتے ہیں مگر اس حدیث میں ایک سوال فرمایا گیا ہے جو سب کو جامع تھا اور جواب تینوں کا توحید ' دین اور رسالت - منکر نکیر کے یہ سوال و جواب قانونی طور پر ہوتے ہیں - ہم تیرے ایمان سے بے خبر نہ تھے ' معلوم ہوا کہ فرشتے ہر شخص کی سعادت اور شقاوت ' کفر و ایمان سے خبردار ہیں۔ ہمارے حضور ﷺ جو علم الخلق ہیں ان کے علم کا کیا پوچھنا۔

(مرآت)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ فرشتے مومن میت کی پیشانی میں نورِ ایمان کی شعاع عبادت کا اثر اور سعادت کی علامتیں دیکھتے ہیں۔ جیسے قیامت میں ہر شخص مومن و کافر کو پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌُ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌُ** یعنی اس دن کے کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہوں گے۔

ستر گز ' ستر گز میں کا مطلب ہے (70 x 70) ستر ضرب ستر یعنی چار ہزار نو سو

مربع گز، ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی (کل رقبہ چار ہزار نو سو مربع گز (4900)) یہ بیان وسعت کے لئے ہے نہ کہ حصر کے لئے۔ بعض روایتوں میں تاحد نگاہ آتا ہے۔

قبر میں روشنی چاند سورج وغیرہ کی نہیں ہوتی بلکہ نور الہی یا نور مصطفویٰ کی جگمگاہٹ ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ ایمان قلبی کا نور ہو۔

میت چاہتا ہے کہ میں گھر والوں کو بتاؤں کہ میں کامیاب ہو گیا اور نہایت آرام سے ہوں معلوم ہو ا میت اپنے گھر والوں کو پہچانتا ہے اور وہاں پہنچنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ نہیں کہتا کہ تم مجھے لے چلو، یا سواری لاؤ بلکہ کہتا ہے میں جاتا ہوں، اگرچہ اس کے گھر والے صد ہا کوس دور ہوں۔

(مرأت)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ قبر میں سونے سے مراد آرام کرنا ہے یعنی یہ برزخی زندگی آرام سے گزار لے کہ تجھ تک سوا خدا کی رحمت کے کوئی آفت یا بلا نہیں پہنچ سکتی گی۔ جیسے کہ نوعروس دلہن کے پاس دولہا کے سوا کوئی نہیں پہنچتا۔ یہ نیند غفلت والی مراد نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ -

ترجمہ = جو روزی پاتے ہیں اس پر خوش ہیں، جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دی اور خوشیاں منارہے ہیں اپنے پچھلوں کی، جو ابھی ان سے نہ ملے۔

معلوم ہو اللہ کے مقبول بندے قبر میں جنتی روزی کھاتے ہیں، خوش و خرم رہتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کی خبر رکھتے ہیں اگر وہ سو گئے ہوتے تو پھل کیسے کھاتے۔ یہاں کی خبر کیسے رکھتے نیز قبرستان میں پہنچ کر سلام کرنا سنت نہ ہوتا، کیونکہ سوئے ہوئے لوگوں کو سلام کرنا منع ہے

- یہ حدیث پاک بزرگوں کے عرس کا ماخذ ہے چونکہ فرشتوں نے اس دن صاحبِ قبر کو عروس کہا ہے لہذا اس دن کا نام روزِ عرس ہے۔ موتِ مومن کی شادی اور کافر کی گرفتاری کا دن ہے۔ معلوم ہو کہ دلی ایمانِ قبر میں ساتھ جائے گا نہ کہ زبانی اسلام۔
 شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

عزوی بود نوبت ماتمت
 اگر نیک روزے شود خاتمت

ترجمہ = تیری موت کا دن شادی کا دن ہوگا بشرطیکہ ایمان پر خاتمہ ہو۔

فرشتوں کا منافع کو یہ کہنا کہ تیرا کفر پر مرنا ہمیں معلوم ہے۔ کیونکہ لوح محفوظ ہمارے سامنے ہے۔ تیری پیشانی میں کفر کی تاریکی دیکھ رہے ہیں یہ سوال جواب محض قانون کے لئے ہے۔

منافع پر قبر اس طرح تنگ ہو جاتی ہے کہ دائیں پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں دائیں طرف، لیکن یہ حالت ہماری حس سے بالا ہے۔ اگر ہم کافر کی لاش دیکھیں تو ویسی ہی معلوم ہوگی۔ اگر ایک ہی قبر میں کافر اور مومن دفن ہو گئے تو وہی قبر مومن کے لئے فراخ ہوگی اور کافر کے لئے تنگ۔ مومن کے لئے روشن اور کافر کے لئے اندھیری۔ مومن کے لئے ٹھنڈی اور کافر کے لئے گرم۔ مومن کے لئے مہکی ہوئی اور کافر کے لئے بدبودار، جیسے ایک بستر میں دو آدمی سو رہے ہوں ایک اچھی اور خوش گن خواب دیکھے دوسرا پریشان گن اور ہیبت ناک خواب دیکھے۔ بستر ایک ہے مگر دونوں کی حالتیں مختلف، خواب برزخ کی ایک تمثیل ہے۔ خواب اکثر خیال ہوتی ہے مگر برزخ میں حقیقت ہوگی، پسلیاں فرمانا سمجھانے کے لئے ورنہ جن کفار کی

پسلیاں راکھ بنا دی گئیں یا جانوروں نے ہضم کر لیں ان کی روح پر بھی تنگی ایسی ہوگی، اس لئے قبر ایک شکنجہ ہے۔

بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں - اِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ (تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردے سنتے ہیں - مردوں کا سننا قرآنی آیات اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے - حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا گیا تَمَّ اذْ عُسْنَ يَا تَيْنَكَ سَعِيًّا (ذبح کئے ہوئے جانوروں کو پکار دوڑتے ہوئے آجائیں گے) یہ حدیث سماع موتی کے لئے نص صریح ہے - ہمارے حضور ﷺ نے بدر میں مقتول کفار کی لاشوں پر کھڑے ہو کر ان سے کلام کیا - خیال رہے مردے کا یہ سننا ہمیشہ رہتا ہے، اس لئے حکم ہے کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو سلام کرو، حالانکہ نہ سننے والوں کو سلام کیسا؟ جن آیات میں سماع موتی کی نفی ہے وہاں مردوں سے مراد دل کے مردے یعنی کافر ہیں اور سننے سے مراد قبول کرنا ہے - اسی لئے جہاں قرآن نے یہ فرمایا اِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتِيَ (تم مردوں کو نہیں سنا سکتے) وہاں ساتھ میں یہ بھی فرمایا اِنْ تَسْمِعُ اِلَّا مَنْ يَوْمِنُ بَايْتِنَا یعنی تم صرف مومنوں کو ہی سنا سکتے ہو - جس سے معلوم ہوا کہ وہاں مردوں سے مراد کافر تھے۔

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں کہ میت اپنے کفن دینے والوں، نماز پڑھنے والوں، اٹھانے والوں اور دفن کرنے والوں کو جانتا پہچانتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گنبدِ خضریٰ میں حضرت عمرؓ کے دفن ہونے کے بعد

پردے کے ساتھ اندر جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں عمر سے حیا کرتی ہوں، معلوم ہوا میت دیکھتی بھی ہے۔ امام صاحب نے میت کے سننے میں توقف نہیں کیا بلکہ سننے کی نوعیت میں توقف کیا، جیسا کہ اس جگہ مرقات میں ہے۔

دوسرا یہ کہ بعد موت قوتیں بڑھ جاتی ہیں کہ ہزار ہا من مٹی میں دفن ہونے کے باوجود میت لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سن لیتی ہے۔ تو جو انبیاء اور اولیاء زندگی میں مشرق و مغرب دیکھتے ہیں وہ بعد وفات فرش و عرش کی یقیناً خبر رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر جمعرات کو میت کی روح اپنے عزیزوں کے گھر پہنچ کر ان سے ایصالِ ثواب کی درخواست کرتی ہے۔

(اشعۃ باب زیارت قبور)

معراج کی رات سارے نبی بیت المقدس میں اور پھر آفاً آسمانوں پر موجود تھے، یہ ہے روح میت کی رفتار۔ واللہ اعلم (مرأت)

حدیث نمبر :- ۳۳

دعائے مغفرت دفن کے بعد

عَنْ عُمَانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّيْبِتِ فَإِنَّهُ أَلَا ن يُسْأَلُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

ترجمہ :-

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اس سے سوالات ہو رہے ہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح :-

ہمارے ہاں رواج ہے کہ بعد دفن فوراً واپس نہیں ہوتے بلکہ قبر کے آس پاس حلقہ بنا کر کھڑے ہوتے ہیں کچھ پڑھ کر بخشتے ہیں اور میت کے لئے دعا کرتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث پاک ہے۔ یہ تمام فعل سنت ہیں، بعض جگہ بعد دفن قبر پر اذان بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی اسی حدیث پاک سے نکل سکتا ہے کہ مردے کو تلقین ہے اور اس کے اثبات قدمی کی کوشش ہے۔ حدیث شریف میں ہے لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اپنے مرنے والوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین کرو۔

فرمایا میت سے سوال ہونے ہی والے ہیں کیونکہ حساب قبر لوگوں کے لوٹنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی ان کے صدقات و خیرات میت کو مفید ہیں۔ ابو امامہؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ دفن کے بعد قبر کے سر ہانے کھڑے ہو کر یہ کہو کہ اے فلاں ابن فلاں اپنا وہ کلمہ یاد کر جسے تو دنیا میں پڑھتا تھا۔ تیرا رب اللہ ہے، تیرا دین اسلام ہے، تیرے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

(اشعۃ)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ قبر پر ختم قرآن کرنا مستحب ہے۔ (مرقات)

بیہتی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ دفن کے بعد سرہانہ قبر پر سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع اور پانچویں پر آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے۔ شیخ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ قبر پر قرآن پڑھنا بہت اعلیٰ ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس وقت دو چار فقہی مسائل بیان کر کے ثواب میت کو پہنچایا جائے تو اچھا ہے۔ (اشعۃ)

حدیث نمبر :- ۳۴

جنتی کون ہوتا ہے ؟

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَأَمِنَ النَّاسَ بِوَأَيْقَةٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ لِكَثِيرٍ فِي النَّاسِ قَالَ وَسَيَكُونُ فِي قُرُونٍ بَعْدِي رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ :-

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو پاک و حلال کھائے ' سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے فتنوں سے محفوظ رہیں وہ جنت میں

جائے گا - ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج کل بہت سے ایسے لوگ ہیں - فرمایا میرے بعد والے زمانے میں بھی ہونگے - (ترمذی)

تشریح :-

یہ حدیث درستی عبادات اور معاملات کی جامع ہے دو لفظوں میں دونوں جہاں سنبھال دئے گئے - فی سنة میں اشارتاً بتایا گیا کہ کسی بھی سنت کو معمولی نہ سمجھا جائے حتیٰ کہ بیٹھ کر پانی پینا راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا - کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے - آمین فرما کر بتایا کہ مسلمان کے اخلاق ایسے پاکیزہ ہوں کہ لوگوں کو قدرتی طور پر اس کی طرف سے امن ہو کہ یہ تکلیف نہیں پہنچاتا یعنی اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا -

فرمان رسول ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ میرے فیضان صرف اس زمانہ سے ہی خاص نہیں بلکہ تا قیامت میری امت میں ایسے پرہیزگار ہوتے رہیں گے - انشاء اللہ یہ امت نیکیوں سے خالی نہیں ہوگی - ہاں جس قدر زمانہ دور ہوگا ایسے لوگ کم ہونگے - الحمد للہ حضور ﷺ کی یہ پیشینگوئی بالکل درست ہوئی - اب بھی ان اوصاف سے بھرے ہوئے مخلص لوگ موجود ہیں اور رہیں گے -

حدیث نمبر :- ۳۵

آخری زمانے والوں کو نجات کی خوشخبری

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عَشْرًا مِائَةً

هَلَكُ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ مِّنْ عَمَلٍ مِنْهُمْ بِعَشْرِ مَا أَمَرَ بِهِ
نَجَا - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ جو احکام شرعیہ کا دسواں حصہ چھوڑ دے تو وہ ہلاک ہو جائے۔ پھر وہ زمانہ آئے گا کہ جو احکام کے دسویں حصے پر عمل کر کے نجات پائے گا۔ (ترمذی)

تشریح :-

یہاں احکام سے مراد تبلیغ اور سنن نوافل وغیرہ ہیں نہ کہ فرائض و واجبات یعنی آج چونکہ تبلیغ اور ساری نیکیوں کے لئے کوئی روکاؤٹ نہیں 'اب کچھ بھی چھوڑنا اپنا قصور ہے۔ آخری زمانہ میں روکاؤٹیں بہت ہونگی اس وقت آج کے لحاظ سے دسویں حصہ پر عمل کرنا بھی بہت بڑی بہادری اور اجر و ثواب ہوگا۔

لہذا حدیث پاک پر یہ اعتراض نہیں کہ اب ایک ہی نماز اور ہزارواں حصہ زکوٰۃ اور رمضان کے تیس (۳۰) روزے کافی ہیں۔ یا یہ مناسبت مجموعی احکام کے لحاظ سے ہے۔ چنانچہ آج اسلامی جہاد 'قضاء کے احکام پر پورا عمل ناممکن ہے۔ ہم چور کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتے ' زانی کو سنگسار نہیں کر سکتے وغیرہ۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۳۶

ہدایت پر اجر اور ضلالت پر گناہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ إِثْمِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ إِثْمِهِمْ شَيْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عالمین کی طرح ثواب ملے گا اور اس سے ان کے اپنے ثوابوں میں کمی نہ ہوگی۔ اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر تمام پیروی کرنے والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۔ (مسلم)

تشریح :-

یہ حکم نبی کریم ﷺ اور ان کے صدقہ سے تمام صحابہؓ، ائمہؒ، مجتہدین، علماء متقدمین

وآخرین سب کو شامل ہے۔ مثلاً اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی بنیں تو اس مبلغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملے گا اور اجرِ قیامت کے دن ملے گا اور نمازیوں کو بھی اپنی اپنی نمازوں کا ثواب ملے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ثواب مخلوق کے اندازے سے وراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - **وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ** (اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے) اسی طرح وہ مصنفین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پا رہے ہیں قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا۔

یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں **لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى** (انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرے) کیونکہ یہ ثوابوں کی زیادتی اس کے عمل تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ حدیث پاک کا دوسرا حصہ جس میں گمراہیوں کے مؤجدین، مبلغین سب شامل ہیں تا قیامت ان کو لاکھوں گناہ ہر وقت پہنچتے رہیں گے۔ یہ حدیث مبارک اس آیت کے خلاف نہیں **وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتُ** (اور اس پر وہی (نقصان) ہے جو اس نے (برائی) کمائی) کیونکہ یہ اس کے اپنے فعل یعنی تبلیغ شرکی سزا ہے کہ مسلمانوں کو نیکی سے دور رکھنے کا سبب بنا۔
(مرأت)

حدیث نمبر :- ۳۷

دو چیزوں پر حسد کرنا جائز ہے

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَا لَا فَسَلَّطَهُ
عَلَى هُلْكَيْتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ
يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کے
سوا کسی میں رشک جائز نہیں۔ ایک وہ شخص جسے اللہ مال دے تو اسے اچھی جگہ خرچ پر لگا دے،
دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ علم دے اور وہ اس سے فیصلے کرے اور لوگوں کو سکھائے۔
(بخاری و مسلم)

تشریح :-

کسی نعمت والے پر جلنا، اسکی نعمتوں کا زوال اور اپنے لئے حصول چاہنا حسد ہے،
جو بہت بڑا عیب ہے، جس سے شیطان مارا گیا۔ مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا
غبطہ (رشک) ہے۔ حسد مطلقاً حرام ہے، غبطہ (رشک) دو جگہ جائز ہے۔
یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔ ایسا مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق
دے، ایسا ہی با فیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابل رشک ہے۔ سبحان اللہ
بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تا قیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری
اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ آمین

انشاء اللہ نیکی کی تمنا کرنے والا قیامت میں نیکیوں کے ساتھ ہی ہوگا۔ (مرآت)

شارح بخاری سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں کہ رشک اگر نیک باتوں پر کیا جائے تو یہ محمود ہے اور اگر رشک معصیت اور برائیوں پر کیا جائے تو یہ مذموم ہے اور امر مباح جبکہ حسد حرام ہے حسد کے معنی یہ ہیں کہ کسی میں کوئی خوبی دیکھی اچھی لگی تو اب دل میں یہ تمنا ہو کہ یہ نعمت اس کے پاس نہ رہے بلکہ مجھے مل جائے۔
(فیوض الباری)

حدیث نمبر :- ۳۸

موت کے بعد تین عمل باقی رہ جاتے ہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ -

رَوَاهُ مُسْلِمٌ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل بھی ختم ہو جاتے ہیں سوائے تین اعمال کے۔ ایک دائمی خیرات یا وہ علم جس سے نفع پہنچتا رہے یا وہ نیک بچہ جو اس کے لئے دعائے خیر کرتا رہے۔ (مسلم)

تشریح :-

انسان سے مراد مسلمان ہے۔ عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب ہے۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول افراد قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے۔ کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسی واسطے مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیسا کہ روایت میں ہے ' کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔ مرنے کے بعد نہیں۔

صدقہ جاریہ ' نافع علم اور نیک بچہ جو والدین کے لئے دعا کرتا رہے یہ وہ تین چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے۔ کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے۔ صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں۔ جیسے مسجدیں مدرسے وقف کئے ہوئے یا باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں نیک اولاد سے مراد عالم و عامل بیٹا ہے۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ یدعوا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتیٰ کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے ' سلام بعد میں پھیرے ' ورنہ اگر نیک بیٹا دعائے بھی کرے والدین کو ثواب ملتا رہے گا۔ (مرقات)

خیال رہے یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھے طریقے ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا رہے گا یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل ہیں۔

حدیث نمبر :- ۳۹

درس و تدریس کی فضیلت اور غم و مصیبت سے نجات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا تَقَسَّمُ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَا رُسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي مَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يَسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی مسلمان کو دنیاوی تکلیف سے رہائی دے تو اللہ اس سے روزِ قیامت کی مصیبت دور کر دے گا۔ اور جو کسی تنگی والے پر آسانی کرے تو اللہ دین و دنیا میں اس پر آسانی فرمائے گا۔ اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ دین و دنیا میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور اللہ بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہے۔ اور جو کوئی تلاشِ علم میں راستہ طے کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لئے نہیں جمع ہوتی مگر ان پردن کا چین اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ اور فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے۔ جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا۔ (مسلم)

تشریح :-

تم کسی کی فانی مصیبت دور کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دور فرمائے گا۔ تم مومن کو فانی آرام پہنچاؤ اللہ تمہیں اخروی آرام دے گا۔ کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے۔ یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کانٹا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا، حدیث پاک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملے گا۔ بلکہ قیامت میں تو بدلہ ضرور ملے گا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔

جو مقروض کو معافی یا مہلت دے غریب کی غربت دور کرے تو انشاء اللہ دین و دنیا میں

اس کی مشکلیں آسان ہوں گی۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ اس حکم میں مومن کافر سب شامل ہیں۔ کافر مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رنڈی نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر اس کی جان بچائی تو اللہ نے اسے بھی بخش دیا۔ یہ فیضِ عام سب کو حاصل ہے۔ (مرقات)

پردہ پوشی یا تو اس طرح کہ ننگے کو کپڑے پہنائے یا ایسے کہ اس کے چھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے بشرطیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو، ورنہ ضرور ظاہر کر دے، کفار کے جاسوسوں کو پکڑوائے، خفیہ سازشیں کرنے والوں کے راز طشت از بام کرے، ظلماً قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے دے۔ اخلاق اور ہیں اور سیاسیات کچھ اور ہیں۔

اللہ بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک وہ بھائی کی مدد میں رہے۔ یہ الفاظ بہت جامع ہیں، جن میں دین و دنیا کی ساری امدادیں شامل ہیں۔ امداد بدن سے ہو یا علم و مال سے ہو۔

جو شخص علمِ دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کے لئے عالم کے گھر سفر کر کے جائے یا چند قدم چلے، تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کرے گا۔ مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا۔ قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائے گا۔ جنت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم کے لئے سفر کرنا ثواب کا کام ہے۔ موسیٰ علیہ السلام طلبِ علم کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس سفر کر کے گئے۔

(مرآت)

حضرت جابرؓ ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کا سفر طے کر کے عبد اللہ بن قیس کے پاس

(مرقات)

پہنچے۔

اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں جو اللہ کے ذکر کے لئے وقف ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں مسلمان کو بلا ضرورت جانا ہی منع ہے۔ درس قرآن سے مراد قرآن پاک کی تلاوت، تجوید کے احکام سیکھنا ہیں لہذا اس میں صرف و نحو، فقہ و حدیث اور تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں۔ اسی لئے تلاوت کے بعد درس کا الگ ذکر فرمایا۔

سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے۔ کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے۔ اس کی برکت سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے رحمت سے خاص رحمت مراد ہے جو بوقت ذکر ذاکر کو ہر طرف سے گھیرتی ہے اور فرشتوں سے سیاحین فرشتے مراد ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے تو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع میں ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر کرنے سے جماعت کامل کر ذکر کرنا افضل ہے۔ جماعت کی نماز کا درجہ زیاد ہے کہ اگر ایک کی قبول تو سب کی قبول۔

ایک حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اللہ کو اکیلے یاد کرے تو رب بھی ایسے ہی یاد کرتا ہے۔ جو جماعت میں یاد کرے رب اسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے فَادْكُرُونِيْ اذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے۔ بزرگوں کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں

ذکر اللہ کی دھوم دھام اسی یاد کا نتیجہ ہے۔ نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جاآئی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ترجمہ = جاآئی جب تم عشق کے بندے ہو گئے تو نسب ختم ہو گیا کیونکہ اس راہ فلاں ابن فلاں کی کوئی حقیقت نہیں۔

کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے بلیوں کی جگہ تو تھی مگر ان کے کافر

بیٹے کنعان کے لئے جگہ نہ تھی۔ مقصد یہ ہے کہ شریف النسب اعمال سے لاپرواہ نہ ہو جائیں یہ

منشاء نہیں کہ شرافتِ نسب کوئی چیز ہی نہیں۔ مومن کو نسب الرسول ﷺ ضرور فائدہ دے گا۔ تمام

دنیا کی عورتیں حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں۔ رب نے بنی

اسرائیل سے فرمایا۔

رَأَيْتُمْ فَضَلْتُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (بے شک میں نے اس زمانے کے سب

لوگوں پر تمہیں فضیلت دی) بنی اسرائیل کے تمام عالم پر افضل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اولادِ انبیاء

(مرآت)

ہیں۔

حدیث نمبر :- ۴۰

طلبِ علم اور عالم کی فضیلت

عَنْ كَثِيرِ ابْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي لَدَى رَدَاءِ

فِي مَسْجِدٍ مَشَقَّ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ إِنِّي
 جِئْتُكَ مِنْ مَدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لِحَدِيثٍ بَلَّغَنِي إِنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا جِئْتُ
 لِحَاجَةٍ قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ سَلَكَ
 طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ
 الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ
 الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي
 الْأَرْضِ وَالْحَيَّتَانِ فِي جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ
 عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ
 الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ
 يُورَثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ
 أَخَذَ بِحِطِّ وَافِرٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ وَابْنُ
 مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَسَمَاءُ التِّرْمِذِيُّ قَيْسُ بْنُ كَثِيرٍ -

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

کثیر ابن قیسؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابودرداءؓ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا کہ اے ابودرداءؓ میں رسول اللہ ﷺ کے مدینہ سے آپ کے پاس صرف ایک حدیث کے لئے آیا ہوں، مجھے خبر ملی ہے کہ آپ حضور ﷺ سے وہ روایت فرماتے ہیں، میں اس کے سوا اور کسی کام کے لئے نہیں آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے حضور رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص تلاش علم کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ اسے بہشت کے راہوں میں سے کسی ایک راہ پر چلائے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لئے پر بچھاتے ہیں۔ یقیناً عالم کے لئے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی میں مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے چودھریں رات میں چاند کی فضیلت سارے تاروں پر اور علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ پیغمبروں نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا۔ انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔

(احمد ترمذی، ابوداؤد ابن ماجہ، دارمی، ترمذی نے ان کا نام قیس بن کثیر بتایا)

تشریح :-

دمشق شام کا دارالخلافہ ہے کثیر ابن قیس تابعی ہیں اور حضرت ابودرداءؓ کے صحبت یافتہ

ہیں۔

ظاہر یہ ہوا کہ اس طالب علم نے متن حدیث سن لیا تھا، اس شوق میں یہاں آئے کہ صحابی کے منہ سے سنوں تاکہ برکت اور زیادتی یقین حاصل ہو۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ

انہوں نے متن حدیث نہیں سنا تھا - اجمالاً پتہ لگا تھا کہ حضرت ابو درداءؓ فلاں بارے میں حدیث فرماتے ہیں 'چونکہ مدینہ منورہ کے معنی مطلقاً شہر کے ہیں اس لئے مدینۃ الرسول فرمایا یعنی مدینہ منورہ سے آیا ہوں ' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ طلب علم کے لئے سفر بزرگوں کی بلکہ نبیوں کی سنت ہے - موسیٰ علیہ السلام طلب علم کے لئے بہت دور دراز سفر کر کے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے ' دوسرا یہ کہ نبی کریم ﷺ کو فقط الرسول کہہ سکتے ہیں جبکہ علامت سے معلوم ہوا کہ یہاں حضور ﷺ مراد ہیں - رب تعالیٰ فرماتا ہے - يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ (اے رسول ﷺ) اور فرماتا ہے وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ (اور جس نے رسول کی اطاعت کی) اسے ناجائز کہنا بے دلیل ہے -

اس آدمی نے کہا کہ میں نے سوائے حدیث سننے کے اور کسی دینی یاد دنیاوی غرض کے لئے سفر نہیں کیا - اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ملاقات 'زیارت قبور کے لئے سفر جائز ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے -

ظاہر یہ ہوا کہ یہ وہ حدیث نہیں ہے جس کے سننے کے لئے وہ صاحب حاضر ہوئے تھے بلکہ ان کی ہمت افزائی اور ان کے سفر کی قبولیت کی بشارت کے لئے یہ حدیث سنائی - مطلب یہ ہے کہ جو مسئلہ پوچھنے، علم پڑھنے یا حدیث سننے وغیرہ کے لئے سفر کر کے یا بغیر سفر تھوڑا راستہ طے کر کے جائے تو اسے دنیا میں نیک اعمال کی توفیق ملے گی جو جنت ملنے کا سبب ہیں یا آخرت میں پل صراط پر گذر آسان ہوگی اور جنت میں آرام سے پہنچے گا - امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ علم دین کی طلب نقلی نماز سے افضل ہے کہ یہ فرض ہے اور وہ نفل - (مرقات)

جب طالب علم، علم میں مشغول ہوتا ہے تو اس کا کلام سننے کے لئے ملائکہ نیچے اتر آتے

ہیں اور گفتگو سنتے ہیں جیسے تلاوت قرآنہ کے موقع پر یا قیامت میں طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھائیں گے۔ یا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کے لئے فرشتے نیاز مندی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی مشقتوں کو آسان کرتے ہیں۔

علمائے دین کے لئے چاند سورج تارے آسمانی فرشتے زمین کے ذرے سبزیوں کے پتے اور بعض جن وانس اور تمام دریائی جانور مچھلیاں وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ علمائے دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کی بقا سے عالم قائم ہے، علماء کی ہی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے **بِهِمْ يَمْطَرُونَ وَبِهِمْ يُرْزَقُونَ** (ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور رزق دیا جاتا ہے) علماء کے اٹھنے سے اسلام اٹھ جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ علماء دین کا تعویذ ہیں۔ (مرقات اشعۃ)

علماء میں علمائے شریعت اور علمائے طریقت بھی شامل ہیں۔ بلکہ کوئی شخص علم کے بغیر ولی اللہ نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ جاہلوں کو ولی نہیں بناتا۔ جہالت سے مراد یہ ہے کہ دین کے ابتدائی احکام و اصول سے بھی بے بہرہ ہو۔ فرمان باری تعالیٰ ہے **إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** (بے شک علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں) حدیث پاک میں عالم سے مراد وہ عالم ہے جو صرف ضروری اعمال پر قناعت کرے اور بجائے نوافل کے علمی خدمات انجام دے۔ عابد سے مراد وہ شخص ہے جو صرف اپنے ضروری مسائل سے واقف ہو اور اپنے اوقات نوافل میں گزارے بے دین اور فاسق عالم اور نرا جاہل عابد اس گفتگو سے خارج ہیں۔ خیال رہے کہ چاند آفتاب سے نور لے کر رات میں سارے عالم کو جگمگا دیتا ہے۔ ایسے ہی عالم نبی کریم ﷺ سے فیض لے کر دینی روشنی پھیلا دیتے ہیں تارے خود نور ہیں مگر چاند نور بخشنے والا عابد اپنے لئے اور علماء

عالم کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ عابد اپنی کملی بچاتا ہے عالم طوفان سے لوگوں کا جہاز نکال لے جاتا ہے۔ لازم سے متعدی افضل۔

سبحان اللہ جب انبیاء کے مورث اتنے اعلیٰ ہوں تو وارث کیسے شاندار ہونگے ؟
صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ علمائے مجتہدین رسولوں کے وارث ہیں اور علمائے خیر
مجتہدین نبیوں کے۔ لفظ علماء اور انبیاء ان دونوں میں شامل ہے۔ علمائے اسلام حضور ﷺ کے
وارث ہیں اور چونکہ حضور ﷺ تمام نبیوں کی صفات کے جامع ہیں لہذا علماء سارے انبیاء کے
وارث ہیں۔

(مرقات)

بعض انبیاء تارک الدنیا تھے، جنہوں نے کچھ جمع نہ کیا، جیسے حضرت تخی علیہ السلام اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعض نے بہت مال رکھا جیسے حضرت سلیمان و حضرت داؤد
علیہم السلام لیکن کسی نبی کی مالی میراث نہ تھی۔ ان کا چھوڑا ہوا مال دین کے لئے وقف ہوتا ہے اور
تاقیامت علماء ان کے وارث۔ اسی لئے علماء کو وارثین انبیاء کہا جاتا ہے۔

(مرآت)

شارح مسلم اس حدیث کی نقل کر کے فرماتے ہیں کہ علماء ہی کو وارث کتاب بنایا گیا اور
انہی کو جنت کی عظیم بشارت دی گئی ہے۔ اور یہ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ کی عظیم اصل اور
علماء کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ نیز حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ رات کی ایک گھڑی میں علم
حاصل کرنا ساری رات جاگنے سے افضل ہے۔

ابو جعفرؓ نے کہا کہ شیطان کے نزدیک ایک عالم کی موت ستر (۷۰) عابدوں کی موت
سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نیکی کے معلم کے لئے ہر چیز استغفار کرتی
ہے۔ حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی۔

(شرح مسلم)

حدیث نمبر :- ۴۱

اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے بعد مجدّ و بھیجتا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِيْمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے میری دانست میں وہ رسول اللہ ﷺ سے راوی ہیں

فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو برس پر ایک مجدّ و بھیجتا رہے گا 'جوان کا دین تازہ کرے گا۔
(ابوداؤد)

تشریح :-

فِيْمَا أَعْلَمُ یہ کلام کسی نیچے کے راوی کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث حضور انور ﷺ سے روایت کی ' ان کا خود اپنا قول نہیں۔ اس امت کی خصوصیت یہ ہے کہ یوں تو اس میں ہمیشہ ہی علماء اور اولیاء ہوتے رہیں گے۔ لیکن ہر صدی کے اول یا آخر میں خصوصی مصلحین پیدا ہوتے رہیں گے ' جو سنتوں کو پھیلائیں گے بدعتوں کو مٹائیں گے ' غلط تاویلوں کو دور کریں گے ' صحیح تبلیغ کریں گے۔ اس

حدیث کی بنا پر بہت لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق مجدّد گنائے ہیں کہ پہلی صدی میں فلاں دوسری صدی میں فلاں بہت سے مفسدوں نے بھی اپنے آپ کو مجدّد کہا۔ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی پہلے مجدّد ہی بنا تھا پھر نبی۔ حق یہ ہے کہ اس سے نہ کوئی خاص شخص مراد ہے نہ کوئی خاص جماعت۔ کبھی اسلامی بادشاہ کبھی محدثین کبھی فقہاء کبھی صوفیاء کبھی اغنیاء کبھی بعض حکام دین کی تجدید کریں گے۔ کبھی ایک کبھی ان کی جماعتیں جو دین کی یہ خصوصی خدمت کرے وہی مجدّد ہے۔ جیسے ایک زمانہ میں حضرت سلطان محی الدین اور نگزیب رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اسلام سے اکبری بدعات کو دور کیا اور جیسے قطب الوقت حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ یا پھر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ انہوں نے اپنی زبان اور قلم سے حق و باطل کو چھانٹ کر رکھ دیا۔

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۴۲

وہ صدقات جاریہ جو موت کے بعد کام آتے ہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا يُلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَمَلًا وَنَشْرَهُ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ أَوْ مُصْحَفًا وَرَثَةً أَوْ مَسْجِدًا أَبْنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا

أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً آخَرَ جَهَامِنُ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ
تَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ
الْإِيمَانِ -

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اعمال
ونیکیاں مومن کو موت کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں ان میں سے وہ علم ہے جسے سیکھا گیا اور پھیلایا
گیا اور نیک اولاد جو چھوڑ گیا 'یا قرآن پاک جس کا وارث بنا گیا یا مسجد یا مسافر خانہ جو بنا گیا'
یا نہر جو جاری کر گیا یا خیرات جسے اپنے مال سے اپنی تندرستی و زندگی میں نکال گیا - یہ چیزیں
اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں -

(ابن ماجہ، بیہقی فی شعب الایمان)

تشریح :-

وہ علم جسے سیکھا گیا یا پھیلایا گیا خواہ زبان سے یا قلم سے کہ اپنے کامل شاگرد اور
بہترین تصنیفات چھوڑیں، جب تک مسلمان ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اسے ثواب پہنچتا
رہے گا -

اولاد کو خواہ نیک بنا کر گیا یا اس کے مرنے کے بعد نیک ہو گئی دونوں صورتوں میں ثواب
پہنچتا رہے گا - اسی طرح قرآن پاک اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا خرید کر چھوڑ گیا اسی حکم میں دینی کتب
بھی شامل ہیں -

مدرسہ یا مسافر خانہ اپنی کوشش سے یا اپنے پیسہ سے یا اپنے ہاتھ سے اسی حکم میں

مدرسے اور خانقاہیں بھی ہیں۔

اپنے مال سے تندرستی و زندگی میں صدقہ نکال گیا۔ اس میں تندرستی کی اس لئے قید لگائی گئی ہے کہ مرض الموت میں خیرات کرنے کا آدھا ثواب ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو مال کی حاجت نہیں رہتی۔ اس میں تمام صدقہ جاریہ آگئے جیسے کنوئیں کھدوانا، نلکے لگوانا، ہسپتال بنوانا وغیرہ۔

یہ تمام صدقات و خیرات کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔ بعض کا ثواب تا قیامت اور بعض کا ثواب اس سے کم پہنچتا ہے۔ جس قدر صدقہ کا بقا اسی قدر اس کا اجر۔
(مرأت)

حدیث نمبر :- ۴۳

ایک ساعت کا درس تمام رات کی عبادت سے بہتر ہے
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَدَارِسُ الْعِلْمِ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ
مِنْ أَحْيَائِهَا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ
(مشکوٰۃ کتاب العلم)
ترجمہ :-

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رات میں ایک گھڑی علم کا درس تمام رات بیداری سے افضل ہے۔
(دارمی)

تشریح :-

جس طرح رات میں کچھ دیر علم کا مشغلہ، تمام رات سے افضل ہے اسی طرح دن میں کچھ دیر علم کا درس تمام دن کی عبادت سے افضل ہے۔ عبادت سے نفلی عبادت مراد ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ فرائض چھوڑ کر علم سیکھے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ عالم دین کی نیند بھی عبادت ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن سے فقہ سیکھنا افضل ہے۔ ان دونوں کا ماخذ یہ حدیث مبارکہ ہے عالم تھوڑی عبادت پر جاہل کی بڑی عبادت سے زیادہ ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خان گجراتی شرح مشکوٰۃ میں ایک لطیفہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک بزرگ پٹنہ سے حج بیت اللہ کے لئے پیدل چلے اور ہر پانچ قدم پر دو نفل پڑھتے چلے دس سال میں گجرات پہنچے ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر ہوائی جہاز سے آپ مکہ معظمہ پہنچ جاتے اور اتنے نوافل وہاں پڑھتے تو ہر رکعت پر ایک لاکھ رکعت کا ثواب پاتے۔ (مرأت)

شیخ سعدی بوستان میں فرماتے ہیں۔

سے بہ احسانے آسودہ کردن دے

بہ از الف رکعت بہر منزلی

ترجمہ = کوئی احسان کر کے کسی کا دل خوش کرنا، ہر منزل پر ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔



حدیث نمبر :- ۴۴

عالم کی عابد پر فضیلت حضور ﷺ کا فرمان

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِي مَسْجِدِهِ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلَى خَيْرٍ وَاحِدٌ هُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ أَمَا هُوَ لَاءِ فَيَدُ عُونََ اللَّهُ وَيَرْغَبُونَ إِلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاءَهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَأَمَا هُوَ لَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ الْفِقْهَ أَوِ الْعِلْمَ وَيَعْلَمُونَ الْجَاهِلَ فَهُمْ أَفْضَلُ وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِيهِمْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر گزرے تو فرمایا یہ دونوں بھلائی پر ہیں۔ مگر ایک مجلس دوسری مجلس سے بہتر ہے۔ لیکن یہ لوگ اللہ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے انہیں دے چاہے نہ دے لیکن وہ لوگ جو فقہ و علم سیکھ رہے ہیں 'ناواقفوں کو سکھا رہے ہیں' وہ افضل ہیں۔ میں بے شک

معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ ﷺ ان میں ہی تشریف فرما ہوئے۔ یعنی علماء کی مجلس میں۔

تشریح :-

مسجد نبوی شریف میں صحابہ کرام کی دو جماعتیں دو گوشوں میں تھیں۔ ایک گوشہ میں ایک جماعت نوافل و تلاوت وغیرہ عبادت کر رہی تھی، دوسرے گوشہ میں دوسری جماعت علمی گفتگو اور سیکھے ہوئے سبق کی تکرار کر رہی تھی۔

فرمایا مجلس علم، مجلس عبادت سے افضل ہے۔ یعنی عابدوں کی محنت اپنی ذات کے لئے ہے، جس کی قبولیت اور ثواب یقینی نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے۔ اس نے ان چیزوں کا وعدہ نہیں فرمایا، اس حدیث میں معتزلہ کا کھلا رد ہے۔ جو عبادت کا ثواب واجب اور ضروری جانتے ہیں۔ خیال رہے آیت کریمہ ”ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ“ کے معنی یہ ہیں کہ تم مجھے پکارو میں جواب دوں گا۔ یا تم مجھ سے دعا کرو ثواب دوں گا، قبولیت دعا کا وعدہ نہیں۔

علم سکھانے والے افضل ہیں کیونکہ اپنے لئے کچھ نہیں مانگتے بلکہ دین پھیلا رہے ہیں ان کی خدمت یقینی قابل قدر ہے یاد رہے بے عمل علم اس اندھے چراغ والے کی طرح ہے جو اپنے چراغ سے خود فائدہ نہ اٹھا سکے مگر لوگ فائدہ اٹھالیں۔ لیکن غیر مقبول عبادت بالکل ہی بے کار ہے جس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بے عمل عالم ایسا ہی ہے جیسے بیمار طبیب اوروں کا علاج کر دے۔

سبحان اللہ! مجلس علم کیسی بابرکت ہے۔ اب بھی سرکار علماء ہی میں تشریف فرما رہتے ہیں، انہیں مجلس علم میں ڈھونڈو۔ خیال رہے حضور ﷺ اگرچہ اول درجہ کے عابد بھی ہیں لیکن حضور ﷺ کی عبادت عملی تعلیم ہے لہذا آپ ﷺ نماز پڑھتے ہوئے بھی معلم ہیں، اور حضور ﷺ کی

تشریف آوری کا اصل مقصد تعلیم ہے۔ رب فرماتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
(اور آپ ﷺ انہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں) (مرآت)

حدیث نمبر :- ۴۵

چالیس حدیثیں یاد کرنے پر حضور ﷺ کی شفاعت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا
الْعِلْمَ وَوَضَعُوهُ عِنْدَ أَهْلِهِ لَسَيَادُوا إِبْرَاهِيمَ زَمَانِهِمْ وَ
لَكِنَّهُمْ بَدَلُوهُ لِأَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوا إِبْرَاهِيمَ مِنْ دُنْيَاهُمْ فَهَا لَوِ
أَعْلَيْهِمْ سَمِعْتُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَنْ جَعَلَ الْهَمُّومَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّ دُنْيَاهُ
وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهَمُّومُ أَحْوَالُ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللَّهُ فِي
أَيِّ أَوْدِيَّتِهَا هَلَكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي شُعْبِ
الْإِيمَانِ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ علماء علم محفوظ رکھتے اور

اسے اہل ہی پر پیش کرتے تو اس کی برکت سے اپنے زمانہ والوں کے سردار ہوتے ، مگر انہوں نے علم دنیا داروں کے لئے خرچ کیا تا کہ اس سے ان کی دنیا کمائیں اس سے وہ ان پر بلکے ہو گئے۔ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنا لے اللہ سے دنیا کے غموں سے کافی ہوگا۔ اور جسے دنیا کے غم ہر طرف لئے پھریں تو اللہ اس کی پرواہ بھی نہ کرے گا کہ کون سے جنگل میں ہلاک ہوا؟ (ابن ماجہ ، بیہقی شعب الایمان عن ابن عمر)

تشریح :-

عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر علماء علم کو ذلت اور اہانت سے بچاتے اس طرح کہ خود طمع اور لالچ میں دنیا داروں کے دروازے پہ دھکے نہ کھاتے کہ عالم کی ذلت سے علم کی ذلت ہے اور علم کی بے حرمتی دین کی ذلت ہے۔ علماء اگر علم قدر دانوں اور شریف الطبع لوگوں کو سکھاتے تو سردار ہوتے۔ اس طرح کہ بادشاہ ان کے قدموں کے نیچے اور ان کے احکام ان کی قلموں کے نیچے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (اور جن کو علم دیا گیا ان کے درجات بلند فرمائے گئے)۔

معلوم ہوتا ہے کہ تابعین میں لالچی اور حریص عالم پیدا ہو چکے تھے ، جنہیں دیکھ کر صحابہؓ یہ فرما رہے ہیں۔

سبحان اللہ تجربہ بھی اس حدیث کی تائید کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو دو غم اور دو فکریں نہیں دیتا۔ جس دل میں آخرت کا غم و فکر ہے انشاء اللہ اس میں دنیا کا غم و فکر نہیں آتا۔ دنیاوی تکلیفیں اگر آ بھی جائیں تو دل ان کا اثر نہیں لیتا۔ کلوروفارم سنگھادینے سے اپریشن کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ غم آخرت نصیب کرے۔ آمین۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یہی کلوروفارم سونگھے ہوئے تھے جس کی وجہ سے کربلا کی مصیبتیں خندہ پیشانی سے جھیل گئے۔ اور جان بجانان سپرد کر دی۔ (مرأت)

اس کی عجیب مثال یہ اللہ والے ہیں جو دنیا اور اہل دنیا سے منہ موڑ کر صرف اللہ سے ملو لگائے بیٹھے ہیں ان کا مطمع نظر صرف ذاتِ احدیت ہے۔ دنیا ان کے کام میں لگی ہوئی ہے۔ لیکن وہ غم و فکر سے بے پرواہ ہیں اللہ نے اپنے بندوں کو ان کی خدمت پر لگا رکھا ہے۔

بقول مولانا روم

كَانَ لِلَّهِ بُوْدَةٌ دَرِ مَا مَضَى
تَا كِهْ كَانِ اللّٰهُ لَهْ اَمْدَجَزَا

ترجمہ = تو اپنے گزرے ہوئے زمانہ میں اللہ کا ہوا پھر بطور جزاء اللہ تیرا ہو گیا۔

حدیث نمبر :- ۴۶

وہ عالم جو اپنے علم سے نفع نہ اٹھائے

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ إِنَّ مِنْ أَشْرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً
يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَا يُنْتَفَعُ بِعِلْمِهِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ -

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدتر درجے والا وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔ (داری)

تشریح :-

یعنی لوگ اس کے علم سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ نہ مسائل بیان کرے نہ کوئی دینی کتاب لکھے۔ یا مطلب یہ ہے کہ خود نفع حاصل نہ کرے یعنی عالم بے عمل۔

علم درخت ہے اور عمل اس کا پھل ہے 'بڑا بد نصیب وہ شخص ہے جو اپنے درخت کا پھل خود نہ کھائے۔ جاہل بے عمل کو ایک عذاب ہے اور عالم بے عمل کو سات گنا عذاب۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۴۷

علم دو ہیں قلبی اور لسانی

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَلِكَ
الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَلِكَ حُجَّةُ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ابْنِ آدَمَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ -

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

حضرت حسنؑ سے روایت ہے فرماتے ہیں علم دو طرح کا ہے 'ایک علم دل میں 'یہ علم فائدہ مند ہے 'دوسرا علم صرف زبان ہر 'یہ انسان پر اللہ کی حجت ہے۔ (دارمی)

تشریح :-

علم دین کی دو قسمیں ہیں 'ایک وہ جس کا نور عالم کے دل میں اتر جائے اور قلب روشن اور قالب مطیع ہو جائے۔ یہ علم عالم کو نفع دے گا اور دوسروں کو بھی نفع دے گا ایسے عالم کا وعظ بلکہ اس کی صحبت اکسیر ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ عالم کے دل میں خوفِ خدا اور محبت جناب مصطفیٰ ﷺ آنکھوں میں تری 'زبان پر اللہ کا ذکر ہوگا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ علم بغیر تصوف فسق ہے اور تصوف بغیر علم بے دینی ہے۔

علم کی دوسری قسم یہ ہے کہ عالم باتیں تو اچھی کرے مگر اس کا اپنا دل نورِ علم سے اور بدن اثرِ علم سے خالی ہو۔ یہ علم قیامت میں عالم کے الزام کھا جانے کا ذریعہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو سب کچھ جانتا تھا پھر گمراہ اور بد عمل کیوں بنا؟ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس علم میں تصوف کی چاشنی نہ ہو وہ علم لسانی وراثتِ شیطانی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا علم قلبی تھا اور شیطان کا علم لسانی۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۴۸

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ سے علم کے دو برتن حاصل کئے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَانِينَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَّتْ فِيكُمْ وَأَمَّا
 الْآخِرُ فَلَوْ بَثَّتْ قَطِعَ هَذَا الْبَلْعُومُ يَعْنِي مَجْرَى الطُّعَامِ
 رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے
 دو برتن محفوظ کئے ایک تو تم میں پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر پھیلاؤں تو یہ کاٹ ڈالا جائے
 یعنی گلا۔
 (بخاری)

تشریح :-

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ سے دو قسم کے علم ملے، ایک علم
 شریعت جو میں نے تمہیں بتا دیا۔ دوسرا علم اسرار و طریقت و حقیقت ہے۔ اگر میں وہ ظاہر کروں
 تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں۔ یا ایک علم احکام اور دوسرا علم اخبار، جس میں
 ظالم حاکموں اور بے دین سرداروں کے نام موجود ہیں۔ اگر میں بتاؤں تو ان کی ذریت مجھے ہلاک
 کرنے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کبھی اشارۃ کنایۃ کچھ کہہ دیتے تھے چنانچہ دعا مانگا کرتے تھے کہ
 خدایا مجھے ۶۰ھ کے فتنوں اور لوٹنوں کی حکومت سے پناہ دے۔ چنانچہ ۶۰ھ میں
 امیر معاویہؓ کی وفات ہوئی یزید پلید تخت نشین ہوا۔ اس دعا میں ان دو واقعات کی طرف اشارہ تھا
 آپ کی دعا قبول ہوئی اور امیر معاویہؓ کی وفات سے ایک سال پہلے اس دار فانی سے کوچ کر
 گئے۔

اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ شرعی مسئلہ بے دھڑک بیان کیا جائے مگر تصوف کے اسرار نااہل کو نہ بتلائے جائیں۔ دوسرا یہ کہ غیر ضروری چیزیں جن کے اظہار سے فتنہ پھیلتا ہو ہرگز ظاہر نہ کی جائیں۔ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو علوم غیبیہ عطا فرمائے۔ حضور ﷺ کے ذریعے صحابہ کرام کو بھی۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ کے علم کا یہ حال ہے تو حضرات خلفائے راشدینؓ کے علوم تو ہماری سمجھ سے بالا ہیں۔ (مرآت)

شاید مولانا روم نے اسی حدیث کا مفہوم بیان کیا ہے۔

حیف باشد شرح او اندر جہاں ہچو راز عشق باید در نہاں

ترجمہ = اس کا جہاں میں اظہار کرنا غلطی ہوگی، یہ راز عشق کی طرح پوشیدہ ہی رہنا چاہئے۔ شارح بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے دو قسم کے علوم حاصل کئے ایک دینی، جس کا پھیلانا فرض، جبکہ دوسرے کا تعلق احکام شرعیہ سے نہ تھا، اور اس کا اظہار بھی ضروری نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ دین کے احکام کو چھپانا حرام ہے۔ اور اس اسرارِ باطنی کو ظاہر کرنا غلطی ہے، خصوصاً وہ جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو۔

(فیوض البخاری)

صوفیاء فرماتے ہیں کہ نبی کو نبوت کا اظہار واجب ہے اور ولی کو ولایت کا اخفا واجب

ہے۔



حدیث نمبر :- ۴۹

جو علم کے لئے گھر سے نکلے وہ اللہ کی راہ میں ہے
 عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالِدَارِمِيُّ
 (مشکوٰۃ باب کتاب العلم)
 ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو علم کی تلاش
 میں نکلا وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہے۔

(ترمذی و دارمی)

تشریح :-

جو کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے اپنے گھر سے یا علم کی جستجو میں اپنے وطن سے علماء کے پاس
 گیا وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ غازی کی طرح گھر واپس آنے تک اس کا سارا وقت اور
 ہر وقت اور ہر حرکت عبادت ہوگی۔ گھر آنے کے بعد یہ ثواب ختم ہو جائے گا، پھر عمل اور تبلیغ
 کرنے کا ثواب شروع ہوگا۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ علم صدقہ جاریہ ہے۔ جس کا

(مرآت)

ثواب موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

حدیث نمبر :- ۵۰

کون سی چیز گناہ مٹاتی ہے اور درجے بلند کرتی ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَدَلَّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا يَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكَ الرِّبَاطُ وَفِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فَذَلِكَ الرِّبَاطُ فَذَلِكَ الرِّبَاطُ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رَوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ ثَلَاثًا -

(مشکوہ کتاب الطہارۃ)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹا دے ' درجے بلند کر دے۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا ' سو پورا کرنا مشقتوں میں ' مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا ' نماز کے

بعد نماز کا انتظار کرنا یہ ہے سرحد کی حفاظت - اور مالک ابن انسؒ کی حدیث میں ہے کہ یہ ہے سرحد کی حفاظت - یہ ہے سرحد کی حفاظت دو بار - اسے مسلم نے روایت کیا، ترمذی کی روایت میں تین بار ہے -

تشریح :-

حدیث پاک میں خطاؤں سے مراد گناہِ صغیرہ ہیں نہ کہ گناہِ کبیرہ اور نہ ہی حقوق العباد محو سے مراد ہے بخش دینا یا نامہ اعمال سے ایسا مٹا دینا کہ اس کا نشان بھی باقی نہ رہے -

درجات سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے ہیں - حضور اکرم ﷺ کا یہ سوال اس لئے ہے کہ اگلا فرمان غور سے سنا جائے - ورنہ حضور ﷺ کی تبلیغ ان کی عرض پر موقوف نہیں - وضو پورا کرنے سے مراد اعضائے وضو کا کامل دھونا اور تین بار دھونا اور وضو کی سنتوں کو پورا کرنا ہے -

مشقت سے مراد سردی یا بیماری یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے - یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو اس وقت مکمل کرنا - مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا اس لئے فرمایا کہ گھر مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے - مطلب یہ ہے کہ ہر نماز مسجد میں پڑھنا - نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کے لئے مسجد میں حاضری دینا موجب ثواب ہے - اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جا کر نماز پڑھے - نماز کے بعد نماز کے انتظار کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا خواہ مسجد میں بیٹھ کر یا اس طرح کہ جسم گھریا دوکان میں ہو اور کان اذان کی طرف

اور دل مسجد میں لگا ہو۔ ”یعنی ہتھ کارِ ولِ دلِ یارِ ول“

رباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پالنا۔ اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا اسلام کی سرحد میں رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا، رباط ہے۔ یہ بڑی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 صَابِرُونَ وَرَابِطُونَ (صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی حفاظت کرو)
 حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا ظاہری رباط ہے اور مذکورہ اعمال باطنی رباط ہے۔ یعنی نفسِ شیطان کے مقابل حدودِ ایمان کی حفاظت۔

شارح مسلم علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ علامہ تکی بن شرفؒ نے فرمایا کہ رباط کے معنی کسی چیز کو کسی جگہ محبوس کرنا، گویا اس شخص نے اپنے نفس کو اس اطاعت پر محبوس کر دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ افضل رباط ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے اصل جہاد جہادِ بانفس ہے۔

(شرح مسلم)

اعلیٰ حضرت للہی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ مولانا اللہ جو ایاً اپنی کتاب رسالہ نوری (جو پنجابی شعروں میں تصوف پر ایک جامع رسالہ ہے) لکھتے ہیں۔

سے جنگ کبیر شہادت گمبویٰ نفسے نال لڑائی
 کافر حربی کوہنے نالوں کتنے تول سوائی

حدیث نمبر :- ۵۱

قیامت میں حضور ﷺ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا
 إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا حِقُونَ وَدِدْتُ إِنَّا قَدَرْنَا إِذْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا
 أَوْلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانَنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدَ فَقَالُوا
 كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدَ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غَرَّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرِي
 خَيْلٍ دُهُمٍ بِهِمْ أَلَّا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ
 قَالَ فَإِنَّهُمْ يَا تُونَ غَرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضْرَاءِ وَإِنَّا فَرَطُهُمْ
 عَلَى الْحَوْضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف
 لے گئے تو فرمایا اے مومن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو۔ انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔
 مجھے یہ تمنا ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھتا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے
 بھائی نہیں ہیں۔ تم میرے ساتھی دوست ہو ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک آئے نہیں لوگوں

نے عرض کیا کہ آپ کے جو امتی اب تک نہیں آئے انہیں حضور ﷺ کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا بتاؤ تو سہی اگر کسی شخص کے گھوڑے بیچ کلیان ہوں اور نہایت سیاہ گھوڑوں میں مخلوط ہو گئے ہوں تو کیا یہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے گا؟ بولے ہاں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا وہ آثارِ وضو سے بیچ کلیان آئیں گے اور میں حوض پر ان کا پیش رو ہوں گا۔

(مسلم)

تشریح :-

مقبرہ سے مراد مدینہ منورہ کا قبرستان ”جنت البقیع“ ہے جہاں حضور ﷺ زیارتِ قبور کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ دار کے معنی گھریا حویلی کے ہیں، اہل پوشیدہ ہے یعنی گھر والے۔

(مرأت)

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ عوام کی قبروں پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے۔ کیونکہ مُردے زائرین کو دیکھتے ہیں پہچانتے ہیں ان کے کلام اور سلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ نہ سننے والے اور جواب نہ دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا (اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو) معلوم ہوا کہ مُردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں - وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ علیکم السلام مُردوں کا سلام ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب مُردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب یہ سلام کرتے ہیں۔

(مرقات)

پیارے آقا ﷺ نے فرمایا عنقریب وفات پا کر ہم تم سے ملاقات کریں گے، انشاء اللہ برکت کے لئے فرمایا، ورنہ موت تو یقینی ہے یا ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں

کے لئے مشکوک ہے۔ یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایمان پر مر کر مومنوں سے ملیں گے یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لئے ہے۔
(مرأت)

سرکارِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے ظاہری حیات میں ملاقات کرنا ورنہ حضور ﷺ ساری امت کو دیکھ رہے ہیں۔ ان کا اپنا بھائی فرمانا انتہائی کرم کریمانہ ہے امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور ﷺ کو اپنا بھائی کہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ نے کبھی حضور ﷺ کو بھائی نہ کہا۔ بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا سے خادم کہہ کر پکارے تو سزا پائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (رسول اللہ ﷺ کو اس طرح مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو)

سرکارِ دو جہاں ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا تم بھائی ہو اور صحابی بھی اور جو مسلمان آئندہ آنے والے ہیں وہ صرف بھائی ہونگے صحابی نہ ہونگے۔ خیال رہے بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے رشتہ ایمانی کی بناء پر ورنہ حضور ﷺ امت کے لئے روحانی والد ہیں اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ بھادجیں۔ رشتہ ایمانی سے تو سگابا پ اور دادا اسلامی بھائی ہیں۔ اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں۔ مگر رشتہ کی بناء پر نہ ان لوگوں کو بہن بھائی کہا جاتا ہے اور نہ ان پر بہن بھائی کے احکام مرتب ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو ظہار ہو جاتا ہے جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے تو جو حضور ﷺ کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔
(مرأت)

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ جو امتی اب تک نہیں آئے انہیں آپ کیسے پہچانیں گے؟

صحابہ کا یہ سوال حضور ﷺ کے علم کی نفی کی بناء پر نہیں بلکہ ذریعہ علم کے متعلق ہے یعنی جن مسلمانوں کو آپ ﷺ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے؟ محض نور نبوت یا وحی سے یا کچھ ان میں علامتیں بھی ہوں گی؟ جن سے ہم بھی پہچان سکیں ورنہ صحابہؓ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کو اپنی ساری امت کے کھلے چہرے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تھا کہ آپ کی امت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ فرمایا ہاں عمرؓ کی۔ یہ سوال و جواب علیم و خبیر سے ہی ہو سکتے ہیں۔

پنج کلیان وہ سرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ پاؤں اور پیشانی سفید ہوں یہ بہت خوبصورت بہت قیمتی اور طاقتور ہوتا ہے۔ سبحان اللہ حدیث پاک میں کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے پنج کلیان گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں چھپتا۔ ایسے ہی میری امت دیگر امتوں میں نہیں چھپے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھلی امتوں کے سارے مومن سیاہ رو ہونگے بلکہ سیاہ روئی تو صرف کفار کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ آثار و ضوکی خاص چمک صرف امتِ مصطفوی ﷺ پر ہوگی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حوضِ کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا۔ یہ حوضِ کوثر ہمارے آقا کا ہے دوسرے انبیاء کے بھی حوض ہونگے۔ مگر کوثر کسی کا نہیں، فرط اسے کہتے ہیں جو آگے پہنچ کر انتظام فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ کوثر پر ہم تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظام و انتظار فرمائیں گے۔ تمہیں اپنے انتظام سے پانی پلوائیں گے۔

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں۔ علامہ نوادی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی

تمنا کرنا جائز ہے۔ خصوصاً خیر اور فضلاً سے ملاقات کے لئے۔ لیکن دنیاوی مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ کیا ہم آپ کے دینی بھائی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) وہ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس قول سے ان صحابہ کے دینی بھائی ہونے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ آپ ﷺ نے ان کی فضیلت کا ذکر فرمایا اور وہ صحابیت ہے۔ لہذا صحابہ بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں۔ لیکن بعد میں آنے والے صرف دینی بھائی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے انما المؤمنون اخوة (بیشک مومن بھائی بھائی ہیں)

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ میرے استاد محترم حضرت علامہ عطا محمد بندیا لوی نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی معزز اور صاحبِ فضیلت آدمی کا ذکر کیا جائے تو اس کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ نہیں بلکہ مخصوص اوصاف کے ساتھ کیا جائے۔ کیونکہ بھائی کا وصف صحابہ کرامؓ اور بعد کے مسلمانوں میں عام اور مشترک تھا۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کا ذکر آپ ﷺ نے عام وصف سے ناپسند فرمایا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کے ذکر میں صرف بشر کہنا صحیح نہیں بلکہ اَفْضَلُ الْبَشَرِ يَا سَيِّدُ الْبَشَرِ کہا جائے۔ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلاموں کے ساتھ اس وصف کو ناپسند فرمایا تو رسول اللہ ﷺ کے لئے محض بشر کا لفظ کہنا کب پسندیدہ ہوگا۔ بشر تو کفار اور مشرکین بھی ہیں اس لئے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جائے تو اوصافِ مخصوصہ یعنی اَفْضَلُ الْبَشَرِ 'سَيِّدُ الْبَشَرِ' رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ وغیرہ القاب کے ساتھ کیا جائے۔

حدیث نمبر :- ۵۲

قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا ؟

عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَنَاخَ رَاجِلَتَهُ
مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ إِلَيْهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا
عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْيَسَّ قَدْ نُهِيَ عَنِ هَذَا قَالَ بَلْ إِنَّمَا
نُهِيَ عَنِ ذَلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ
شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(مشکوٰۃ باب اداب الخلاء)

ترجمہ :-

حضرت مروان اصفر سے روایت ہے 'فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا
کہ انہوں نے اپنی سواری قبلہ رخ بٹھالی پھر بیٹھ کر اس کی طرف پیشاب کرنے لگے۔ میں نے
کہا اے ابو عبد الرحمن کیا اس کی ممانعت نہیں ہے؟ فرمایا اس سے جنگل میں منع فرمایا گیا ہے۔
مگر جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز آڑ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح :-

حدیث پاک کے راوی مروان اصغر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں
بصری تابعی ہیں آپ سے ایک دو حدیثیں مروی ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ جنگل کا ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ نیز جنگل ہی میں
سواری پر بیٹھا جاتا ہے۔ تابعی کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عام صحابہ اور تابعین میں یہی
مشہور تھا کہ مطلقاً قبلہ زو پیشاب پاخانہ کرنا منع ہے۔ تب ہی تو اس تابعی کو حضرت ابن عمر کے
اس فعل پر تعجب ہوا۔ لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔

اس حدیث پاک میں حضرت ابن عمر کا اجتہادی فتویٰ ہے یہ جنگل اور بستی کا فرق
حدیث مرفوعہ میں نہیں۔
(مرآت)

حدیث نمبر :- ۵۲

مبشرات کی تشریح

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّبُوءَةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا وَمَا
الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مشکوٰۃ کتاب الرءیا)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ باقی رہیں موت سے مگر بشارتیں۔ لوگوں نے عرض کیا بشارتیں کیا ہیں؟ فرمایا اچھی خواب۔ (بخاری)

تشریح :-

مدنی سر کا ﷺ نے فرمایا کہ ہماری وفات پر وحی نبوت تا قیامت ختم ہو جائے گی۔ مگر نبوت کا ایک حصہ یعنی ڈرانا اور بشارت باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ خوابوں کے ذریعے علوم غیبیہ یعنی اگلے حالات پر اطلاع برابر جاری رکھے گا۔ خوابیں غیبی خبریں دیتی رہیں گی، خوابیں بشارت بھی ہوتی ہیں اور ڈراتی بھی ہیں۔ مگر تقلیباً بشارت فرمایا۔ (مرقات)

صَالِحَہ سے مراد یا تو سچی خوابیں ہیں یا اچھی خوشی کی خوابیں عموماً خوشی کی خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور ڈراؤنی خواب کو حُلْم، مگر یہاں رؤیا سے عام خواب مراد ہے، چاہے اچھی ہو یا ڈراؤنی۔ (اشعۃ و مرقات)

خیال رہے رُؤْيَا بمعنی خواب آتا ہے مگر جب اس کے بعد رویت کا کوئی مشتق آجائے تو بیداری میں دیکھنے کے بھی معنی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (اور ہم نے وہ دکھاوا نہیں کیا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کے لئے۔)

حضور انور ﷺ نے معراج کی رات سارے عالم غیب کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا، مگر اسے اللہ تعالیٰ نے رُؤْيَا فرمایا کیونکہ آگے اَرَيْنَاكَ ہے اس لئے وہاں آنکھ سے بیداری میں دیکھنا مراد ہے۔ جسمانی معراج کے منکر اسی لفظ رُؤْيَا سے انکار کرتے ہیں۔ یہ بحث الگ ہے دوسری کتابوں میں دیکھیں۔

مالک نے بروایت عطا بن یسار اس حدیث میں یہ زیادہ کیا کہ جسے مسلمان دیکھے یا اس کے متعلق خواب دکھائی جائے۔ یعنی مسلمان خود خواب دیکھے یا دوسرا شخص اس کے متعلق خواب دیکھے۔ طبرانی نے بروایت عبادہ ابن صامت حدیث نقل فرمائی کہ مومن کا خواب اس کا اپنے رب سے کلام کرنا ہے۔ یارب کا اس سے کلام کرنا ہے۔ (مرقات)

خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہو سکتا ہے ہمارے امام اعظم نے ننانوے بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ معلوم ہوا کہ بعض خواب انسان خود دیکھتا ہے کہ دن میں جو خیالات رکھتا ہے وہی خواب میں دیکھتا ہے اور بعض خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائے جاتے ہیں۔ مومن کے یہ خواب الہام کا علم رکھتے ہیں اور ان کو ہی رَوِيَا صَالِحَةً کہتے ہیں۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۵۴

حضور ﷺ کا کنیت سے منع فرمانا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَبَا الْقَسَمِ فَأُلْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكُنْتُوا بِكُنْيَتِي مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب الاسامی)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بازار میں تھے کہ ایک آدمی نے کہا اے ابوالقاسم 'تو اس کی طرف نبی کریم ﷺ نے توجہ فرمائی وہ بولا کہ میں نے تو اس کو بلایا ہے 'تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام تو رکھو میری کنیت نہ رکھو۔ (مسلم و بخاری)

تشریح :-

کسی اور شخص کا نام ابوالقاسم تھا اس نے اس کو پکارا - مقصد یہ ہے کہ اگر ہزاروں کے نام "محمد" ہوں تو دھوکا نہ ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کو صرف نام سے پکارنا حرام ہے۔ اب جو حضور ﷺ کو پکارے گا وہ "یا رسول اللہ" ﷺ کہے گا "یا محمد" نہیں کہے گا۔ اگر "یا محمد" کہہ کر پکارے گا تو کسی اور "محمد" کو پکارے گا نہ کہ حضور ﷺ کو پکارے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کو نام لے کر نہ پکارا قرآن پاک اٹھا کر دیکھو۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ ، يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ ، يَا سَيِّدَ طه ، يَا أَيُّهَا الْمُرَّمِّلُ ،
يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ، وَغَيْرَهُ پکارا لہذا نام کے اشتراک میں ضرور دھوکا ہوگا۔ (مرقات)
حضور اکرم ﷺ کو یا ابوالقاسم کہہ کر پکار سکتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا لقب ہے
جیسے رسول اللہ 'نبی اللہ' مگر "یا محمد" کہہ کر نہیں پکار سکتے۔ کہ محمد حضور ﷺ کا نام شریف ہے
(مرقات)

حضور انور ﷺ کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا اس نام سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام کو نام بنام خطاب کیا 'یا آدم' 'یا ابراہیم' 'یا موسیٰ' 'یا عیسیٰ' وغیرہ لیکن جب اپنے حبیب کو ندا فرمائی تو ان کی کمال عظمت رفعت کے اظہار کے لئے نام کے ساتھ ندانہ کی گئی بلکہ ان کے معزز اوصاف والقبابت سے پکارا۔

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب
یا ایہا النبی خطاب محمد است

ترجمہ = انبیاء کے باپ آدم کا خطاب تو یا آدم ہے لیکن حضور سے خطاب یا ایہا النبی ہے۔

قرآن کریم نے بارگاہ نبوت کا ادب یوں سکھایا لا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (رسول کو اس طرح مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو) آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری و باطنی حیات طیبہ میں ایسے الفاظ کے ساتھ پکارنا ہرگز جائز نہیں جو الفاظ ادب سے خالی ہوں۔

(فیوض الباری)

حدیث نمبر :- ۵۵

اذان کا جواب اور حضور ﷺ کے لئے وسیلے کی دعا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ

مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا
مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرْجُوا
أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ
الشَّفَاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب فضل الاذان و اجابة المؤذن)

ترجمہ :-

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جو وہ کہہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو ' وسیلہ جنت میں ایک جگہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی کے لائق ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں تو جو میرے لئے وسیلہ مانگے اس پر میری شفاعت لازم ہے۔

(مسلم)

تشریح :-

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات سارے دہرائے حتیٰ علی الصَّلَاةِ بھی حتیٰ علی الفلاح بھی اور الصَّلَاةِ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ بھی ایک

حدیث میں ہے کہ حَتَّىٰ عَلَىٰ لَصَلْوَةِ اور حَتَّىٰ عَلَىٰ الْفَلَاحِ پر لَا حَوْلَ پڑھے چاہیے کہ دونوں ہی کہہ لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ بعض مؤذن اذان سے پہلے بھی درود شریف پڑھتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں ان کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے۔

شامی نے فرمایا اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ یاد رہے کہ اذان سے پہلے یا بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے۔ بلا وجہ اس سے منع نہیں کیا جا سکتا۔

وسیلہ سبب اور توسل کو کہتے ہیں چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قربِ خصوصی کا سبب ہے اس لئے وسیلہ فرمایا گیا۔ حضور ﷺ کا فرمانا کہ ”امید کرتا ہوں“ تو اضح اور انکساری کے لئے ہے اور نہ وہ جگہ حضور ﷺ کے لئے نامزد ہو چکی ہے۔ (مرقات واشعتہ)

ہمارا حضور ﷺ کے لئے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اس کے جان و مال کو دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے۔ ہم بھکاری ہیں اور حضور ﷺ داتا، انہیں دعائیں دینا مانگنے کھانے کا ڈھنگ ہے۔

حدیث پاک کے آخر میں سرکار ﷺ نے فرمایا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی شفاعت ضرور کرونگا۔ یہاں شفاعت سے خاص شفاعت مراد ہے ورنہ حضور ﷺ ہر مومن کے شفیع ہیں۔ حضور ﷺ کی شفاعت بہت قسم کی ہے۔ (مرآت)

اذان کے جواب کی چند احادیث کے خلاصے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- حضور ﷺ نے فرمایا جب اذان سنو تو اللہ کے داعی کا جواب دو۔ (طبرانی)

۲- جب مؤذن اذان کہے تو سنو، جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ (ابن ماجہ)

۳- مومن کو بدبختی و ناامدادی کے لئے کافی ہے کہ مؤذن کی تکبیر سنے اور جواب

نہ دے۔

۴- حضور ﷺ نے عورتوں سے فرمایا جب تم بلالؓ کو اذان اور اقامت کہتے سنو تو

جس طرح وہ کہے تم بھی کہو اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کلمے کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھے گا۔

ہزار درجات بلند کرے گا اور ہزار گناہ مٹا دے گا۔ اور مردوں کے لئے دو گنا ثواب

ہے۔ (ابن عساکر)

۵- اذان کا جواب دینے والے کی مغفرت ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(مسلم ابوالشیخ)

لہذا معلوم ہوا کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ مؤذن جو کہے سننے والا بھی وہی کہے۔

مگر جب مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور

انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں کو لگائے اور کہے قُرَّةَ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اللّٰهُمَّ مَتَّعِنِي بِالسَّمْعِ وَ الْبَصْرِ اور حَتَّى عَلَي الصَّلٰوةِ وَ حَتَّى عَلَي

الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنبی بھی

اذان کا جواب دے سکتا ہے۔ جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سننے والے درود شریف پڑھیں

اور پھر دعائیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقام محمود تو حضور ﷺ کو حاصل ہے ہی اللہ تعالیٰ نے

وعدہ بھی فرمایا ہے پھر اس کے لئے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے، تو جواب یہ ہے کہ حاصل شدہ

نعمت کے لئے دعا کرنا یا کرانا یہی شانِ عبدیت ہے اور بعض اوقات حاصل شدہ نعمت کے دوام و بقا کے لئے بھی دعا کی جاتی ہے۔ پس جو صالحین امت یہ دعا کریں گے انشاء اللہ وہ حضور ﷺ کی شفاعت سے بغیر حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

(فیوض الباری)

علامہ طحاوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ مؤذن کے پہلی مرتبہ اَشْهَدُ اَنْ مَحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ کے جواب میں انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور دوسری دفعہ سن کر قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہنا مستحب ہے۔ علامہ شامی نے دیلمی کی کتاب ”الفردوس“ میں یہ حدیث پاک ذکر کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”جس شخص نے اذان میں اَشْهَدُ اَنْ مَحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر آنکھوں پر رکھ کر انگوٹھے چومے میں اس کی قیادت کر کے اس کو جنت کی صفوں میں شامل کر دوں گا“

(شرح مسلم از علامہ سعیدی)

حدیث نمبر :- ۵۶

اذان کی اجرت لینے سے منع فرمانا

عَنْ عَثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْنِي إِمَامَ قَوْمِي قَالَ أَنْتَ إِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَدِّنَا لَا يَأْخُذُ عَلَيَّ إِذَانُهُ

أَجْرًا - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ -

(مشکوٰۃ باب فضل الاذان و اجابة المؤذن)

ترجمہ :-

حضرت عثمان ابن ابوالعاصؓ سے روایت ہے ' فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے۔ فرمایا تم ان کے امام ہو اور ان میں کمزور کو مقتدی جانو اور کوئی ایسا مؤذن مقرر کرو جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی)

تشریح :-

حدیث پاک کے راوی حضرت عثمان ابن ابوالعاصؓ مشہور صحابی ہیں، ثقفی ہیں حضور ﷺ نے آپ کو طائف کا حاکم بنایا اور شروع خلافت فاروقی تک وہیں حاکم رہے پھر حضرت عمرؓ نے وہاں سے معزول کر کے عمان اور بحرین کا گورنر بنایا۔ (مرآت)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ امام مقرر کرنے اور معزول کرنے کا حق سلطان اسلام کو بھی ہے۔ اور اس کا مقرر کردہ امام قوم کے معزول کرنے سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت عثمانؓ سے سرکار ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ سمجھ کر نماز پڑھاؤ کہ میرے مقتدی کمزور اور بیمار بھی ہیں۔ اس لئے نماز ہلکی پڑھاؤ۔

اس حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱- مؤذن رکنے اور معزول کرنے کا حق امام کو ہے۔

۲- اذان پر اجرت لینا جائز ہے مگر نہ لینا بہتر، اس لئے حضور ﷺ نے یہاں

اجرت کو حرام نہیں کہا بلکہ فرمایا ڈھونڈھ کر کوئی لہذا اذان دینے والا رکھو، جو تنخواہ نہ لے۔ خیال رہے کہ اس زمانے میں دینی خدمات پر اجرت لینا ہر ممنوع بھی تھا۔ تو اس وقت کے لحاظ سے تھا اب ممنوع نہیں ورنہ سارے دینی کام بند ہو جائیں گے۔ دیکھو سوائے حضرت عثمان غنیؓ کے باقی تمام خلفاء نے خلافت پر اجرت لی۔ حالانکہ خلافت امامت کبریٰ ہے۔ نیز حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے میں غازیوں اور حکام کی تنخواہیں مقرر کیں، حالانکہ جہاد بھی عبادت ہے اور حاکم اسلام بننا بھی عبادت ہے۔

(مرآت)

چنانچہ صدیق اکبرؓ کو جب متفقہ طور پر خلیفہ نامزد کر دیا گیا تو اس وقت آپ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ حسب معمول دوسرے ہی روز آپ کپڑے کے تھان اٹھائے بازار جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات ہو گئی حضرت عمرؓ کہنے لگے آپ خلیفۃ المسلمین ہیں آپ اگر تجارت کریں گے تو خلافت کے امور کون سرانجام دے گا؟ صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں اگر تجارت نہ کروں تو اپنا اور بال بچوں کا پیٹ کیسے پالونگا؟

حضرت عمر فاروقؓ نے اکابرین صحابہؓ کو جمع کیا اور اس معاملہ کی طرف توجہ دلائی اور خلیفہ کے لئے باقاعدہ تنخواہ مقرر کر دی گئی جو اس وقت کے لحاظ سے مناسب تھی۔ اور صدیق اکبرؓ اسی تنخواہ پر اپنی ضروریات پوری کرتے رہے۔

حدیث نمبر :- ۵۷

حضور ﷺ نے اپنے علم کلامی کی تشریح فرمائی

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ
قَالَ فِيمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ إِلَّا عَلَى قُلْتِ أَنْتِ أَعْلَمُ قَالَ
فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيْ فَعَلِمْتُ
مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا وَكَذَلِكَ نُرَى إِبْرَاهِيمَ
مَلَكَوَتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ
الْمُوقِنِينَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا وَ لِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوَهُ عَنْهُ

(مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوة)

ترجمہ :-

حضرت عبدالرحمن بن عائش سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا - ”رب نے پوچھا کہ فرشتے مقرب کس چیز میں جھگڑتے ہیں“ میں نے عرض کیا مولا تو ہی جانے - تب رب نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا ، جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی ، تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا - اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی - ”ہم یونہی ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں۔“

(دارمی نے مرسل روایت کیا اور ترمذی کی روایت اسی کی مثل ہے)

تشریح :-

رب کو اچھی صورت میں دیکھنے کا مطلب ہے کہ اس وقت مبری اپنی صورت بہت اچھی تھی نہ کہ خدا کی جیسے کہا جاتا ہے کہ میں اچھے کپڑوں میں حاکم سے ملا یعنی ملاقات کے وقت میرے کپڑے اچھے تھے ورنہ رب تو صورت سے پاک ہے۔ حضور ﷺ کا ہم میں آنا بشری صورت میں ہے اور رب سے ملنا نوری صورت میں ہے۔ انسان کا گھر کا لباس اور ہوتا ہے اور کچھری کا اور۔ یہ واقعہ غالباً معراج کا ہے۔ بعض لوگوں نے خواب کا دیدار بتایا، مگر پہلی بات زیادہ صحیح ہے 'اسی سے دیدار الہی ثابت ہوا۔ حق یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا۔ رب کا فرمان لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ دیدار کی نفی نہیں کر رہا ہے بلکہ ادراک اور احاطے کی اس حدیث مبارک کی تائید آیت کریمہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى (آنکھ نہ کسی کی طرف پھری نہ حد سے بڑھی) فرما رہی ہے۔ رب نے پوچھا کہ وہ کون سے اعمال ہیں جنہیں لے جانے اور بارگاہ الہی میں پیش کرنے میں فرشتے جھگڑتے ہیں، وہ کہتا ہے۔ میں لے جاؤں اور یہ کہتا ہے کہ میں لے جاؤں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ہاتھ میری پشت پر رکھا اور اس کا فیضان میرے سینے اور دل

پر پہنچا۔

ملا علی قاری حنفی مرقات میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضور ﷺ کے وسعت علم کی کھلی دلیل ہے۔ رب نے حضور ﷺ کو ساتوں آسمان بلکہ اوپر کی تمام چیزوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے نیچے کے ذرہ ذرہ اور قطرے قطرے بلکہ مچھلی وغیرہ سب کا علم کئی عطا فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمام کئی و جزئی علوم کا عطا

فرماتا ہے۔

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو گذشتہ 'موجودہ اور تا قیامت ہونے والی ہر چیز کا علم دیا۔ کیونکہ زمین پر لوگوں کے اعمال اور آسمان پر ان اعمال کے لئے فرشتوں کے یہ جھگڑے تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ جنہیں حضور ﷺ آج آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس حدیث کی تائید قرآن پاک کی بہت سی آیات کر رہی ہیں۔ جن آیات میں علم کی نفی ہے وہاں ذاتی علم مراد ہے اور یہ علوم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔

حضور ﷺ نے آیت کریمہ تلاوت فرما کر یہ بتایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیوں کو ملکوت دکھائے ایسے ہی مجھے بھی دکھائے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت حضور ﷺ کو صرف مسئلے ہی نہیں بتائے گئے تھے بلکہ ساری خدائی دکھائی گئی تھی۔ ورنہ حضور ﷺ اس آیت سے دلیل نہ پکڑتے، واضح رہے کہ حقیقی ملک اللہ ہی کا ہے۔ لیکن مجازاً بندے بھی مالک ہیں مگر ملکوت خدا کے سوا کسی کا نہیں۔ ملکوت دنیا و ما فیہا مِنَ الْعَبَّائِبِ وَالْغَرَائِبِ پر بولا جاتا ہے یعنی زمین و آسمان کے ہر ذرے کا حقیقی مالک و خالق اللہ ہی ہے۔

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۵۸

حضرت بلالؓ کا حضور ﷺ کے وضو کا پانی پینا

اور جماعت کے آگے سے گزرنے کا حکم

عَنْ أَبِي جَحِيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِأَلَا بَطِيْحٍ فِي قُبَّةِ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ وَرَ
 آيْتُ بِلَا لَا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ فَمَنْ
 أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ
 بَلَلٍ يَدِ صَا حِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَا لَا أَخَذَ عَنزَةً فَرَكَزَهَا وَ
 خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءِ
 مُشَمِّرًا صَلَّى إِلَى الْعَنزَةِ بِالنَّاسِ رَكَعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ
 النَّاسَ وَالذَّوَابَّ يَمْرُوْنَ بَيْنَ يَدَيْ الْعَنزَةِ مُتَّفَقًا عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب السّترۃ)

ترجمہ :-

حضرت ابی جحیفہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مکہ کے
 ابطح مقام میں چمڑے کے سرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے حضور ﷺ
 کے وضو کا پانی لیا اور لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں جس نے اس میں سے کچھ
 پالیا تو اسے مل گیا، اور جس نے نہ پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری لے لی۔ پھر

میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک نیزہ لیا اور اسے گاڑ دیا اور نبی کریم ﷺ سرخ جوڑے میں دامن سمیٹے تشریف لائے نیزے کی طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دور کعتیں پڑھائیں اور میں نے لوگوں اور جانوروں کو نیزے کے آگے سے گزرتے دیکھا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح :-

حدیث پاک کے راوی ابو حنیفہؓ کا نام وہب ابن عبد اللہ عامری ہے۔ آپ بہت نو عمر صحابی ہیں حضور ﷺ کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے۔ ۳۷ھ کوفہ میں وصال ہوا۔ مکہ شریف کا مقام ابطح جنت معلیٰ سے آگے منیٰ کی جانب ہے جسے وادی مَحْصَبُ و بَطْحَا بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسی نسبت سے حضور ﷺ کو اَبْطَحِی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ابطح کے معنی ہیں بحری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آ جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے خیمہ میں وضو کیا، غسل ایک لگن میں گرا، حضرت بلالؓ وہ پانی کا لگن باہر صحابہؓ کے پاس لائے تاکہ صحابہؓ اس سے برکتیں حاصل کر لیں۔ صحابہ کرامؓ اس غسل شریف پر ٹوٹ پڑے لوگ پانی حاصل کرنے اور برکت لینے کے لئے دوڑ رہے تھے کیونکہ وہ پانی حضور ﷺ کے اعضاء مبارک سے لگ کر نورانی بھی ہو گیا اور نور گر بھی۔ پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ کو مہکا دیتی ہے۔ حضور ﷺ کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح و ایمان مہکا دے گا۔

جس کو پانی مل گیا اس نے جسم پر مل لیا جسے نہ ملا اس نے تری لی اور اسے اپنے سر اور

(مرأت)

منہ پر مل لیا۔

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ حضرت ابو طییبؓ نے حضور ﷺ کا فصد کیا اور خون نکال کر

بجائے پھینکنے کے پی لیا۔

یاد رہے ہمارا فضلہ وضو کا پانی پینے کے قابل نہیں کیونکہ وہ ہمارے گناہ لے کر نکلا ہے۔
حضور ﷺ کا غسل متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔ بعض مرید اپنے مشائخ کا جھوٹا پانی تعظیم
سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضور ﷺ کے سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے
کیونکہ یہ تو مرد کے لئے منع ہے۔ بلکہ سرخ خطوط سے مخطط کپڑا مراد ہے یا سرخ سوت سے بنا ہوا
کپڑا۔

آپ ﷺ نے فجر یا ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں کیونکہ آپ ﷺ مسافر تھے غالباً یہ
واقع حجتہ الوداع یا سمرۃ القضاء کا ہے۔

راوی کا کہنا کہ سترہ سے آگے لوگوں اور جانوروں کو گزرتے دیکھا۔ امام کا سترہ ساری
جماعت کا سترہ ہوتا ہے۔ اس سے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ لہذا جب جماعت ہو رہی ہو تو
مقتدیوں کے آگے سے گزرنا بالکل جائز ہے۔ اور اس میں گناہ نہیں ہے اس لئے جب اگلی صف
میں جگہ خالی ہو تو پچھلی صف کے آگے سے گزر کر اگلی صف میں جانا بالکل جائز ہے۔ (مرآت)
شراح بخاری فرماتے ہیں کہ علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ بزرگان دین کے جسم سے جو
چیز لگ جائے اس سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے وضو کے پانی کو
متبرک سمجھ کر ہی اپنے جسموں پر مل لیا اور حضور ﷺ نے منع نہ فرمایا۔ (فیوض الباری)

واضح رہے کہ امام اعظم کے نزدیک وضو کا غسل نجس یا پلید ہے۔ اس سے مراد عام
لوگوں کے وضو کا غسل ہے۔ حضور ﷺ کے وضو کرنے سے جو پانی گرتا ہے وہ امام صاحب کے

نزدیک پاکیزہ اور پاکیزہ کرنے والا ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کے فضلاتِ کریمہ پاک ہیں۔ بزاز، حاکم، بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم میں ہے کہ صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت نے حضور ﷺ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، جن میں ابو طیبہؓ، عبداللہ ابن زبیرؓ اور حضرت علیؓ شامل ہیں۔ نیز حاکم، دارقطنی اور ابو نعیم میں ہے کہ امّ ایمنؓ نے حضور ﷺ کا پیشاب پی لیا تھا۔ چنانچہ امّ ایمنؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو اٹھ کر گھر کی جانب رکھے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا۔ پھر میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی میں نے پیشاب کو پی لیا صبح میں نے حضور ﷺ کو رات کا واقعہ بتلادیا آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا اس کے بعد تمہیں کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

(شرح مسلم از علامہ سعیدی)

حدیث نمبر :- ۵۹

حضرت معاذؓ کو حضور ﷺ کا تنبیہ کرنا کہ نماز ہلکی پڑھائے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّيُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ
ثُمَّ يَأْتِي فَيَوْمٌ قَوْمَهُ فَصَلَّى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعِشَاءِ ثُمَّ
أَتَى قَوْمَهُ فَأَمَّهُمْ فَأَفْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَأَنْحَرَفَ رَجُلٌ
فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى وَحْدَهُ وَانْصَرَفَ فَقَالُوا لَهُ أَنَا فَقَتَ يَا
فُلَانُ قَالَ لَا وَاللَّهِ وَلَا تَيْنَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَلَا خَيْرَ نَهْ

فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا أَصْحَابُ
 نَوَاضِحٍ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَإِنَّ مَعَاذًا صَلَّى مَعَكَ الْعِشَاءِ
 ثُمَّ أَتَى قَوْمَهُ فَافْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَعَاذٍ فَقَالَ يَا مَعَاذُ افْتَانًا
 أَنْتَ إِقْرَأِ وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى وَسَبِّحِ
 اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَإِذَا لَسَّمَاءُ انْقَطَرَتْ وَ سُورَةُ انشِقَاقِ
 وَالْبُرُوجِ وَالطَّارِقِ مَتَّقْ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ)

ترجمہ :-

حضرت جابرؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر آ کر اپنی قوم کی امامت کرتے۔ ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشاء پڑھی 'پھر اپنی قوم میں آئے ان کے امام بنے اور سورۃ بقرہ شروع کر دی ' تو ایک شخص پھر گیا کہ اس نے سلام پھیر کر اکیلے نماز پڑھی اور چلا گیا۔ لوگوں نے کہا اے فلاں کیا تو منافق ہو گیا ہے ؟ بولا نہیں۔ رب کی قسم میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جاؤنگا اور آپ ﷺ کو یہ خبر دوںگا۔ پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ اونٹ والے ہیں دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ

نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے۔ سورۃ بقرہ شروع کر دی، تب حضور رسول کریم ﷺ حضرت معاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذؓ! کیا تم فتنہ گر ہو؟ وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ' وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ' اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ وَإِذَا لَسَمَاءُ انْفَطَرَتْ ' و سورۃ انشقاق والبروج والطارق پڑھا کرو۔

(بخاری و مسلم)

تشریح :-

ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاذؓ حضور ﷺ کے ساتھ نفل پڑھ لیتے تھے، پھر اپنی قوم میں آ کر انہیں فرض پڑھاتے تھے۔ کیونکہ یہاں یہ ذکر نہیں کہ آپؐ پہلے فرض پڑھ لیتے تھے اور بعد میں نفل۔ نیز یہ فعل حضرت معاذؓ کا ہے اور راوی حضرت جابرؓ ہیں، اور کسی کی نیت صرف اندازے سے معلوم نہیں ہو سکتی اور اگر معاذؓ حضور ﷺ کے ساتھ فرض ہی پڑھتے ہوں اور قوم کے ساتھ بھی فرض ہی پڑھتے تھے اور یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب ایک فرض دو بار پڑھے جاتے تھے۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک فرض دو بار پڑھنے سے منع کیا گیا۔ اور اگر آپؐ حضور ﷺ کے پیچھے فرض ہی پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کے ساتھ نفل تو یہ آپؐ کا اجتہاد ہی عمل ہے۔ جس کی حضور ﷺ کو اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ اطلاع ہونے پر حضور ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ چنانچہ حضرت امام احمدؒ نے حضرت سلیم سلمیٰ سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں حضرت معاذؓ کا یہ واقعہ پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے معاذؓ تم فتنہ گر نہ بنو یا تو میرے ہی ساتھ نماز پڑھا کرو یا اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھایا کرو۔ بہر حال یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں اور اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفل والے کے پیچھے فرض

والے کی نماز جائز ہو ، لیکن خیال رہے کہ فرض والے کے پیچھے نفل والے کی نماز جائز ہے۔ نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ترمذی ، ابوداؤد اور احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”الْإِمَامُ ضَامِنٌ“ امام ضامن ہے یعنی مقتدی کی نماز کے ضمن میں ہے اور ظاہر ہے کہ فرض نفل کو اپنے ضمن میں لے سکتا ہے نہ کہ نفل فرض کو۔

(لمعات)

ایک صاحب نے جماعت سے نماز شروع کی مگر جب حضرت معاذ نے سورۃ بقرہ شروع کی تو وہ سمجھ گئے کہ آپ پوری سورۃ پڑھیں گے تو وہ نماز توڑ کر جماعت سے نکل گئے اور علیحدہ فرض پڑھ کر چلے گئے۔ یہ صاحب خرام ابن ابی کعب انصاری ہیں۔

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت اولیٰ کے وقت جماعت سے علیحدہ رہنا منافقت کی علامت ہے۔ خواہ نماز علیحدہ پڑھے خواہ الگ بیٹھا رہے۔ دوسرا یہ کہ مقتدیوں پر امام کا احترام لازم ہے۔ یعنی حتی الامکان ان پر زبان طعن دراز نہ کریں۔ دیکھو حضرت خرام اور دوسرے صحابہؓ سے لڑائی شروع نہ کر دی بلکہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں شکایت پیش کی۔ حضور ﷺ نے انہیں سمجھایا۔

تیسرا یہ کہ امام مسجد کی شکایت سلطان اسلام یا قاضی اسلام سے کر سکتے ہیں کہ امام کو سمجھا بھجادیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں سنت صحابہؓ سے ثابت ہے۔

نَوَاضِحٌ نَوَاضِحَةٌ کی جمع ہے ناضحہ وہ اونٹنی ہے جو کھیتوں کو پانی دے خواہ اس طرح کہ رہٹ چلائے یا اس طرح کہ دور سے پانی لا کر لایا جائے اور کھیتوں میں پھینکا جائے ، شکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم لوگ دن بھر کام کاج کے باعث تھک جاتے ہیں ، رات کو

لمبی قرأت سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔

ظاہر یہ ہے کہ شکایت حضرت معاذؓ کی موجودگی میں ہوئی اور اگر ان کے پس پشت ہوئی تو غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے جیسے استاد سے بعض شاگردوں کی شکایت کرنا۔ حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو فرمایا کہ چونکہ تمہارے پیچھے کاروباری لوگ بھی ہوتے ہیں اور محنت مزدوری کرنے والے بھی لہذا انہیں نماز مختصر پڑھایا کرو اس واقعہ سے ذیل کے چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱- مقتدی بوقت ضرورت نماز توڑ سکتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ان صاحب پر نماز توڑنے کی وجہ سے عتاب نہ فرمایا۔ یہ بھی نہ فرمایا کہ تم نے وہ نماز پڑھ لی ہوتی، پھر مجھ سے شکایت کی ہوتی۔

۲- نماز توڑنا ہو تو پھر سلام پھیر دے کہ یہ سلام اگرچہ بے وقت ہے مگر اسے نماز سے خارج کر دے گا اور اگر یونہی بغیر سلام نماز سے پھر جاوے تب بھی درست ہے۔

۳- امام پر لازم ہے کہ مقتدیوں کے حالات کا خیال رکھے تاکہ لوگ جماعت سے بدول نہ ہو جائیں۔

خیال رہے کہ یہاں حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو خلاف ترتیب سورتیں پڑھنے کی اجازت نہیں دی بلکہ بطور مثال ان سورتوں کا ذکر فرمایا کہ ان جیسی سورتیں اور آیتیں پڑھ لیا کرو۔

(مرأت)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا کہ میں صرف اس وجہ سے فجر کی نماز میں پیچھے رہتا ہوں کہ فلاں صاحب ہم

پر نماز کو لمبا کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ غصہ ہوئے اور پھر فرمایا اے لوگو تم میں سے بعض لوگوں کو دین سے متنفر کرنے والے ہیں پس جو کوئی امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ اس کے پیچھے ضعیف بوڑھے اور کام کاج والے ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کا خیال رکھے تاکہ ضعیف بیمار اور حاجتمندوں کو تکلیف نہ ہو۔ لیکن یہ مطلب نہیں کہ غیر مسنون طریقہ سے نماز پڑھائے۔ حضور ﷺ مقتدیوں کے خیال سے چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے مگر رکوع و سجود، قومہ و جلسہ اطمینان سے ادا فرماتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کی نماز مختصر ہوتی مگر مکمل ہوتی۔

(فیوض الباری شرح بخاری)

حدیث نمبر :- ۶۰

حضرت ربیعہؓ کو حضور ﷺ کا حکم کہ مانگ جو مانگنا ہے
 عَنْ رَبِيعَةَ ابْنِ كَعْبٍ رَضِيَ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَيْتُهُ بِوَضُوءٍ هِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ
 لِي سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مَرِافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوْ
 غَيْرَ ذَالِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّي عَلٰى تَفْسِيكَ
 بِكَثْرَةِ السُّجُودِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب السجود و فضلہ)

ترجمہ :-

حضرت ربیعہ ابن کعبؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا تو میں آپ ﷺ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا 'مجھ سے فرمایا کچھ مانگ لو۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی 'میں نے عرض کیا بس یہی۔ فرمایا اپنی ذات پر زیادہ سجدوں سے میری مدد کرو۔ (مسلم)

تشریح :-

حدیث شریف کے راوی حضرت ربیعہؓ کی کنیت ابو فراس ہے 'اسلمی ہیں۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ پرانے صحابی ہیں۔ سفر و حضر کے حضور ﷺ کے خاص خادم ہیں۔ ۶۳ ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ سفر میں رات کی خدمت خصوصیت سے میرے سپرد تھی اور اگر گھر مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ رات بھر آپ ﷺ کے دروازے پر موجود رہتے۔ اگر حضور ﷺ کو خدمت کی ضرورت ہوتی تو بجالاتے۔ ایک رات حسب معمول تہجد کے وقت وضو کا پانی 'مسواک اور مصلیٰ لے کر خدمت میں حاضر ہوا بعض نسخوں میں اتیہ ہے یعنی لایا کرتا تھا۔

ایک راز نانِ کریمی کی جلوہ گری ہوئی اور دریائے رحمت جوش میں آ گیا مجھے

انعام دینے کا ارادہ فرمایا۔

اس جگہ صاحبِ مرقات اور صاحبِ لمعات فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ فلاں چیز مانگو۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ باذنِ الہی اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں۔ دین و دنیا کی جو نعمت جسے چاہیں دیں۔ بلکہ حضور ﷺ احکامِ شرعیہ کے بھی مالک ہیں۔ جس پر جو احکام چاہیں نافذ کریں۔ مثلاً حضرت خذیمہ ابن ثابتؓ کی گواہی دو گواہوں کی مثل قرار دی (بخاری) اُمّ عطیہؓ کو ایک مرتبہ نوحہ (نوحہ بلند آواز سے رونے کو کہتے ہیں) کی اجازت فرمائی (مسلم) ابی بردہ ابن نیازؓ کو چھ ماہ کی بکری کی قربانی کی اجازت فرمائی۔ اللہ نے جنت کی زمین کا آپ ﷺ کو مالک بنا دیا جسے چاہیں دیں۔ (مرقات)

حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا کہ مجھے آپ ﷺ جنت میں اپنے ساتھ رکھیں جیسے بادشاہ شاہی قلعہ میں اپنے خادموں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں خیال رہے کہ حضرت ربیعہؓ نے اس جگہ حضور ﷺ سے صرف جنت ہی طلب نہ کی بلکہ حسبِ ذیل چیزیں مانگیں۔

- ۱- زندگی میں ایمان پر استقامت
- ۲- نیکیوں کی توفیق
- ۳- گناہوں سے کنارہ کشی
- ۴- مرتے وقت ایمان پر خاتمہ
- ۵- قبر کے حساب میں کامیابی
- ۶- جہنم میں اعمال کی قبولیت
- ۷- پلِ صراط سے بخیریت گزر
- ۸- جنت میں رب کا فضل
- ۹- جنت میں بلند مرتبہ بلکہ

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات

مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں
یہ مذکورہ تمام چیزیں صحابی نے حضور ﷺ سے مانگیں اور حضور ﷺ نے عنایت
فرمادیں۔ لہذا ہم بھی حضور ﷺ سے ایمان، مال، اولاد، عزت اور جنت سب کچھ مانگ
سکتے ہیں۔ یہ مانگنا سبت صحابہؓ ہے۔ حضور ﷺ کے لنگر سے یہ سب کچھ قیامت تک بٹتا رہے گا
۔ اور ہم بھکاری لیتے رہیں گے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعہؓ نے حضور سے حضور
ﷺ کو ہی مانگا۔ مگر چونکہ حضرت ﷺ جنت میں ہی ملیں گے لہذا جنت کا بھی ذکر کر دیا۔
سرکار ﷺ نے گویا صحابی کو فرمایا کہ تمہاری یہ درخواست منظور ہے، کچھ اور بھی
چاہتے ہو۔ عرض کیا ”جب چمن الہی کا پھول مل گیا تو پتوں کی کیا ضرورت ہے“ کسی نے کیا
اچھا کہا ہے۔

ہے جہانے مختصر خواہم کہ آنجا
ہمیں جائے من و جائے تو باشد

ترجمہ = میں ایک مختصر جہاں چاہتا ہوں، یہی کہ ایک میری اور ایک تیری جگہ ہو۔
سرکار ﷺ نے فرمایا جنت میں تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچانا میرے کرم سے ہے، نہ کہ
مخض تمہارے سجدوں سے تم اپنے سجدوں سے مجھے اس کام میں امداد دو۔ علیٰ نفسک
فرما کر اشارتاً فرمایا گیا کہ نفس کی مخالفت جنت کا ذریعہ ہے۔ (مرقات)
کثرتِ سجد سے بتایا گیا کہ فقط نماز پنجگانہ پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل کثرت سے پڑھو
تا کہ میرے قرب کے لائق ہو جاؤ۔ جیسے بادشاہ کہے کہ میرے پاس آنا ہے تو اچھا لباس پہنو،
حاضری بادشاہ کے کرم سے ہے اور اچھا لباس دربار کے آداب میں سے ہے۔

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں (مرآت)

اس جگہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں - (فارسی

عبارت کچھ اس طرح سے ہے)

”وازاطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نکرد۔ بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست

ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد ہر کرخواہد باذن پروردگار خود بدہد“

ترجمہ = آپ ﷺ نے سوال کے مطلق ہونے کے بارے میں فرمایا کہ پوچھ

اور پوچھ کچھ کو کسی مقصود سے مخصوص نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کام آپ ﷺ کی

ہمت اور کرامت کے ہاتھوں میں ہیں۔ آپ ﷺ جو چاہتے ہیں اور جس کسی کے لئے چاہتے

ہیں اپنے رب کے حکم سے دیتے ہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا

وَمِنْ عِلْمِكَ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

ترجمہ = کیونکہ دنیا اور اس کی سوکن (آخرت) آپ کی سخاوت میں سے ہیں۔ اور

لوح اور قلم کے علوم آپ کے علوم میں سے ہیں۔

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری

بدرگاہش بیاؤ ہر چہ می خواہی تمنا کن

ترجمہ = اگر تجھے دنیا اور آخرت کی خیریت کی خواہش ہے تو آپ ﷺ کی درگاہ

میں آجا۔ جو چیز بھی چاہتا ہے اس کی آرزو کر (مانگ لے) (اشعۃ)

حدیث نمبر :- ۶۱

اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا قُبُورِي عِيْدًا وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

(مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی و فضلها)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اپنے گھروں کو قبور نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجا کرو کہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔

(نسائی)

تشریح :-

یعنی گھروں میں مردے دفن نہ کرو، باہر جنگل میں دفن کرو۔ اپنے گھر میں دفن ہونا حضور ﷺ کی خصوصیت ہے یا اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح اللہ کے ذکر سے خالی مت رکھو بلکہ فرائض مسجدوں میں ادا کرو اور نوافل گھر میں۔

جس طرح عید گاہ میں سال میں صرف دو بار جاتے ہیں ایسے میرے مزار پر نہ آؤ۔

بلکہ اکثر حاضری دیا کرو یا جیسے عید کے دن کھیل کود کے لئے میلوں میں جاتے ہو ایسے تم ہمارے روضہ پر بے ادبی سے نہ آیا کرو بلکہ با ادب رہا کرو۔

فرمانِ عالی کہ ”تم جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے“ یہاں صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ ارواحِ قدسیہ بدن سے نکل کر ملائکہ کی طرح ہو جاتی ہیں کہ وہ سارے عالم کو کفِ دست کی طرح دیکھتی ہیں اور ان کے لئے کوئی شے حجاب نہیں رہتی۔ اسی طرح اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اسی کی مثل بیان فرمایا ہے۔

لہذا اس حدیث مبارک کے معنی یہ ہوئے کہ تم جہاں بھی رہو تمہارے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ جب آج کل بجلی کی طاقت سے وائرلیس اور ریڈیو کے ذریعے ہزاروں میل کی آواز سن لی جاتی ہے یا جس طرح آج ڈش انٹینا کے ذریعے پوری دنیا کی معلومات نہ صرف سنی جاسکتی ہیں بلکہ آنکھوں کے سامنے موجود نظر آتی ہیں۔ تو اگر طاقتِ نبوت سے درود کی آواز سن لی جائے تو کیا بعید ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صد ہا میل سے پیراہن حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پائی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی حالانکہ آج تک کوئی طاقت چیونٹی کی آواز نہ سن سکی۔ معلوم ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ جو سید الانبیاء ہیں جن کی خاطر کائنات معرضِ وجود میں آئی اور آپ ﷺ درود خوانوں کی آواز ضرور سنتے ہیں۔

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۶۲

دو شخصیتوں کے لئے حضور ﷺ کی بددعا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ رَغِمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلْهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الصلوة علی النبی ﷺ وفضلها)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ناک گرد آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اس کی ناک گرد آلود ہو جس پر رمضان آئے اور پھر اس کی بخشش سے پہلے گزر جائے۔ اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے اس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک بڑھا پاپائے اور اسے جنت میں نہ پہنچائیں۔

(ترمذی)

تشریح :-

یعنی ایسا مسلمان ذلیل و خوار ہو جائے جو میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔ عربی میں اس بددعا سے مراد اظہار ناراضگی ہوتا ہے۔ حقیقتاً بددعا مراد نہیں ہوتی۔ اس حدیث پاک کی بنا پر

بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگر چند بار حضور ﷺ کا نام شریف آئے تو ہر بار دُرد شریف پڑھنا واجب ہے۔ مگر یہ استدلال کمزور سا ہے کیونکہ رِغْمِ انْفِ ہلکا کلمہ ہے۔ جس سے دُرد کا استحباب (یعنی مستحب ہونا) ثابت ہو سکتا ہے۔ نہ کہ وجوب 'مطلب یہ ہے کہ جو بلا محنت دس رحمتیں 'دس درجے' دس معافیاں حاصل نہ کرے بڑا بے وقوف ہے۔

وہ مسلمان بھی ذلیل و خوار ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کا احترام اور عبادت کر کے گناہ نہ بخشوائے 'یونہی وہ بھی خوار ہو۔ جس نے جوانی میں والدین کا بڑھا پاپا پھر ان کی خدمت کر کے جنتی نہ ہوا۔ بڑھاپے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ بڑھاپے میں اولاد کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت کی دُعا اولاد کا بیڑا پار کر دیتی ہے۔ خیال رہے کہ تینوں چیزیں صرف مسلمان کے لئے ہی ہیں۔ کافر کسی نیکی سے جنتی نہیں ہو سکتا۔ ہاں بعض نیکیوں کی وجہ سے اسے ایمان لانے کی توفیق مل جاتی ہے اور بعض کی برکت سے اس کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۶۳

صبح کی نماز سفیدی میں پڑھنے کا اجر عظیم

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ اعْظَمُ لِالْأَجْرِ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ وَالنِّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالبَيْهَقِيُّ وَابْنُ حَبَّانَ وَطَبْرَانِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا

حَدِيثُ صَحِيحٌ -

ترجمہ :-

حضرت رافع بن خدیجؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز فجر اجالا (روشنی) کر کے پڑھو کہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔

(نسائی، ابن ماجہ، بیہقی، ابن حبان، ابوداؤد، طبرانی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے)

تشریح :-

ہر زمانہ اور ہر موسم میں مستحب یہ ہے کہ نماز فجر خوب روشنی ہو جانے پر پڑھی جائے، اس ضمن میں بہت احادیث شہد ہیں - نیز حنفیوں کے نزدیک بھی بہتر یہی ہے کہ نماز فجر خوب روشنی میں پڑھی جائے۔

مذکورہ حدیث شریف میں اجالا کرنے سے مراد خوب روشنی پھیل جانا مراد ہے۔ ابوداؤد، ابن ابی شیبہ اور طبرانی وغیرہ نے رافع بن خدیجؓ سے ہی ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اے بلال! نماز صبح میں اجالا کر لیا کرو۔ یہاں تک کہ لوگ اجالے کی وجہ سے اپنے پھینکے ہوئے تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیا کریں۔ اجالا سے مراد خوب روشنی ہے اسی طرح دیلمیؓ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَوَّرَ بِالْفَجْرِ نَوَّرَ اللَّهُ فِي قَبْرِهِ وَقَلْبِهِ وَقِيلَ فِي صَلَوَاتِهِ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو نماز فجر روشنی میں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور اس

کے دل میں روشنی کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی نماز میں روشنی کرے (افقہ کی کتاب نُورُ الْاِيضَاعِ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ فجر طلوع آفتاب سے بیس منٹ پہلے ادا کرنا مستحب ہے۔ نیز ہدایہ اولین نے بھی اسفار کی حدیث نقل کی ہے۔
طحاوی شریف میں حضرت علی ابن ربیعہ سے روایت کی قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ يَا قَنْبَرُ اَسْفِرْ اَسْفِرْ (فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ فرماتے تھے اے قنبر! اجالا کرو! اجالا کرو) معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ خوب روشنی میں نماز فجر پڑھتے تھے۔

حضرت مفتی احمد یار نعیمیؒ نے جاء الحق میں 129 احادیث نقل فرمائی ہیں جن سے نماز فجر کا اسفار کرنا ثابت ہوتا ہے۔

بہر حال معلوم ہوا کہ اجالے میں فجر پڑھنا سنت رسول اللہ ﷺ سنت صحابہؓ اور صحابہ کرامؓ کا اتفاقی عمل ہے۔

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چند وجوہات ذیل کی وجہ سے فجر نماز اجالے میں پڑھی جائے۔

- ۱۔ فجر کے لغوی معنی اجالا اور روشنی کے ہیں لہذا نماز فجر اجالے میں پڑھنے سے نام کام کے مطابق ہوگا۔ جبکہ غلّس (اندھیرے) میں پڑھنا نام کے مخالف ہوگا۔
- ۲۔ اجالے میں نماز پڑھنا زیادتی جماعت کا ذریعہ ہے کیونکہ اکثر مسلمان صبح کو دیر سے اٹھتے ہیں اگر جلدی بھی اٹھیں تو اس وقت بعض لوگ سنتوں کے بعد استغفار وغیرہ پڑھتے ہیں۔

۳- اول وقت فجر کی جماعت کر لینے سے بہت سے لوگ جماعت یا تکبیر اولیٰ سے رہ جاتے ہیں، جبکہ اجالے میں پڑھنے سے تمام نمازی شرکت کر سکتے ہیں۔

۴- جس چیز سے جماعت گھٹ جائے اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے، جو جماعت کی زیادتی کا سبب ہو وہ بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو دراز قرأت سے منع فرمایا کہ مقتدیوں پر بار ہوتی ہے۔

۵- اندھیرا جماعت کی کمی کا سبب ہے جبکہ اسفار جماعت کی زیادتی اور مسلمانوں کی آسانی کا ذریعہ۔ نیز اندھیرے میں مسلمانوں کو مسجد میں آنا بھی دشوار ہوگا۔

۶- کچھ لوگ فجر پڑھ کر اسی جگہ ذکر اذکار کرتے رہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے

کے بعد نماز اشراق پڑھتے ہیں ان کے لئے بھی فجر اجالے میں پڑھنا مفید ہے کیونکہ

اندھیرے میں پڑھنے سے ان کا زیادہ دیر با وضو اپنی جگہ بیٹھنا مشکل ہو جائے گا۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ

فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو دہنی کروٹ پر لیٹ جاتے۔

معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نماز تہجد کے بعد سنتیں پڑھ کر سو جاتے پھر دوبارہ

حضرت بلالؓ حاضر ہو کر نماز فجر کی اجازت طلب کر کے تکبیر پڑھتے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے

کہ آپ ﷺ فجر اجالے میں پڑھتے تھے۔ نبی کا سونا وضو نہیں توڑتا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو فجر جماعت سے

پڑھے پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے، پھر دو رکعتیں پڑھے تو اسے حج اور عمرے کا ثواب

(ترمذی)

ملے گا۔

فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق حج اور عمرے کا ثواب پانے کے لئے مناسب یہی ہے کہ فجر خوب اجالے میں پڑھی جائے۔

اکثر مشائخ عظام کا بھی یہی معمول دیکھا ہے کہ فجر اجالے میں ادا کرتے ہیں۔ خیال رہے فجر کا سارے کا سارا وقت افضل اصل ہے۔ اس میں کراہت نہیں۔

فصل الخطاب (سراج الہدیٰ حصہ اول) میں مسلم شریف کی روایت حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فجر ادا کر کے مصلے پر تشریف فرما رہتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھے رہنا سنت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اس پیاری سنت پر عمل اسی صورت آسان ہو سکتا ہے کہ فجر اجالے میں پڑھی جائے۔

فیوض الباری میں سید محمود احمد رضوی طحاوی کی حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے وَصَلَّى الصُّبْحِ حِينَ كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَطْلُعَ (صبح کی نماز اس وقت پڑھی کہ قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جائے)

نیز دوسری حدیث مسلم ترمذی طحاوی کی روایت ہے کہ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے اوقات نماز پوچھے تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ نماز پڑھو۔ تو آپ ﷺ نے نماز فجر پڑھی اور اسفار کیا۔ وَصَلَّى الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ۔

(فیوض الباری شرح بخاری)

ہاں اگر کوئی غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھتا ہے تو یہ بھی خلاف سنت نہیں یہ

وَاللَّهُ أَعْلَمُ

افضلیت میں بحث ہے۔

حدیث نمبر :- ۶۴

امام کو جماعت میں تخفیف کا حکم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدٌ كُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ السَّقِيمَ وَالضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَإِذَا صَلَّى أَحَدٌ كُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب ما علی الامام)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی کرے کہ ان میں بیمار، کمزور اور بوڑھے ہوتے ہیں اور جب اکیلا پڑھے تو جتنی چاہے دراز کرے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح :-

افسوس کہ اب عوام کے اماموں کا حال اس حدیث کے برعکس ہے کہ اکیلی نماز مختصر پڑھتے ہیں اور جماعت کی نماز بہت لمبی 'خدا ہدایت دے۔

حضرت قیس ابن حازمؒ سے روایت ہے ' فرماتے ہیں کہ مجھے ابو مسعودؓ نے خبر دی

کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم میں فلاں کی وجہ سے نماز فجر میں پیچھے رہتا ہوں کیونکہ وہ بہت دراز کرتے ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں غضبناک نہ دیکھا۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ نفرت والے ہیں۔ جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر کرے۔ کیونکہ ان میں کمزور بوڑھے اور کام کاج والے ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام کے قصور کی بناء پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو گنہگار وہ نہیں بلکہ امام ہے۔ نیز حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے نہ یہ غیبت ہے اور نہ امام سے سرتابی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم امام کی اصلاح کر سکتا ہے۔

حضرت عثمان ابن ابی العاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے جو آخری عہد لیا تھا وہ یہ تھا کہ جب تم کسی قوم کی امامت کرو تو انہیں ہلکی نماز پڑھاؤ۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو، فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے دل میں کچھ پاتا ہوں، فرمایا قریب آؤ، مجھے اپنے سامنے بٹھایا اپنا ہاتھ میرے سینے پر دو پستانوں کے درمیان رکھا پھر ہاتھ مبارک میری پیٹھ پر دو کندھوں کے درمیان رکھا، پھر فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو۔ جو کسی قوم کا امام ہو تو نماز ہلکی پڑھائے کہ ان میں کمزور، بوڑھے بیمار اور کام کاج والے ہیں اور جب کوئی نماز اکیلے پڑھے تو جیسے چاہے پڑھے (مسلم)

حضور ﷺ کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے حضرت عثمان ابن ابی العاصؓ کے دل کی ساری بیماریاں جاتی رہیں، جرأت و ہمت پیدا ہوئی تب یہ حکم دیا گیا، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک دافع البلاء، مشکل کشا ہے۔ کیوں نہ ہو جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کی بیماریاں دور کر سکتی ہے تو سید الانبیاء ﷺ کا ہاتھ بلکہ آپ ﷺ کا لعاب دہن آپ ﷺ کے تبرکات قلب و قالب کی تمام بیماریاں ایک آن میں دفع کر سکتے ہیں ان کے سہارے سے کمزور طاقتور ہو جاتے ہے اور کم ہمت دلیر۔

نسائی میں حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِاللَّتَّخْفِيفِ وَيُؤْمِنُنَا بِالصَّافَاتِ (نبی کریم ﷺ ہم کو ہلکی نماز کا حکم دیتے تھے اور خود صافات سے ہماری امامت کرتے تھے)

یعنی حضور ﷺ بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کی قرأت میں ایسی دلکشی اور جاذبیت تھی کہ صحابہ کرامؓ پر لمبی نماز بھی ہلکی ہوتی تھی اور ان حضرات پر ایسا فیضان ہوتا تھا کہ بیمار اپنی بیماری بھول جاتے تھے۔ کام کاج والے اپنی حاجات فراموش کر دیتے تھے اور کمزور طاقتور بن جاتے تھے لہذا حضور ﷺ کے احکام اور ہیں ہمارے اور۔ (مرأت)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ اس وقت صحابہ کرامؓ کے ذوق کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ ایک رکعت میں تمام عمر گزر جائے۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے وہ چہرہ دیکھا مبارک ہیں وہ کان جنہوں نے خدا بھائی آواز سنی۔ (مرقات)

خیال رہے اس حدیث مبارک میں عام حالات کا ذکر ہے ورنہ بعض خصوصی حالات میں حضور ﷺ نے نمازیں مختصر بھی پڑھائیں ہیں۔ (مرأت)

شراح بخاری سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں کہ جب کوئی اکیلا نماز پڑھے تو مرضی سے طول دے سکتا ہے مگر امامت میں سنت پر عمل کرتے ہوئے طوالت نہ کرے کہ لوگ اکتا جائیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ لمبی نماز پڑھانے پر تعزیر بالکل جائز ہے۔ اور جب دینی کاموں میں کوئی

منکر نظر آئے تو غضب کا اظہار بھی جائز ہے۔ (فیوض الباری)

شارح مسلم لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری حنفی نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی قرأت سے صحابہ کرام کو اس قدر کیف و سرور آتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری، بیماروں کو بیماری، حاجتمندوں کو حاجتیں بھول جاتی تھیں، ان کی آرزو ہوتی تھی کہ ہماری عمر قیامت تک ہو اور حضور ﷺ کے پیچھے ایک ہی رکعت میں عمر تمام ہو جائے۔

حاصل کلام یہ کہ مقتدیوں پر رعایت کرتے ہوئے قرأت کم کرنا نہ صرف جائز بلکہ سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ (شرح مسلم)

حدیث نمبر :- 60

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو حضور ﷺ کا حکم ذکرِ جہر و خفی کی تشریح
عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ يُصَلِّيُ يَخْفِضُ مِنْ
صَوْتِهِ وَمَرَّ بِعُمَرَ وَهُوَ يُصَلِّيُ رَافِعًا صَوْتَهُ قَالَ فَلَمَّا
اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَبَا
بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّيُ تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ قَدْ
أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ

بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 أَوْقِظْ الْوَسْطَانَ وَأَطْرِدْ الشَّيْطَانَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَا بَكْرٍ أَرْفَعُ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَ
 قَالَ لِعُمَرَ أَخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ
 رَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ
 (مشکوٰۃ باب صلوة الیل)

ترجمہ :-

حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور ابو بکر صدیقؓ تک پہنچے وہ نماز پڑھ رہے تھے بہت پست آواز سے اور حضرت عمر فاروقؓ پر گزرے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے بلند آواز سے۔ راوی فرماتے ہیں کہ جب یہ دونوں حضور ﷺ کے پاس جمع ہوئے تو فرمایا اے ابو بکر! ہم تم پر گزرے تو تم پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے؟ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس سے مناجات کر رہا تھا اسے سنا لیا۔ حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ ہم تم پر گزرے تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سوتوں کو جگاتا تھا اور شیطان کو بھگاتا تھا۔ فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے اے ابو بکر! تم اپنی آواز کچھ بلند کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا تم اپنی آواز کچھ پست کرو۔
 (ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی ہے)

تشریح :-

حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے شب کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ سلطان کارات میں گشت لگانا تا کہ رعایا کے حالات معلوم کرے سنت ہے۔ اسی طرح استاد و شیخ کا اپنے شاگردوں مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا مسنون ہے۔ اور حق یہ ہے کہ حضور ﷺ کی یہ گشت اب بھی جاری ہے۔ اپنی امت کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لئے دنیا میں گشت فرماتے ہیں۔ صوفیاء نے بعض دفعہ مشاہدہ بھی کیا ہے اور کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نماز تہجد میں قرأت نہایت آہستہ کر رہے تھے اور حضرت فاروق اعظمؓ خوب اونچی آواز میں قرأت کر رہے تھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ پر طریقت کا غلبہ ہے اور حضرت عمرؓ پر شریعت کا غلبہ ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ رب تعالیٰ کو سنانا مقصود تھا۔ وہ تو آہستہ آواز بھی سنتا ہے، اللہ فرماتا ہے۔
فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (اور اسے بھی جانتا ہے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے) پھر جہر کی کیا حاجت ہے۔

حضرت عمرؓ نے جو اباً عرض کیا کہ میں تہجد میں رب تعالیٰ کو سنانے کے علاوہ دو کام اور بھی کر رہا تھا، سوتوں کو جگانا، تاکہ میری آواز سن کر جاگ جائیں۔ اور وہ بھی تہجد پڑھ لیں۔ اور شیطان کو بھگانا کہ جہر کی برکت سے شیطان مجھے وسوسہ میں نہ ڈال سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اذان کی طرح قرآن کریم کی آواز سے بھی بھاگتا ہے۔ یہ حدیث شریف ذکر جہر کرنے والے صوفیاء کی بھی دلیل ہے۔ اور ذکر خفی کرنے والوں کی بھی دلیل ہے۔ دونوں اللہ کے پیارے

ہیں نیت سب کی اچھی ہے۔

خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا (کاموں میں بہتر میانہ روی کا کام ہے)

سرکارِ دو عالم ﷺ نے حکم فرمایا کہ نہ تو اتنی بلند قرأت کرو کہ دوسروں کو تکلیف ہونے لگے

آہستہ کہ بالکل پتہ ہی نہ لگے۔ دونوں صاحبِ درمیانی روش اختیار کرو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا (اور ڈھونڈ لو ان دونوں کے بیچ میں کوئی راستہ)

اے صدیقِ خالق کو سنانے کے ساتھ مخلوق کو اپنی قرأت سے فائدہ پہنچاؤ اور اے عمر

مخلوق پر کچھ نرمی کرتے ہوئے اپنے نفس پر بھی زیادہ مشقت نہ ڈالو۔ سبحان اللہ کیسی پیاری تعلیم

ہے۔

ابوداؤد کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو رات کھڑے ہو کر دس (۱۰) آیتیں پڑھے تو وہ غافلوں

میں نہ لکھا جائے گا۔ اور جو کھڑے ہو کر سو (۱۰۰) آیات پڑھے وہ مطیعوں میں سے لکھا جائے گا

اور جو کھڑے ہو کر ہزار (۱۰۰۰) آیات پڑھے تو وہ بہت ثواب والوں میں لکھا جائے گا۔

مقصد یہ ہے کہ جو تہجد کی ایک یا دو رکعت میں فاتحہ کے بعد دس آیات تلاوت کرے تو

اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ اس کا نام غافلوں کے رجسٹر میں نہ آئے گا۔ انشاء اللہ ذاکرین میں ہوگا۔ اسی

طرح ۱۰۰ آیات پڑھنے پر اس کا شمار ان نیک بختوں کے زمرہ میں ہوگا جنہوں نے ساری

زندگی اطاعتِ الہی میں گزار لی یا اللہ تعالیٰ اس عبادت کی برکت سے اسے اپنی فرمانبرداری اور

اطاعتِ گزار کی توفیق دے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس میں تہجد کی قید نہیں بلکہ نماز

ہنچگانہ یا خارج نماز بھی تلاوت کا یہی درجہ ہے۔ اسی لئے شاید اکثر اہل اللہ ایک پارہ روزانہ منزل

حدیث نمبر :- ۶۶

رات کے آخری حصہ میں نماز اور ذکر کی فضیلت

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب التحریص علی قیام اللیل)

ترجمہ :-

حضرت عمرو بن عبسہ " سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری رات کے وسط میں رب تعالیٰ اپنے بندے سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اگر تم یہ کر سکو کہ اس گھڑی اللہ کے ذاکرین میں سے بنو تو بن جاؤ۔ (ترمذی)

تشریح :-

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں رب کی رحمت اور

اس کی رضا بندے سے بہت قریب ہوتی ہے۔ یاد رہے یہاں قربت اوقات مراد ہے اور سجدے سے قرب احوال مراد ہے۔ لہذا یہ حدیث مبارک اس کے خلاف نہیں کہ سجدے میں رب بندے سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اگر بندہ اس وقت سجدے میں گرا ہو تو اسے وقت کا بھی قرب حاصل ہوگا اور حال کا بھی قرب حاصل ہوگا۔

(مرقات)

اس حدیث پاک میں خطاب حضرت عمر و ابن عباسؓ سے ہے اور ان کے ذریعے سے ہم سب لوگوں سے خطاب ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان عمر و ابن عباسؓ کے ایمان لانے کے وقت تھا۔ آپؐ بیت اللہ شریف میں حضور ﷺ کی نماز تہجد دیکھ کر فدا ہو گئے تھے اور اسی وقت ایمان لے آئے۔ آپؐ چوتھے مومن ہیں۔

سے دیوانہ کنی و ہر دو جہانش بخشی

دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

اپنا دیوانہ بناتا ہے اور اور دونوں جہاں بخش دیتا ہے۔ تیرے

دیوانے کو پھر دو جہانوں سے کیا واسطہ ہے ؟

ترجمہ = دیوانہ بنا کر دونوں جہاں دے دیتا ہے تیرا دیوانہ جہانوں کو کیا کرے گا۔

(اشعۃ اللمعات)

شرح سنہ میں ایک اور حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ روایت فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ پہلا وہ جو

رات میں نماز (تہجد) پڑھنے کھڑا ہو دوسری وہ قوم جو نماز میں صف باندھیں اور تیسری وہ قوم جو دشمن سے جنگ کی خاطر صف آرا ہو۔

حدیث پاک میں اشارتاً فرمایا گیا کہ تہجد پڑھنا چاہئے اور فرائض نماز و جہاد جماعت سے۔ چونکہ یہ کام اللہ کو پیارے ہیں لہذا اٹھنا بھی اللہ کو پیارا اور اٹھنے والے بھی پیارے۔ لہذا اس وقت جاگنا ضروریات سے فارغ ہونا وضو وغیرہ کرنا سبھی خدا کو پیارا ہے۔ حدیث شریف میں قیام سے مراد نماز تہجد کا قیام ہے۔ (مرأت)

بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر رات جب آخری تہائی ہوتی ہے تو ہمارا پروردگار دنیا کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دُعا کرے کہ میں قبول کروں، کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے عطا کروں، کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث شریف کے تحت صاحب لمعات فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کی رحمت آسمان دنیا کی طرف توجہ فرماتی ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ اترنے اور چڑھنے سے پاک ہے۔ (لمعات)

معلوم ہوا کہ رات دن سے افضل ہے کیونکہ قبولیت کی گھڑی ہفتے میں ایک دن یعنی جمعہ کو آتی ہے اور وہ بھی ہم سے چھپی ہوتی ہے۔ مگر رات میں روزانہ قبولیت کی ایک گھڑی نہیں بلکہ بہت سی ساعتیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو بھی اس وقت مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اگرچہ ہم براہِ راست نہیں سنتے لیکن جب حضور ﷺ نے یہ فرمان ہم تک پہنچا دیا تو گویا ہم نے سن ہی لیا۔
(مرآت)

حدیث نمبر :- ۶۷

رسول اللہ ﷺ کا رات کی نماز کی ترغیب دینا

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يَرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا أَعَدَّهَا اللَّهُ لِمَنْ الْأَنْ كَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّيَامَ وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ رَوَاهُ لُبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ وَفِي رَوَايَتِهِ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ -

(مشکوٰۃ باب التَّحْرِيزِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ)

ترجمہ :-

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ جنت میں ایسے درتچے ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دیکھا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ان لوگوں کے لئے بنائے ہیں جو گفتگو نرم کریں۔ کھانا کھلائیں اور مسلسل روزے رکھیں اور رات کو نماز پڑھیں جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔

بیہقی فی شعب الایمان اور ترمذی نے اس کی مثل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور ایک اور روایت میں ہے کہ جو اچھا کلام کرے

تشریح :-

جنت کے ان درپچوں کی دیواریں اور کواڑ ایسے صاف اور شفاف ہونگے کہ نگاہ کو نہیں روکتے، جس کا کچھ نمونہ دنیا میں شیشے کی دیواروں اور کواڑوں میں نظر آتا ہے۔ اس شفافی میں ان درپچوں کے حسن و خوبی کی طرف اشارہ ہے۔ وہ درتچے ان لوگوں کو عطا کئے جائیں گے جن میں یہ چار صفات جمع ہوں ہر مسلمان کا دوست یا دشمن سے نرمی سے بات کرنا لیکن کفار سے سخت کلامی بھی عبادت ہے۔

۱- فرمان باری تعالیٰ ہے اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ (کفار پر بہت سخت ہیں)

۲- دوسری صفت ہر خاص و عام کو کھانا کھلانا، اس میں مشائخ کے لنگروں کا ثبوت ہے، بعض بزرگوں کے ہاں چرندوں پرندوں کو بھی دانہ پانی دیا جاتا ہے۔ وہ طعام کو بہت عام کرتے ہیں۔

۳- تیسری صفت ہمیشہ روزے رکھنا سوائے ان پانچ دنوں کے کہ جن میں روزہ رکھنا حرام ہے یعنی یکم شوال اور ذی الحجہ کی دسویں تا تیرھویں تاریخ، یہ حدیث مبارک ان لوگوں کی دلیل ہے جو ہمیشہ روزے رکھتے ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں

ہر مہینہ میں مسلسل تین روزے رکھے۔ (ایام بیض)

۴۔ چوتھی صفت نماز تہجد چونکہ یہ ریاء سے دور کرتی ہے اور تمام نمازوں کی زینت ہے اس لئے اس کے پڑھنے والے کو مزین درتچے دئے جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ جو دو سجود کا اجتماع بہترین وصف ہے۔

شرفِ مردِ سجودِ است و کرامتِ بسجود

ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدش بہ ز وجود

ترجمہ = مرد کی شرافت سخاوت سے ہے اور بزرگی و عظمت سجدے کرنے سے ہے جس مرد میں یہ دونوں ہی نہ ہوں تو اس کا نہ ہونا ہی ہونے سے بہتر ہے۔

تہجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی برکت سے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے زمرے میں آجاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص رات میں اپنے گھر والوں کو جگائے پھر وہ دونوں یا ایک دو رکعتیں تہجد پڑھ لے تو وہ ذکر کرنے والوں یا ذکر کرنے والیوں میں لکھے جائیں گے۔

یہ حدیث مبارک اس آیت کی طرف اشارہ کرتی ہے وَالذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيْرًا
وَالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (اور اللہ کو بہت یاد کرنے
والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے)

صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعا کی قبولیت چاہتے ہو تو بددعائیں نہ لو۔ بعض علماء نے فرمایا

کہ سنن مؤکدہ سے نماز تہجد افضل ہے، کسی نے حضرت جنید بغدادیؒ کو بعد وفات خواب میں

دیکھا تو پوچھا حضرت کیا گزری؟ فرمایا عبادات ضائع ہو گئیں۔ اشارات فنا ہو گئے لیکن نماز تہجد کی چند کعتیں پڑھتا تھا وہ کام آگئیں۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ تہجد میں جنت کی لذتیں ہوتی ہیں۔ خصوصاً سجدوں کی طوالت

(اشعۃ)

میں۔

حدیث نمبر :- ۶۸

صبح بیدار ہوتے ہی ذکر اور اس کی قبولیت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي أَوْ قَالَ ثُمَّ دَعَا اسْتَجِيبَ لَهُ فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلَّى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مشکوٰۃ باب ما يقول اذا قام من الليل)

ترجمہ :-

حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات میں جاگے تو کہے (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں ' اسی کا ملک ہے اور اسی کی حمد ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ پاک ہے ' اللہ کی حمد ہے ' اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ بڑا ہے اللہ کے بغیر طاقت و قوت نہیں۔ پھر کہے اے میرے رب مجھے بخش دے یا فرمایا کہ پھر دُعا مانگے تو اس کی دُعا قبول ہوگی۔ پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

نوٹ :- ترجمہ صرف تشریح اور فہمائش کے لئے ہے بندہ صرف عربی الفاظ میں ادائیگی کرے تو بہتر ہے۔ عربی الفاظ حدیث شریف میں موجود ہیں۔

تشریح :-

لفظ تعار 'عرار سے بنا ہے یعنی ہلکی آواز چونکہ مسلمان جاگتے ہی کچھ ذکر الہی کرتا ہے اس لئے یہ لفظ جاگنے کے معنی میں استعمال ہوا۔ حدیث شریف میں ذکر کی گئی دُعا نماز تہجد کے لئے اٹھتے ہی پڑھنی چاہئے حقیقی ملک اللہ کا ہے مجازاً بندوں کا بھی ' مگر ملکوت خدا کے سوا کسی کا نہیں ہے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دُعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے خدا کی حمد کرے پھر حضور ﷺ پر دُعا بھیجے ' پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگے پھر دُعا مانگے ' انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ خصوصاً تہجد کے وقت کی دُعا تیر بہدف ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ

اللّمعات میں فرماتے ہیں کہ اس دُعا کا نام دُرَّهَمُ الْكَيْسِ یعنی تھیلی کی نقدی۔
 نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی آخر رات میں جاگ کر تہجد نہ بھی پڑھے مگر یہ دُعا مانگ
 لے تو انشاء اللہ فائدے میں رہے گا۔ معذور لوگ جو نماز تہجد نہیں پڑھ سکتے وہ یہ دُعا ضرور پڑھ لیا
 کریں۔ (مرآت)

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارا
 رب ہر رات کو آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، جس وقت کہ آخری رات کا تہائی حصہ باقی
 رہتا ہے، فرماتے ہیں کون ہے جو مجھے پکارے، میں اس کی پکار کو قبول کروں، کون ہے جو مجھ
 سے مانگے میں اس کو دوں، کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے پس میں اس کو بخشش دوں۔
 حدیث پاک سے واضح ہے کہ پچھلی رات دُعا استغفار قبولیت، عمومِ رحمت اور بے
 انداز بخشش کی گھڑی ہے اور اس وقت خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اللہ آسمان
 دنیا پر کیسے نزول فرماتا ہے اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ ان سوالات کے سمجھنے کے لئے تو ہم مکلف
 ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ متشابہات سے ہیں۔

(فیوض الباری)

حدیث پاک میں ذکر کی گئی دُعا حضور ﷺ نماز میں نہیں بلکہ بیدار ہونے پر نماز سے
 پہلے پڑھتے تھے۔ رات کو جاگنے کے بعد اگر اس دُعا کو پڑھا جائے اور کوئی چیز مانع نہ ہو تو یقیناً دُعا
 قبول ہوتی ہے۔ ابو عبد اللہ فریدی کہتے ہیں کہ میں نے جاگنے کے بعد اس دُعا کو پڑھا اور پھر سو گیا،
 ایک شخص نے خواب میں آکر کہا وَهْدَةٌ إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ (اور یہ راہ پانا ہے
 ستھری بات کا)
 (فیوض الباری)

حدیث نمبر :- 69

حضرت ابو ہریرہؓ کو تین باتوں کی نصیحت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثِ صِيَامٍ
ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكَعَتَيِ الضُّحَىٰ وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ
أَنْ أَنَامَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب الوتر)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ' فرماتے ہیں مجھے میرے محبوب نے تین چیزوں
کی وصیت کی ہر ماہ تین روزوں کی ' چاشت کی دو رکعتوں کی اور یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھا
کروں - (بخاری و مسلم)

تشریح :-

مہینہ کے شروع میں ایک روزہ ایک مہینہ کے درمیان میں اور ایک مہینہ کے آخر میں
یا ہر عشرہ کے شروع میں یا ہر مہینہ کی تیرھویں ' چودھویں اور پندرھویں کے روزے (ایام بیض)
یہ تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے -

حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو وتر سونے سے پہلے اس لئے پڑھنے کو فرمایا
کیونکہ آپؐ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی احادیث یاد کرتے تھے - دیر میں سوتے اس

لئے کہ تہجد کو اٹھنا مشکل ہوتا تھا۔ (مرقات و اشعۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلبہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں۔ طلباء کے لئے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے۔ یاد رہے بعض صحابہ کرام خصوصاً حضرت ابو ہریرہؓ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے تھے۔ اسی لئے اکثر روایات ان سے منسوب ہیں۔

حضور ﷺ نے کبھی عشاء کے وقت وتر پڑھ لئے اور کبھی عشاء پڑھ کر سوئے اور درمیانی رات جاگ کر تہجد وتر پڑھے۔ مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے۔ مسلمان جس پر عمل کرے سنت کا ثواب پائے گا۔ اگرچہ آخر رات میں وتر پڑھنا افضل ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اول شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ آخر شب میں پڑھتے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ تم احتیاط پر عمل کرتے ہو اور اے عمرؓ تم قوت و اجتہاد پر عمل کرتے ہو۔ یعنی دونوں کا عمل درست ہے۔

حضرت خارجہ بن حذافہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ اس نماز کو اللہ نے تمہارے لئے نماز عشاء و طلوع فجر کے درمیان رکھا ہے۔ یعنی پانچ نمازوں کے علاوہ نماز وتر اور دُعا جو ان نمازوں کا تمہ ہے اور تمہارے لئے دنیا کی تمام چیزوں حتیٰ کہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ اہل عرب سرخ اونٹ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہیں۔ نیز امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی وتر واجب ہیں۔ نماز وتر کی پہلی

رکعت میں سُورَةُ الْأَعْلَى (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) دوسری میں
قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھنا مستحب ہے۔

حدیث نمبر :- ۷۰

جمعہ کی فضیلت اور انبیاء کے جسم سلامت رہنا

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ
آدَمُ وَ فِيهِ قَبِضَ وَ فِيهِ النَّضْحَةُ وَ فِيهِ الصَّعَقَةُ فَأَكْثَرُوا
عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَوَاتِكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَوَاتُنَا عَلَيْكَ وَ
قَدْ أَرَمْتَ قَالَ يَقُولُونَ بَلَيْتَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ
لَأَرْضِ أَجْسَادِ الْأَنْبِيَاءِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ
وَ الدَّارِمِيُّ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ

(مشکوٰۃ باب الجمعة)

ترجمہ :-

حضرت اوس ابن اوسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن میں وفات پائی۔ اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بے ہوشی ہے۔ لہذا اس دن میں مجھ پر زیادہ دُرود پڑھو۔ کیونکہ تمہارے دُرود مجھ پر پیش ہوتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے دُرود آپ پر کیسے پیش ہونگے؟ آپ ﷺ تو رمیم (یعنی گلی ہڈی) ہو چکے ہوں گے۔ فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کر دئے ہیں۔

(ابوداؤد نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، دعوات کبیر)

تشریح :-

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس تاریخ یا جس دن میں کوئی اہم واقعہ ہو جائے وہ دن 'تاریخ قیامت تک اہم بن جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس دن اور تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرا یہ کہ ان میں عبادتیں زیادہ کی جائیں۔ میلاد شریف، گیارہویں شریف، معراج شریف اور عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے۔

جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے اور دُرود شریف دوسری عبادتوں سے افضل ہے۔ گویا فرمانِ عالی ہے کہ افضل دن میں افضل عبادت کرو۔ کیونکہ جمعہ کے دن کا دُرود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔ خیال رہے ہمیشہ ہی دُرود شریف حضور ﷺ پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی قبولیت اور پیشی ہوتی ہے۔

(مرقات)

صحابہ کرام کا سوال انکار کے لئے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لئے تھا۔ یعنی آپ

ﷺ کی وفات کے بعد ہمارے دُردوں کی پیشی صرف آپ ﷺ کی روح شریف پر ہوگی یا روح مع الجسم پر ہوگی؟ جیسے حضرت ذکریا علیہ السلام نے رب کی طرف سے بیٹے کی خوش خبری پا کر عرض کیا تھا 'اے خدا! میرے بیٹا کیسے ہوگا؟ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں جبکہ میری بیوی بانجھ ہے۔ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لئے تھا نہ کہ انکار تھا۔

اولاد کے اعمال والدین پر پیش ہوتے ہیں، مرید کے شیخ پر، لیکن یہ پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے اور وہ بھی صرف روح پر، لیکن حضور ﷺ پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر ہوتی ہے۔

(مرقات)

انبیاء کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں۔ چنانچہ وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وفات کے بعد چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی مگر آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے آپ کا گوشت کھایا۔ کوئی اور بیماری تھی، کیونکہ پیغمبر کا جسم کیڑا نہیں کھا سکتا۔ جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے۔ زندگی میں یہ امتحان کے طور پر ہو سکتا ہے۔ جیسے تلواریں جادو اور ڈنگ ان پر اثر کر دیتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ زندگی بھی دنیاوی، جسمانی اور حقیقی ہے۔ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں۔

(اشعتہ)

علامہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور فی احوال القبور میں فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں۔ لیکن نماز پڑھتے ہیں قرآن پاک

کی تلاوت اور ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں۔ (مرقات)

حدیث پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ اپنی حیات بیان فرما رہے ہیں، یعنی انبیاء بعد وفات زندہ ہی رہتے ہیں۔ فرمایا تمہارے درود مجھ پر جس طرح اب پیش ہو رہے ہیں اسی طرح پھر بھی پیش ہوتے رہیں گے۔ (مرآت)

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کی موت کو انتقال یا وفات کہتے ہیں اور موت کے دن کو عرس کہتے ہیں کیونکہ دولہا کی طرح یہاں سے وہاں منتقل ہوتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا فرمانا کہ مجھے خوف ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا جائے گا۔ ظاہر یہ ہے کہ وہاں بھیڑیے سے مراد خود ان کے بھائی ہیں ورنہ پیغمبر کے جسم کو مٹی اور جانور نہیں کھا سکتا۔ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

(مرقات)

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات بعد وفات مختلف وقتوں میں مختلف جگہ تشریف فرماتے ہوتے ہیں ' یہ عقلاً نقلاً ہر طرح ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا** (اے محبوب ﷺ اپنے سے پہلے انبیاء سے یہ مسئلہ پوچھو) معلوم ہو گا گذشتہ انبیاء کرام حضور ﷺ کے زمانہ میں زندہ ہیں کہ آپ ﷺ ان سے بات چیت اور سوال و جواب بھی کر سکتے ہیں۔ پس ثابت ہو گا کہ انبیاء کرام بعد وفات زندہ ہوتے ہیں بلکہ ان پر زندوں کے بعض احکام جاری ہوتے ہیں۔ ان کی بیویاں دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں۔ ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ پر ہر نمازی سلام کرتا ہے ہم کلمے میں پڑھتے ہیں

” مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ “ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو کہا جاتا ” کہ اللہ کے رسول تھے “ غرضیکہ حدیث پاک کی تائید قرآنی آیات سے بھی ہے اور دیگر عقلی و نقلی دلائل سے بھی۔ خیال رہے آیت کریمہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے)۔ اس حدیث پاک کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں موت سے مراد حسی موت ہے جس پر بعض موت کے احکام جاری ہو جاتے ہیں۔ جیسے غسل، کفن اور دفن وغیرہ اور یہاں زندگی سے مراد حقیقی زندگی ہے۔ نیز آیت مذکورہ میں روح کا جسم سے علیحدہ ہونا مراد ہے۔ اور یہاں زندگی سے مراد روح کا جسم میں تصرف کرنا ہے۔ جیسے ہماری سلطانی روح نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو زندہ رکھتی ہے یوں ہی ان کی مقامی روح بوقت وفات جسم سے نکل کر بھی زندگی باقی رکھتی ہے۔ اسی لئے آیت کریمہ میں حضور ﷺ کے لئے مَيِّتٌ اَلگ بولا گیا اور دوسروں کے لئے مَيِّتُونَ اَلگ۔

اگر حضور ﷺ کی وفات بھی دوسروں کی طرح ہوتی تو یوں فرمایا جاتا اِنَّكَ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ روح ہیں سارا عالم جسم ہے حضور ﷺ جڑ ہیں اور سارا عالم درخت۔ اگر حضور ﷺ فنا ہو گئے ہوتے تو عالم بھی ختم تھا۔ جیسے درخت کی سبز شاخیں جڑ کی زندگی کا پتہ دیتی ہیں اور جسم کی حس و حرکت روح کا پتہ دیتی ہے۔ ایسے ہی عالم کا قیام و بقا حضور ﷺ کی حیات کا پتہ دے رہا ہے۔ جسم کا سوکھا ہوا عضو اگر بے کار ہو جائے تو سڑتا گلتا نہیں کیونکہ ابھی روح سے وابستہ ہے اسی طرح ہم لے کاروں گنہگاروں بدکاروں اور سیاہ کاروں کا دامن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہے۔ اسی لئے عذاب الہی نہیں آتا۔ اگر حضور ﷺ ہم میں نہ رہے ہوتے تو ہماری بدکاریوں کے سبب ہم پر عذاب آ جانا چاہئے تھا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (اللہ ان کو عذاب نہیں کرے گا درآں حالیکہ آپ ﷺ ان میں موجود ہیں)
 وہ شہداء جو حضور ﷺ کے غلامانِ غلام ہیں جب ان پر فدا ہو کر زندہ و جاوید ہو گئے تو خود حضور ﷺ کی زندگی کیسی اہم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ دفن رہے میں بے حجاب وہاں جاتی تھی۔ لیکن جب حضرت عمر فاروقؓ دفن ہوئے تو میں بے حجاب جاتے ہوئے شرماتی ہوں۔ اگر وہ زندہ نہیں تو یہ شرم کس سے ہے؟ بعض اولیاء کرام کے اجسام صد ہا برس کے بعد اب بھی درست دیکھے جاتے ہیں۔ اگر وہ بالکل مردے ہیں تو پھر جسم گلتا کیوں نہیں؟ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۷۱

نابیناؤں کے لئے جنت کی بشارت

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى إِذَا بَتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتِيهِ ثُمَّ صَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يَرِيدُ عَيْنِيهِ

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ -

(مشکوٰۃ باب عیادۃ المریض و ثواب المرض)

ترجمہ :-

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں یعنی آنکھوں میں مبتلا کر دوں پھر وہ صبر کر جائے تو میں اس کے عوض اسے جنت دوں گا۔ (بخاری)

تشریح :-

اس طرح کہ اسے اندھا کر دوں یا اس کی بینائی ایک دم کمزور کر دوں، بعض روایتوں میں ایک آنکھ کا بھی ذکر ہے۔ ایسے شخص کو چاہئے کہ اس مصیبت پر ان انبیاء و اولیاء کے حالات میں غور کرے جو نابینا ہو کر صابر و شاکر تھے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے تو یہ پڑھا کرتے تھے۔

إِنْ يَذُوبَ اللَّهُ مِنْ عَيْنِي نُورَ هُمَا
فَفِي لِسَانِي وَقَلْبِي لِيُهْدَى نُورٌ

یعنی اگر میری آنکھ کی روشنی جاتی رہی تو کیا ہوا۔ میری زبان اور دل میں تو ہدایت کا

(مرأت)

نور ہے -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابیناؤں کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ یہ دنیا ان کے لئے

اندھیری ہے لیکن آخری زندگی میں روشنی کی بشارت ہے۔

حدیث نمبر :- ۷۲

اللہ تعالیٰ کا بندے سے قیامت کے روز تین سوال کرنا

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ لِمَ تَعَذَّنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوذُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضٌ فَلِمَ تَعُدُّهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدَّتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطَعْمَتَكَ فَلِمَ تَطْعِمْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطَعْمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلِمَ تَطْعِمُهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَّ ذَلِكَ عِنْدِي يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتَكَ فَلِمَ تُسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ لِمَ تُسْقِيهِ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَّ ذَلِكَ عِنْدِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ (مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے انسان میں بیمار ہو تو تُو نے میری مزاج پر سی نہ کی - بندہ کہے گا الہی میں تیری عیادت کیسے کرتا ؟ تُو تو جہانوں کا رب ہے - فرمائے گا کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو تو تُو نے اس کی بیمار پر سی نہ کی - کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا - اے آدمی میں نے تجھ سے کھانا مانگا تُو نے مجھے نہ کھلایا - عرض کرے گا الہی تجھے میں کیسے کھلاتا ؟ تُو تو جہانوں کا رب ہے فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تُو نے اسے نہ کھلایا - کیا تجھے پتہ نہیں کہ اگر تُو اسے کھلاتا تو میرے پاس وہ پاتا - اے انسان میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تُو نے مجھے نہ پلایا ' عرض کرے گا مولا میں تجھے کیسے پلاتا ؟ تُو تو جہانوں کا رب ہے - فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تُو نے اسے نہ پلایا اگر تُو اسے پلاتا تو آج میرے پاس وہ پاتا -

(مسلم)

تشریح :-

حدیث پاک میں اشارتاً فرمایا گیا ہے کہ بندہ مومن بیماری کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اس کے پاس جانا گویا اللہ کے پاس ہی جانا ہے اور اس کی خدمت گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے - فقط شرط یہ ہے کہ بیمار صابر و شاکر ہو کیونکہ بیمار مومن کا دل ٹوٹا ہوتا ہے اور ٹوٹے دل بیمار کا شانہ زیار ہیں - حدیث قدسی ہے - اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ لِأَجْلِ جَلِيسِي میں ٹوٹے دل والوں کے پاس ہوں اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ بیمار پر سی کرنا

(کھانا کھلانے اور پانی پلانے وغیرہ اعمال سے) افضل ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس کا ذکر پہلے فرمایا۔

دوسرا عمل کھانا کھلانا ہے۔ فرمایا اس کھانے کا ثواب یہاں پاتا۔ خیال رہے کہ بیمار پرسی کے بارے میں فرمایا کہ تو بیمار کے پاس مجھے پاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا کہ تو اس کا ثواب یہاں پاتا۔ معلوم ہو ا کہ بیمار پرسی بہت اعلیٰ عبادت ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہو ا کہ فقراء ، مساکین اللہ کی رحمت ہیں۔ ان کے پاس جانے ان کی خدمتیں کرنے سے ربل جاتا ہے تو اولیاء اللہ کا کیا پوچھنا ان کی صحبت اللہ سے ملنے کا ذریعہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

سے ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیاء

ترجمہ = جو اللہ تعالیٰ سے ہم نشینی چاہتا ہے تو وہ اولیاء اللہ کی حضوری میں آ جائے۔

سے گر جدا بنی ز حق تو خواہد را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

ترجمہ = اگر شیخ کو حق سے جدا دیکھے گا تو متن اور دیباچہ سب ضائع کر بیٹھے گا۔

قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا
الرَّحِيمًا -

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو گنہگار تمہارے پاس آ جائے وہ خدا کو پا

لے گا۔ مولانا کے شعر کا ماخذ یہ آیت اور حدیث مبارک ہے۔

محبوبِ خدا ﷺ کسی بیمار کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو فرماتے کوئی ڈر نہیں خدا نے چاہا تو یہ صفائی ہے۔

یعنی گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کیونکہ بعض چھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کر دیتی ہیں۔

مسلم شریف میں بروایت حضرت ثوبانؓ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جنت کے باغ میں رہتا ہے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔ چونکہ بیمار پرسی کا ثواب جنت ہے اس لئے جو بیمار پرسی کرنے گیا، گویا جنت ہی میں چلا گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ جو ریل میں بیٹھ گیا گویا منزل تک پہنچ گیا۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۷۳

بیماری میں تندرستی والے اعمال لکھے جانا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا كَانَ عَلَى طَرِيقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِيلَ لِلْمَلِكِ الْمُؤَكَّلِ بِهِ أُكْتُبْ لَهُ مِثْلَ عَمَلِهِ إِذَا كَانَ طَلِيقًا حَتَّىٰ أَطْلُقَهُ أَكْفَتَهُ إِلَىٰ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

ترجمہ :-

حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ عبادت کے اچھے راستے پر ہوتا ہے پھر بیمار ہو جاتا ہے تو اس پر مقرر شدہ فرشتہ سے کہا جاتا ہے تو اس کے تندرستی کے زمانہ کے برابر اعمال لکھ۔ یہاں تک کہ میں اسے شفا دے دوں یا اپنے پاس بلا لوں۔

(شرح سنہ)

تشریح :-

ہم جیسے گنہگار بندوں کو جو تکلیف یا بیماری آتی ہے وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور بیماری سے گناہ جھڑتے ہیں۔ بے گناہ بچے یا انبیاء اور بعض اولیاء کو جو بیماری آتی ہے وہ ان لوگوں کے درجات بڑھانے کے لئے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت سی خطاؤں سے درگزر فرما دیتا ہے۔ بعض پر معمولی پکڑ کرتا ہے۔ وہ بھی تمہیں آگاہ کرنے اور آئندہ احتیاط رکھنے کے لئے اس پکڑ میں بھی اس کا کرم ہے۔

حدیث پاک میں اچھے راستے سے مراد اس کا تندرستی میں عبادت کرنا ہے۔ رب سے غافل نہیں ہونا پھر وہ بیمار پڑ جاتا ہے اور عبادت سے مراد نقلی عبادت، مسجد میں حاضری وغیرہ ہے۔ اگر بندہ بیماری میں یہ نہ کر سکے تو اسے برابر ان کا ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ اس سے اشارتا معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بندہ سخت بیماری یا غشی کی وجہ سے فرض نماز نہ پڑھ سکا پھر بغیر صحت ہوئے اسی حالت میں اسے موت آگئی تو انشاء اللہ پکڑ نہ ہوگی۔

(مرآت معاضافہ)

حدیث نمبر :- ۷۴

جسمانی بیماری میں مومن کا پورا عمل لکھا جاتا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا
ابْتَلَى الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِي جَسَدِهِ قِيلَ لِلْمَلِكِ اكْتُبْ لَهُ
صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ فَإِنْ شَفَاهُ غَسَّاهُ وَطَهَّرَهُ
وَإِنْ قَبُضَهُ غَفِرَ لَهُ وَرَحِمَهُ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السَّنَةِ

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مسلمان کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ تو اس کی وہی نیکیاں لکھ جو یہ پہلے کرتا تھا۔ پھر اگر رب اسے شفا دیتا ہے تو اسے دھو دیتا ہے اور پاک کر دیتا ہے اور اگر وفات دیتا ہے تو اسے بخش دیتا ہے اور رحم کرتا ہے۔

(شرح سنہ)

تشریح :-

سبحان اللہ کیسا مبارک فرمان ہے کہ بیمار کو تندرستی کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ مگر

تندرستی کے گناہوں کا عذاب نہیں ہوتا یعنی اگر چور بد معاش بیماری کی وجہ سے چوری بد معاشی نہ کر سکے تو اس کے نامہ اعمال میں چوری وغیرہ لکھی نہ جائے گی بلکہ ممکن ہے کہ توبہ کی توفیق مل جائے۔ جس سے اس کے گناہوں کی معافی ہو جائے۔ یہاں صالح عمل ارشاد ہو، ایہ سب اس لئے ہے کہ ہم اس کے حبیب ﷺ کی امت ہیں۔

مومن کی بیماری میں گناہوں کی توجہ بخشش ہو جاتی ہے مگر بدستور نیکیاں لکھی جاتی رہتی ہیں۔ گویا بیماری روحانی غسل ہے یا میلے دل کا صابن۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۷۵

بیماری سے مومن کے درجات بلند ہو جاتے ہیں

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدِ السُّلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَنَزَلَةً لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتِلَاءُ اللَّهِ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ ثُمَّ صَبْرَهُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى يَبْلُغَهُ الْمَنَزَلَةُ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ -

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت محمد ابن خالد سلمیٰ سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے مروی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی بندہ کے لئے کوئی درجہ اللہ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہو جہاں تک یہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم یا مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کر دیتا ہے پھر اسے اس پر صبر بھی دیتا ہے حتیٰ کہ اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کے لئے مقدر ہو چکا ہوتا ہے۔

(احمد ابوداؤد)

تشریح :-

یہ روایت محمد بن خالد کے دادا سے ہے جو صحابی ہیں۔ ایک عرصہ تک جناب مصطفیٰ ﷺ کی صحبت پاک میں رہے۔ نام شریف کلج ابن حکیم ہے۔ حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔ مصیبت پر صبر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ملتا ہے نہ کہ اپنی ہمت و جرأت سے۔ اور صبر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

۲۔ درجات اعمال سے ملتے ہیں اور بخشش اللہ کے کرم سے ہوتی

ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جنت میں داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا مگر وہاں

کے درجات مومن کے اعمال سے مگر کبھی دوسرے کے عمل بھی کام آ

جاتے ہیں۔ صابر مومن کی چھوٹی اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی

رہے گی اگرچہ کچھ عمل نہ کر سکی کیوں؟ ماں باپ کے عمل سے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے وَالْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (ان کی اولاد ہم

ان سے ملا دیں گے) انشاء اللہ حضور ﷺ کے اعمال میں امام حسینؑ

کے صبر میں ہم گنہگاروں کا حصہ ہے۔ سخی کے مال میں فقیروں کا حصہ ہوتا ہے۔ ان سرکاروں کے اعمال میں ہم بدکاروں کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَآلِ الْمَحْرُومِ (ان کے اموال میں سائل اور محروم کا بھی حق ہے)

۳۔ یہ کہ انسانوں کے درجات وغیرہ پہلے ہی سے مقرر ہو چکے ہیں جہاں لامحالہ پہنچنا ہے۔ قیامت کے دن اس کا ظہور ہوگا۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۷۶

حضور ﷺ کا آخری بیماری میں قلم دوات طلب کرنا اور اختلاف عن ابن عباس قال من السنة تخفيف الجلوس وقلة الصخب في العيادة عند المريض قال وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما كثرا لغطهم واختلافهم قوموا عني رواه رزين

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے فرماتے ہیں کہ بیمار کے پاس کم بیٹھنا اور کم شور کرنا

سنت ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس صحابہ کرامؓ کی آوازیں اور اختلاف

(رزین)

بڑھ گیا تو فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ۔

تشریح :-

مریض کے پاس کم وقت بیٹھنا چاہئے کیونکہ تمہاری وجہ سے اس کی تیماردار عورتیں پردے میں رہیں گی اور دوسروں سے وہ بے تکلف بات چیت نہ کر سکے گا۔ نیز تمہارے شور سے اسے تکلیف ہوگی اس لئے اس کے پاس کم بیٹھو یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو صرف بیمار پرسی کے لئے جائیں۔ تیمارداری نہ کریں۔

در اصل واقعہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کی وفات شریف سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن صحابہ کرامؓ دولت خانہ پر حاضر تھے۔ فرمایا قلم دوات اور کاغذ لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ کر دوں تا کہ میرے بعد بہک نہ سکو۔ بعض صحابہؓ سمجھے کہ یہ امر ہے اس کی اطاعت واجب ہے اور بعض نے خیال کیا کہ یہ مشورہ ہے۔ حضور ﷺ تو سارے تبلیغی احکام پہنچا چکے۔ یہ صرف امت پر شفقت فرمانے کے لئے فرما رہے ہیں۔ مرض کی شدت زیادہ ہے اب آپ ﷺ کو لکھنے کی تکلیف نہ دی جائے۔ اس اختلاف رائے پر مجموعی آوازیں اونچی ہو گئیں۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت علیؓ کے لئے خلافت لکھنا چاہتے تھے جو حضرت عمرؓ نے تحریر نہ ہونے دی۔ نیز صحابہ کرامؓ بارگاہ نبوی میں اونچی آواز سے بولنے لگے۔ اس سے نعوذ باللہ وہ مرتد ہو گئے اور ان کے اعمال بھی ضبط ہو گئے۔ لیکن یہ دونوں اعتراضات غلط ہیں۔ خود جناب حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرتے وقت سب کے سامنے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ سے راضی تھے کہ میرے ہوتے ہوئے انہیں امامت کے مصلے پر کھڑا کیا۔ نیز حضور ﷺ نے کسی کے دباؤ میں حق نہ چھپایا تو یہاں کیسے کسی

کے کہنے پر خاموش رہتے۔ نیز حضور ﷺ کی وفات اس واقعہ کے چار دن بعد ہوئی۔ اس دوران تحریر کیوں نہ فرمادی۔ نیز حضرت حسینؑ نے ناجائز خلیفہ یزید کی بیعت نہ کی اور سردے دیا۔ تو حضرت علیؑ ناجائز خلیفہ کی بیعت کیسے کر سکتے تھے۔ حالانکہ ابوسفیان نے حضرت علی المرتضیٰ سے اس وقت عرض کیا تھا کہ آپ چاہیں تو ابوبکرؓ کے مقابلے میں آپ کے لئے میں لشکر سے جنگل بھر دوں تو جناب علیؑ نے انہیں ڈانٹ دیا تھا۔

(مرقات وغیرہ)

دوسرا اعتراض اس لئے غلط ہے کہ اس کی زد میں حضرت علیؑ وغیرہ بھی آ جائیں گے۔ کیونکہ یہ شور تو سب کی گفتگو سے مچا نیز نہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا اور نہ ہی حضور ﷺ نے۔ خیال رہے حضور ﷺ کے سامنے بلند آواز ہونا منع نہیں صحابہ کرامؓ تلبیہ میں، تکبیر تشریق میں، اذان و اقامت میں، اونچی آوازیں کرتے ہی رہتے تھے۔ وعظ کے دوران نعرہ تکبیر بلند فرماتے تھے۔ بلکہ حضور ﷺ کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی کرنا جس سے سرکار ﷺ کی آواز دب جائے یہ ممنوع ہے۔ یہاں سب آوازیں ہلکی تھیں۔ مگر بہت ہی ہلکی آوازیں مل کر شور کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۷۷

میت کے لئے مسلمانوں کی شفاعت قبول ہے

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ

مَيِّتٍ تَصَلِّيَ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُونَ مِائَةً
كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ إِلَّا شَفَعُوا فِيهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

(مشکوٰۃ باب المشی بالجنائزۃ والصلوٰۃ علیہا)

ترجمہ :-

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں فرمایا کہ ایسا کوئی میت نہیں جس پر مسلمانوں کی جماعت نماز پڑھے جماعت کی تعداد سو کو پہنچے وہ سب اس کی شفاعت کرتے ہیں مگر اس کے بارے میں ان کی شفاعت قبول ہوتی ہے۔ (مسلم)

تشریح :-

ایک دوسری حدیث میں جماعت کی تعداد چالیس ہے۔ اور اس میں تعداد سو (۱۰۰) ہے۔ اور یہ روایت چالیس کی روایت کے خلاف نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اولاً سو کی قید ہو پھر اللہ نے اپنی رحمت وسیع فرمادی ہو اور چالیس کی نماز پر بھی بخشش کا وعدہ فرمایا ہو۔ بعض روایات تو اور بھی امید افزا ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کی نیکی کے چار آدمی گواہی دے دیں گے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا اور تین؟ فرمایا اور تین بھی۔ ہم نے کہا اور دو؟ فرمایا اور دو بھی۔ پھر ہم نے حضور ﷺ سے ایک کے بارے میں نہ پوچھا۔

یہ حدیث بہت امید افزا ہے کہ دو مسلمانوں کا بھی کسی کو اچھا کہنا اس کے جنتی ہونے

کی علامت ہے۔ رحمت والے نبی ﷺ کی رحمت دیکھو کہ اس عدد میں شرکاذکر نہیں صرف خیر کا ذکر ہے۔ یعنی دو ایک آدمیوں کے برا کہنے سے جہنمی نہ کہا جائے گا۔ ہاں ان کے اچھا کہنے سے جنتی کہا جائے گا۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ شریعت میں گواہی کے نصاب، دو ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَ اَشْهَدُوْا اِذْ وَاى عَدْلٍ مِّنْكُمْ** (اور آپس میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنا لو) تو جیسے دو گواہیوں سے مقدمہ ثابت ہو جاتا ہے یوں ہی دو کی گواہی سے جنتی ہونا ثابت ہوگا۔

(مرقات)

یہاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ جو حضور ﷺ کے منہ سے نکلتا ہے وہی رب کے ہاں ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کی عرض پر حضور ﷺ گواہوں کی تعداد میں کمی کرتے گئے تو وہاں بھی کمی ہوگئی۔

(مرآت)

ان کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

حدیث نمبر :- ۷۸

میت کے گھر والوں کے لئے کھانا بھیجنا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرَ قَالَ لَمَّا جَاءَ لَعْمَى جَعْفَرَ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرَ

طَعَا مَا فَقَدُوا تَاهُمْ مَا يُشْغَلُهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَ

ابن ماجه - (مشکوٰۃ باب البكاء علی المیت)

ترجمہ :-

حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفرؓ کی موت کی خبر آئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جعفرؓ کے گھر والوں کے لئے کھانا پکاؤ کہ ان کے پاس وہ خبر آئی ہے جو کھانے سے بازر کھے گی۔ (ترمذی، ابوداؤد ابن ماجہ)

تشریح :-

حضرت جعفرؓ حضرت ابوطالب کے فرزند، حضرت علی المرتضیٰؓ کے بھائی ہیں آپ کی شہادت ۸ھ غزوہ موتہ میں ہوئی۔ موتہ تبوک کے پاس ایک جگہ کا نام ہے۔

حضور ﷺ نے کھانا پکانے کا حکم اپنے اہل بیت کو دیا۔ اس کھانے کو جو اہل میت کے لئے پکایا جائے عربی میں رفعہ اردو میں بھتی اور پنجابی میں کوڑا وٹہ کہتے ہیں۔ یہ کھانا بھیجنا سنت ہے۔ بلکہ چاہئے کہ خود کھانا پکانے والا میت کے گھر کھانا لے جائے اور خود بھی ان کے ہمراہ ہی کھائے۔ انہیں ساتھ کھانے پر مجبور کرے۔ صرف پہلے دن کھانا بھیجا جائے جس دن فوت ہو یا فوت ہونے کی خبر آئے۔ بعد میں نہ بھیجے۔ تین دن کاروان غلط ہے۔

سرکار ﷺ نے فرمایا کہ جعفرؓ کے گھر والے آج غم کی وجہ سے کھانا پکانہ سکیں گے اگر کوئی کھانا نہ لے گیا تو وہ بھوکے رہیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کھانا یا وہ لوگ کھائیں جو غم کی وجہ سے پکانہ سکیں یا باہر کے مہمان جو شرکتِ دفن کے لئے آئے ہیں۔ عام برادری والوں کو

دعوت اس وقت ممنوع ہے۔ حضرت جریر ابن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ صحابہ کرامؓ میت کے ہاں دعوت کو نوحہ شمار کرتے تھے۔ اسی کو فقہاء منع کرتے ہیں یعنی تین دن تک تمام محلہ برادری والوں اور میت والوں کو کھانا بھیجنا اور پھر تیسرے دن خود میت والوں کے ہاں برادری کی روٹی ہونا دھوم دھام سے اسے کھانا یہ دونوں کام سخت منع ہیں۔ خصوصاً جبکہ میت کے یتیم بچے بھی ہوں اور میت کے متروکہ مال سے روٹی کی جائے تو اس کا کھانا اور کھلانا سخت حرام ہے۔ الغرض اہل میت کی رسمی دعوت ممنوع ہے اور یہ کھانا ناجائز ہے۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۷۹

مسکین کی عجب تشریح

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرَدُّمُ اللَّقْمَةِ وَاللُّقْمَتَانِ وَالثَّمْرَةَ وَالثَّمْرَتَانِ وَلَكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ وَلَا يَفْطَنُ بِهِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَسْئَلُ النَّاسَ مُتَّفَقًا عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب من لا تحل له الصدقة)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگانا پھرے اسے ایک دو لقمے یا ایک دو چھوہارے لوٹا دیں۔ البتہ مسکین وہ ہیں جو غنا بھی نہ پائے جس سے لوگوں سے لا پرواہ ہو جائے اور اسے پہچانا بھی نہ جائے تاکہ اسے صدقہ دے دیا جائے اور نہ اٹھ کر لوگوں سے سوال کرے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح :-

یعنی جس مسکیت پر ثواب ہے اور صابروں کے ذمہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہیں بلکہ یہ تو عام حالات میں اسی سوال پر گنہگار ہیں کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے اتنی دوڑ دھوپ کر سکتے ہیں تو کمانے کے لئے بھی کر سکتے ہیں۔ ہاں صابر مسکین وہ ہے جو حاجتمند ہو مگر پھر بھی کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے۔ اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے۔ اس مسکین کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے۔ فرمایا ہے کہ۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو اللہ کی راہ میں مقید ہو گئے ہیں)

یہ خیال رہے کہ جس مسکیت کی دعا حضور ﷺ نے مانگی ہے وہ مسکیتِ دل ہے یعنی دل میں عجز و انکسار ہونا، تکبر اور غرور نہ ہونا۔ ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے۔ جن احادیث میں فقر و مسکیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو فتنہ میں مبتلا کر دے۔

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۸۰

نیک کام پر معاوضہ لینا جائز ہے

عَنْ ابْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَارْتَيْتُهَا إِلَيْهِ أَمَرَ لِي بِعَمَالَةٍ فَقُلْتُ إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلَّهِ وَاجْرِي عَلَى اللَّهِ قَالَ خُذْ مَا أُعْطَيْتَ فَإِنِّي قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَلِنِي فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيَتْ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَ لَهُ فَكُلْ وَتَصَدَّقْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ -

(مشکوٰۃ باب لا تحل له المسئلة و من تحل له)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن ساعدیؓ سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے صدقہ پر عامل بنایا۔ جب میں اس سے فارغ ہوا اور صدقہ آپ کی خدمت میں ادا کر دیا تو مجھے اجرت کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کام کیا ہے، میری اجرت اللہ پر ہے۔ فرمایا جو تمہیں دیا جائے لے لو، میں نے بھی زمانہ نبوی ﷺ میں یہ عمل کیا تھا۔ مجھے حضور ﷺ نے

اجرت دی تھی تو میں نے بھی تمہارے جیسی عرض کی تھی تو مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تمہیں بغیر مانگے ملے وہ کھالو اور صدقہ کرو۔
(ابوداؤد)

تشریح :-

حدیث پاک کے راوی کو ابن ساعدیؓ اور ابن سعدی بھی کہتے ہیں۔ اپنی اسی کنیت میں مشہور تھے۔ صحابی تھے اور آپ نے شام میں ۵۷ھ میں وفات پائی۔ (اشعۃ)
ابن ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لوگوں کے ظاہری مال، جانور، زرعی پیداوار وغیرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ اس زمانہ میں وصولی زکوٰۃ کا باقاعدہ محکمہ ہوتا تھا۔ جس میں ان لوگوں کو زکوٰۃ سے اجرت دی جاتی تھی اور انہیں عامل کہا جاتا تھا۔ قرآن پاک میں مصارفِ زکوٰۃ میں ان کا بھی ذکر ہے فرمایا۔ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا (زکوٰۃ وغیرہ لینے کے لئے کام کرنے والے)

حضرت ابن ساعدیؓ کا خیال یہ تھا کہ اجرت لینے سے ثواب ختم ہو جاتا ہے اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے۔ اس لئے اجرت لینے سے انکار کیا۔ سبحان اللہ کیسی پیاری تعلیم فرمائی گئی کہ بغیر مانگے جو اللہ دے اسے نہ لینا گویا اللہ کی نعمت کا ٹھکرانا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ لہذا یہ ضرور لو۔ اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

اول یہ کہ نیک اعمال کی اجرت لینا جائز ہے۔ چنانچہ علماء، قاضی، مدرسین حتیٰ کہ خود خلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی جائے گی۔ سوائے حضرت عثمان غنیؓ کے باقی تینوں خلفاء نے بیت المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے۔

دوم یہ کہ جب کام کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ لینے سے انشاء اللہ ثواب کم نہ

ہوگا صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے - تنخواہ تو گزارے کے لئے وصول کرے
اصل مقصد دینی خدمت ہو۔

سوم یہ کہ غنی بھی اجرتیں لے سکتا ہے صرف فقیر ہی کو اجازت نہیں۔ پھر لے کر خود بھی کھا
سکتا ہے۔ اس سے خیرات بھی کر سکتا ہے۔

خیال رہے اس حدیث کی بنا پر امام احمدؒ کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے جبکہ باقی
جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استحبابی ہے۔ (مرآت)

مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ سلطان اسلام پر واجب ہے کہ ایسے علماء 'مفتیوں'
مدرسین کی تنخواہیں مقرر کرے جنہوں نے اپنی ذات کو دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو۔

(مرقات)

اس دور میں چونکہ سلطان اسلام عموماً دینی امور سے لا تعلق رہتا ہے اس لئے دینی
اداروں کے سربراہ علماء اور مدرسین کی خدمات کی اجرت کے ذمہ دار ہونگے۔

حدیث پاک سے اشارتاً معلوم ہوا کہ دینی طلباء سے ختم قرآن کے بعد ان کی دعوت
کرنا اور انہیں کچھ نقدی بھی دینا جائز ہے۔ یا علمائے دین سے وعظ کرا کر کرایہ اور نذرانہ دیا جاسکتا
ہے کیونکہ ختم قرآن اور وعظ فی سبیل اللہ ہے۔ اور ان کی خدمات بھی فی سبیل اللہ ہیں۔ اسی طرح
دم اور تعویذ کی اجرت بھی لی جاسکتی ہے۔ کیونکہ یہ علاج کی اجرت ہے نہ کہ تلاوت قرآن کی۔
مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ صحابہؓ نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر مار گزیدہ پر دم کیا اور اجرت میں تین بکریاں
لیں جن کا گوشت حضور ﷺ نے بھی ملاحظہ فرمایا۔ ہاں علماء اور حفاظ دینی کام کرتے وقت نیت فی
سبیل اللہ کی رکھیں۔ اس نیت سے انشاء اللہ دین و دنیا سؤر جائیں گے۔ یہ بات تجربہ شدہ ہے۔

(مرآت معاضافہ)

شرح مسلم میں حضرت عمرو بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو صحابہ کرامؓ نے ان کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس میں اضافہ کرو کیونکہ میرے عیال ہیں اور تمہاری مصروفیات نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے۔ تب صحابہ کرامؓ نے پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔ وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمرؓ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ہر ماہ دیتے تھے تعلیم قرآن پر اجرت کا مسئلہ اختلافی ہے۔ بعض کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے خیال رہے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا ہے لیکن موجودہ دور میں یہ ایک مجبوری ہے۔ وہ یہ کہ اجرت کے بغیر سلسلہ تعلیم قرآن ختم ہو سکتا ہے

(شرح مسلم)

حدیث نمبر :- ۸۱

ماں کے مرنے پر سعد بن عبادہؓ کا حضور ﷺ

سے سوال کرنا کہ ان کے لئے کیا صدقہ کروں

عَنْ سَعْدِ بْنِ عَبَادَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرُ بَيْتِهَا وَقَالَ هَذَا لِأُمِّ سَعْدٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ -

(مشکوٰۃ باب فضل الصدقة)

ترجمہ :-

حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اُمّ سعد وفات پا گئیں - تو اب کون سا صدقہ بہتر ہے ؟ فرمایا پانی - لہذا سعد نے کٹواں کھدوایا اور فرمایا یہ کٹواں اُمّ سعد کا ہے - (ابوداؤد نسائی)

تشریح :-

حضرت سعد نے عرض کیا کہ میں کون سا صدقہ دے کر ان کی روح کو اس کا ثواب بخشوں - اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات میت کو نیک اعمال خصوصاً مالی صدقہ کا ثواب بخشنا سنت ہے قرآن پاک میں جو ہے -

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (اس کو ثواب بھی اس کا ملے گا جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے) یا فرمایا -

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (انسان کو ایمان کے بارے میں "صرف اپنی ہی کمائی ملے گی")

جن سے معلوم ہوا کہ انسان کو صرف اپنی کی ہوئی نیکیاں فائدہ مند ہیں - وہاں بدنی فرائض مراد ہیں اسی لئے وہاں كَسَبَتْ اور سَعَى ارشاد ہوا یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نمازیں ادا نہیں کر سکتا - ثواب ہر عمل کا بخش سکتے ہیں - لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں -

قرآن کریم سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نیکیوں کی برکت سے بُروں کی آفتیں ٹل جاتی ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے۔

وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا (ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا)

فرمایا ان کی طرف سے پانی خیرات کرو۔ کیونکہ پانی سے دینی دنیاوی منافع حاصل ہوتے ہیں۔ خصوصاً ان گرم و خشک علاقوں میں جہاں پانی کی کمی ہو۔ بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں، عام مسلمان ختم، فاتحہ وغیرہ میں دوسری چیزوں کے ساتھ پانی بھی رکھ دیتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث شریف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی خیرات بہتر ہے۔

لَا تَمَسُّهُ لَأَنَّكَ كَتَبْتَهُ أَهْلًا بِرَبِّكَ (تو اس سے چسبنا نہ ہو، کیونکہ تو اسے اللہ کے لئے لکھا ہے۔ یہ لام نفع کا ہے نہ کہ ملکیت کا۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ ثواب بخشے وقت ایصالِ ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنت صحابہؓ ہے کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے۔ دوسرا یہ کہ کسی چیز پر میت کا نام آجانے سے وہ شے حرام نہ ہوگی۔ دیکھو حضرت سعدؓ نے اس کنوئیں کو اپنی مرحومہ ماں کے نام پر منسوب کیا۔ وہ کنواں شاید اب بھی آباد ہو اور اس کا نام بَرِّ اُمِّ سَعْدٍ ہی تھا۔ یہ مَا أَجَلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ کے خلاف نہیں کہ وہاں وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کئے جائیں۔ یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے۔ ابوداؤد کی ایک سند میں یوں ہے۔

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْبُسَيْعِيِّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْخَبْرُ خَيْرٌ مِنَ الْبُرْءِ (خبر سے بڑھ کر کچھ اور ہے۔ دوسری سند میں یوں ہے۔ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ سَعْدًا أْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْخَبْرُ خَيْرٌ مِنَ الْبُرْءِ) یہ اسناد ابوداؤد نسائی اور ابن حبان میں بھی ہے۔

تیسری سند یوں ہے۔ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ
 كَلَا هُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ يَهْدُونِ اسناد منقطع ہیں۔ کیونکہ سعید ابن مسیب اور حسن
 بصری کی ملاقات حضرت سعد بن عبادہ سے نہ ہوئی۔ (مرقات)

مگر یہ انقطاع و جہالت کوئی مضرت نہیں، چند وجوہات سے۔

ایک یہ کہ یہ حدیث اس بنا پر زیادہ سے زیادہ ضعیف ہو سکتی ہے اور حدیث ضعیف
 فضائل اعمال اور ثبوت استحباب میں کافی ہوتی ہے۔ دیکھئے کتب فقہ اور شامی وغیرہ۔ ایصال
 ثواب فرض یا واجب نہیں بلکہ صرف سنت مستحبہ ہے۔

دوسرا یہ کہ یہ کسی حدیث صحیح کے متعارض نہیں۔ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ ایصال
 ثواب حرام ہے تاکہ یہ حدیث چھوڑ دی جائے۔

تیسرا یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت سی صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث
 میں ہے کہ حضور انور ﷺ ایک قربانی اپنی امت کی طرف سے کرتے تھے اور فرماتے تھے الہی
 اسے امت مصطفیٰ کی طرف سے قبول فرمائے۔ (بخاری و مسلم)

اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کرتے
 رہے۔ فرماتے تھے مجھے حضور ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے۔ (ابوداؤد ترمذی)

چوتھا یہ کہ اس حدیث کی تائید آیت قرآنی سے بھی ہوتی ہے فرمان باری تعالیٰ ہے۔
 وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلْسَائِلِ وَ الْمَحْرُومِ (اور ان کے اموال میں سائل اور محروم کا
 بھی حق ہے) اور فرماتا ہے۔

وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَاتِ الرَّسُولِ (اور جو کچھ وہ خرچ

کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور رسول ﷺ کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں) پانچواں یہ کہ ہمیشہ سے سارے مسلمان ایصالِ ثواب پر عمل کرتے رہے اور عملِ امت کی وجہ سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔

چھٹا یہ کہ جب امام بخاریؒ کی تعلق قبول ہے جن میں وہ اسناد بیان ہی نہیں کرتے۔ سیدھے کہہ دیتے ہیں۔ قَالَ ابْنِ عَبَّاسٍؓ کیونکہ امام بخاریؒ ثقہ ہیں تو حضرت سعید ابن مسیبؒ اور حواہ حسن بصریؒ کا انقطاع بھی قبول کیونکہ یہ دونوں حضرات امام بخاریؒ سے کم ثقہ نہیں بلکہ اپنے یقین کامل کی بناء پر براہِ راست حضرت سعدؒ کا واقعہ بیان کر دیا۔

(مرأت)

شارح مسلم علامہ سعیدیؒ بحوالہ امام بخاریؒ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہو گئیں انہوں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ اگر میں والدہ کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ مرحومہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

دوسروں کی دعائیں ' ایصالِ ثواب یا شفاعت یا نیک اعمال کا ثواب پہنچنا درحقیقت کلمہ طیبہ پڑھنے کا اجر ہے جو مرحوم نے خود کلمہ طیبہ پڑھا۔ ایمان کا درخت مرنے والا خود لگا گیا اب یہ دعائیں اس ایمان کے درخت کا پھل ہیں جو مرحوم کو ہمیشہ ملتا رہے گا۔ دوسروں کے نیک اعمال یا ملاقات کا فائدہ مرحوم کے اپنے عمل کا ہی نتیجہ ہے اور وہ عمل کلمہ طیبہ ہے جو مرحوم نے پڑھا اور مومن ہوا۔

كَمَثَلِ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا
فِي السَّمَاءِ

(شرح مسلم ج (۷) صفحہ ۹۲)

حدیث نمبر :- ۸۲

ازواجِ مطہرات نے بکری کا گوشت خیرات کیا اور حضور

ﷺ کا ارشاد

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا
قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ -

(مشکوٰۃ باب فضل الصدقة)

ترجمہ :-

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اہل بیت نے بکری ذبح کی تو نبی کریم

ﷺ نے فرمایا کہ اس میں سے کیا بچا وہ بولیں کہ کندھے کے سوا کچھ نہیں بچا - فرمایا کندھے کے

(ترمذی اور ترمذی نے اسے صحیح فرمایا)

سوا سب کچھ بچ گیا -

تشریح :-

بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرامؓ تھے یا بعض اہل بیتؓ۔ چونکہ ازواجِ مطہرات کو اہل بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے اس لئے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا۔

حضور ﷺ کے پوچھنے پر ازواجِ مطہرات نے عرض کیا سارا گوشت خیرات کر دیا گیا ہے صرف ایک شانہ بچا ہے۔ غالباً یہ گھر کے خرچ کے لئے رکھا گیا ہوگا۔ اور یہ بکری صدقہ کے لئے ذبح کی گئی ہوگی کیونکہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کے لئے نہیں رکھا جاتا تھا۔

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جو راہِ خدا میں صدقہ دے دیا گیا وہ باقی اور لازوال ہو گیا اور جو اپنے کھانے کے لئے رکھا گیا وہ ہضم ہو کر فنا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
 مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ (اور جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا)
 (مرآت)

حدیث نمبر :- ۸۲

اللہ تعالیٰ تین لوگوں سے محبت کرتا ہے

اور تین سے سخت ناراض ہے

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللَّهُ وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ فَأَمَّا الَّذِينَ يُحِبُّهُمْ
 اللَّهُ فَرَجُلٌ أَتَى قَوْمًا فَسَأَلَهُمْ بِاللَّهِ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ

بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَمَنْعُوهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ
 سِرًّا إِلَّا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلَّا اللَّهُ وَالَّذِي أَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوا
 لَيْلَتَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعَدُّ بِهِ
 فَوَضَعُوا رءُوسَهُمْ فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِي وَيَتْلُو آيَاتِي وَرَجُلٌ
 كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ وَفَهَزَمُوهُ أَفَاقِبَلَ بِصَدْرِهِ حَتَّى
 يُقْتَلَ أَوْ يُفْتَحَ لَهُ وَالثَّلَاثَةُ الَّذِينَ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ الشَّيْخُ
 الزَّانِي وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِيُّ الظَّلُومُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
 وَالنِّسَائِيُّ -

(مشکوٰۃ باب فضل الصدقة)

ترجمہ :-

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین
 شخصوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض۔ جن سے وہ محبت کرتا ہے ایک تو وہ شخص جو
 کسی قوم کے پاس پہنچا ان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا اپنی آپس کی قرابت داری کی وجہ سے مانگا
 لوگوں نے منع کر دیا تو انہی میں سے ایک شخص پیچھے ہٹا اسے چھپ کر کچھ دے دیا۔ جس کا عطیہ
 اللہ کے سوا اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ایک وہ قوم جو رات بھر چلتی رہی حتیٰ کہ
 جب انہیں نیند ہر ما سوا سے پیاری ہو گئی تو سر رکھ کر سو گئے۔ تو یہ شخص کھڑے ہو کر میری خوشامد
 کرنے لگا اور میری آیات تلاوت کیں۔ اور وہ شخص جو کسی لشکر میں تھا دشمن سے جنگ کی لوگ

بھاگ پڑے تو یہ اپنا سینہ تان کر کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا یا اس کی وجہ سے فتح ہو گئی۔ اور وہ تین جن سے اللہ سخت ناراض ہے بوزہازانی، دوسرا متکبر فقیر اور تیسرا ظالم غنی۔

(ترمذی، نسائی)

تشریح :-

اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد خصوصی محبت ہے اور ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمام کفار اور فاسقوں سے ناراض ہے۔

قوم کے پاس آنے والا شخص اور مانگنے والا خدا کا محبوب نہیں بلکہ وہ دینے والا ہے۔ جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ اس کے صدقہ کی اہمیت دکھانے کے لئے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا۔

(لمعات)

اگر چہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دو گنا ثواب ہے۔ مگر یہاں اس سخی کا اس اجنبی ناواقف فقیر کو دینا بہت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سوائے رضاء الہی کے اور کوئی چیز فقیر کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی۔

لفظ **أَعْطَاهُ** میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو۔ دوسرا یہ کہ اس سے دینے والا سخی مراد ہو۔ مطلب یہ کہ اس سخی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا کہ کون دے گیا۔ چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا۔ اس قوم کی مخالفت بھی کی اور فقیر کی ٹوٹی آس بھی پوری کی اس لئے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا۔

عرب میں **ءِ دَنَا** اب بھی رات میں سفر ہوتا ہے اور تھکن اتارے کے لئے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں۔ چونکہ اس تہجد خواں نے تین بہادریاں کیں اس لئے یہ خدا کو زیادہ

محبوب ہوا۔ ایسی حالت میں نیند کو عبادت پر ترجیح دینا 'سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سونا۔ عابدوں میں عبادت آسان ہے غافلوں میں مشکل۔ اور تہجد کی نماز غافلوں میں رہتے ہوئے پڑھنا مشکل کام ہے۔

حدیث پاک میں لفظ تَمْلَقُ مَلَق سے بنا بمعنی دوستی و نرمی 'نا جائز نرمی کا نام چاپلوسی ہے اور جائز نرمی کا نام خوشامد 'نیاز مندی وغیرہ ہے۔ یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اصل عرفان اور بندے و رب تعالیٰ کے درمیان خاص تعلق کا باعث ہے یہ حال قال سے وراہ ہے۔

وہ شخص جو جنگ میں گیا 'ڈٹا رہا۔ اس طرح کہ اس اکیلے کی جرأت و ہمت دیکھ کر بھاگنے والوں میں دلیری پیدا ہوئی۔ پلٹ پڑے اور جم کر لڑے جیسا کہ غزوہ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے غازیوں کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ حضور ﷺ میدان میں جمے رہے پھر وہی صحابہ پلٹ پڑے 'جم کر لڑے اور میدان جیت لیا۔

الشَّيْخُ الْمُرَانِيُّ سے ظاہر ہے کہ بوڑھا آدمی نہ کہ شادی شدہ جوان۔ چونکہ بوڑھاپے میں موت قریب نظر آتی ہے 'شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ بوڑھا بہت تکلیف سے ہی صحبت کر سکتا ہے اس لئے اس کا زنا انتہائی خباثت کی دلیل ہے کہ اسے نہ موت کا خوف اور نہ اللہ و رسول ﷺ سے شرم۔

اگرچہ ہر تکبر بُرا ہے مگر فقیر کا تکبر زیادہ بُرا کیونکہ اس کے پاس اس کے اسباب نہیں ہیں۔ محض شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے۔ خیال رہے کہ تکبر 'استغناء اور تعفف میں بڑا فرق ہے اور مسلمانوں کو اپنے سے حقیر جاننا تکبر ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھنا صرف

اللہ ورسول ﷺ ہی کا محتاج جاننا بہت اعلیٰ وصف ہے۔ اسی کو استغناء وغیرہ کہتے ہیں اس کو اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے یوں فرمایا۔

ہے تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں میں چچے دیکھ کے تلو تیرا

ن کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ کفار اور متکبرین کے مقابلہ میں تکبر کرنا عبادت ہے۔

(مرقات)

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضرت بشیر ابن حارثؓ نے امیر المؤمنین حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا، عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا کہ امیروں کا فقیروں پر مہربانی کرنا بہت اچھا ہے مگر فقیروں کا خدا پر توکل کر کے امیروں سے تکبر کرنا اس سے بھی اچھا ہے۔

الْغِنَى الظَّالِمُ یعنی اپنے نفس پر ظالم کہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظالم کہ انہیں بجائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے چونکہ ان لوگوں کے جرم سخت ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہے۔

(مرآت)

شارح مسلم علامہ سعیدیؒ ایک دوسری حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بوڑھے آدمی کی طویل زمانہ گزر جانے اور متعدد تجربات کے حصول کی وجہ سے عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس میں جماع کے اسباب اور شہوت کم ہو جاتی ہے۔ اگر تھوڑی ہو بھی تو حلال ذرائع موجود ہوتے ہیں تو پھر اس کا زنا کرنا بہت بعید ہوتا ہے کیونکہ زنا کا محرک شباب، حرارت غریزہ، قلب معرفت غلبہ شہوت، ضعف عقل اور کم عمری ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بوڑھے کا زنا بہت ہی بُرا ہے۔

اسی طرح فقیر کا تکبر کرنا بھی بہت بُرا ہے۔ کیونکہ تکبر کا سبب اپنے ہم عصروں پر فائق ہونا دنیا کی کثرت اور لوگوں کا اس کی طرف محتاج ہونا ہے۔ تو جس شخص کے پاس مال و دولت نہ ہو اور وہ خود دوسروں کا دستِ نگر اور محتاج ہو تو اس کا تکبر بہت بُرا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔
(شرح مسلم ج-۱)

حدیث نمبر :- ۸۴

صوم وصال سے صحابہؓ کو منع کرنا کہ تم میری مثل نہیں ہو

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَ أَيْكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب متفرق)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا تو کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تو وصال کرتے ہیں

فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے
(بخاری و مسلم)

تشریح :-

روزہ کا وصال یہ ہے کہ رات کو بغیر افطار کئے 'بغیر کچھ کھائے پئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے۔ حق یہ ہے کہ یہ وصال ہمارے لئے مکروہ تحریمی ہے اور یہاں ممانعت حرمت کی ہے۔ اس ممانعت میں صد ہا حکمتیں ہیں۔ وصال سے جسم بہت کمزور ہو جاتا ہے 'وصال سے دوسری عبادتیں بھاری پڑ جاتی ہیں۔ وصال میں جو گیوں 'سادھوؤں کی مشابہت ہے۔ وصال ساری امت کے لئے ناجائز ہے خواہ اولیاء ہوں یا دیگر طبقہ کے لوگ۔

حضور ﷺ صرف ایک دن کا نہیں بلکہ لگاتار کئی کئی دن کا وصال فرماتے تھے کہ مسلسل روزے پر روزہ رکھتے تھے۔ اس لئے سائل کو شبہ ہوا کہ وصال تو سنت رسول اللہ ﷺ ہونا چاہئے۔ منع کیوں ہے؟

اَيْكُمْ مِثْلِي میں استفہام انکاری ہے اور ایکم میں صحابہ کرام اور تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنی تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں۔ جب صحابہ حضور انور ﷺ کی مثل نہ ہو سکے اور کسی کا کیا منہ ہے جو ان سے ہمسری کا دعویٰ کرے۔ ہمارا تو عقیدہ ہے۔

سے نسبت خود بہ سکتا کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی
ترجمہ :- اپنی نسبت تیرے کتے سے کی ہے لیکن بہت شرمندہ ہوں کیونکہ تیرے کتے کے ساتھ
اپنی نسبت کرنا سخت بے ادبی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں خالص بشریت میں تشبیہ ہے جس میں الْوُحْيَاتُ کا خلط نہ ہو یعنی میں تمہاری طرح خالص بشر ہوں نہ کہ خدا نہ خدا کا سا جی پھر میری بشریت سے نبوت کا خلط ہوا جسے يُوحَى إِلَيَّ نے بیان کیا۔ لہذا یہ حدیث آیت قرآنی کے خلاف نہیں تمام جہان کے اولیاء ایک صحابی کی مثل نہیں ہو سکتے۔ جس نے ایمانی نگاہ سے ان کا چہرہ ایک آن دیکھا ان کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے۔

علماء نے اس کھلانے پلانے کی بہت تو جیہیں بیان کی ہیں بعض نے کہا کہ اس سے قوت برداشت مراد ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے روحانی غذائیں مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک فیضان اور مناجات کی لذتیں مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس سے بھوک پیاس نہ ہونا مراد ہے۔ لیکن حضرت عشق کا فتویٰ نرالا ہے کہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے۔ اور اس میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا۔ ایک یہ کہ تم سب اپنے بیوی بچوں کے پاس رات گزارتے ہو اور میں اپنے رب کے پاس۔

فرشی و بر اوج عرش منزل امی و کتاب خانہ در دل
امی و دقیقہ دان عالم بے سایہ و سائبان عالم

ترجمہ :- زمین پر رہتے ہیں لیکن عرش کی بلندیوں پر منزل ہے۔ کسی سے پڑھا نہیں لیکن تمام کتابیں دل میں ہیں۔ امی ہیں اور تمام جہاں کی گہرائیاں جاننے والے ہیں۔ اپنا سایہ نہیں لیکن تمام جہانوں کے لئے سایہ ہیں۔

دوسرا یہ کہ میں اللہ کے پاس رہ کر خود نہیں کھاتا پیتا بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے۔ کھلانے والا اس کا دستِ کرم ہے۔ کھانے والا میں۔ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے وہ روزی کھلاتا پلاتا

ہے جس سے نہ روزہ ٹوٹے اور نہ روزوں کا تسلسل جائے یعنی جنت کے میوے اور سبیل تسنیم وغیرہ کے شربت۔

چند مسائل معلوم ہوئے :-

ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور انور ﷺ کی مثل نہیں ہو سکتا۔ جب انسان کو ناطق کی قید نے تمام حیوانات سے ذاتی امتیاز دے دیا تو نبوت اور وحی کی صفتوں نے بھی حضور ﷺ کو تمام انسانوں سے ذاتی طور پر ممتاز کر دیا۔

دوسرا یہ کہ اگر حضور ﷺ بہ نیت عبادت کھانا پینا چھوڑ دیں تو خواہ ہفتوں نہ کھائیں ضعف و کمزوری بالکل طاری نہ ہوگی۔ اور اگر بطور عادت کھانا ملاحظہ نہ کریں تو ضعف نمودار ہوگا اور شکم مبارک پر پتھر بھی باندھے جائیں گے کیونکہ آپ ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ عبادت میں نورانیت کا ظہور ہے اور عادت میں بشریت کی جلوہ گری ہے۔

تیسرا یہ کہ جنتی میوے کھانے اور وہاں کا پانی پینے سے روزہ نہیں جاتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے اور حضور ﷺ کو سلام کرنے سے نماز نہیں جاتی، بعض اولیاء کرام خواب میں کھاپی لیتے ہیں کہ کھانے کی خوشبو بیداری کے بعد ان کے منہ میں پائی جاتی ہے۔ مگر ان کا روزہ قائم رہتا ہے۔ دیکھو احتلام سے ہمارا روزہ نہیں جاتا۔

چوتھا یہ کہ بعض بندوں کو اپنی زندگی میں جنتی میوے ملتے ہیں۔ حضرت مریم علیہ السلام کا جنتی میوے کھانا قرآن پاک سے ثابت ہے۔

پانچواں یہ کہ حضور ﷺ کا ہر کام ہمارے لئے سنت نہیں بلکہ وہ کام سنت ہے جو ہمارے لئے لائق عمل ہو۔ خصوصیاتِ مصطفویٰ ہمارے لئے سنت نہیں۔ ۹ بیویاں نکاح میں جمع

فرمانا ' روزہ وصال ہمارے لئے نہ سنت ہیں نہ لائق عمل ' سنت و حدیث میں یہی فرق ہے۔
(مرأت)

حدیث نمبر :- ۸۵

روزہ کے متعلق حضور ﷺ کا وضاحتی حکم

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَلَمْ أُخْبِرْ أَنَّكَ
تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَ
نَمْ فَإِنَّ لِحَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا
وَإِنَّ لِرِزْوَجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرِزْوَجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَا
صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ
الدَّهْرِ كَلِّهِ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَاقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي
كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ صُمْ
أَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوُدَ صِيَامَ يَوْمٍ وَأَفْطَارَ يَوْمٍ وَ
اقْرَأْ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلَيَّ ذَلِكَ -

(مشکوٰۃ باب صیام التطوع)

مَتَّقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن عاصؓ سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ' اے عبد اللہ کیا مجھے یہ خبر نہ ملی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو - میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا ایسا نہ کرو - روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو - قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے - جس نے عمر بھر روزے رکھے ' اس نے روزے رکھے ہی نہیں - ہر مہینہ تین روزے ساری عمر کے روزے ہیں - ہر مہینہ میں تین روزے رکھو اور ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو - میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں - فرمایا تو تم بہترین روزے " روزہ داؤد " رکھو - ایک دن روزہ ایک دن افطار اور سات راتوں میں قرآن پاک ختم کرو - اس سے زیادہ نہ کرو -

(بخاری و مسلم)

تشریح :-

فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم سوائے پانچ ممنوعہ دنوں کے باقی سال بھر کے مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات کو عبادات یعنی کہ نہ دن میں کبھی افطار کرتے ہو نہ رات میں سوتے ہو - تم اتنے کمزور ہو جاؤ گے کہ فرضی عبادتیں اور لوگوں کے شرعی حقوق ادا نہ کر سکو گے اور نفل کی وجہ سے فرض چھوڑنا یا فرض چھوٹنے کے اسباب پر عمل کرنا نہ عقلاً مناسب ہے نہ ہی شرعاً ٹھیک ہے - خیال

رہے اس صورت میں یہ ممانعت تحریمی ہے۔ جو چیز فرائض چھوڑا دے وہ حرام ہے۔ خیال رہے ہمیشہ روزہ رکھنے سے جسم کمزور ہو جاتا ہے اور بالکل نہ سونے سے نگاہ کمزور پڑ جانے کا خطرہ ہے۔ سرکار ﷺ کا کیا حکیمانہ جواب ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے اور شب بیداری کرنے سے تم کمانہ سکو گے اور بیوی کو منہ نہ لگا سکو گے۔ ملاقاتی لوگ اور مہمان چاہتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ کھاؤ پیو اور رات کو دو گھڑی ان سے بات چیت کرو۔ تم یہ بھی نہ کر سکو گے۔ معلوم ہو، ہمیشہ روزہ نہ رکھنے کی ممانعت ہم جیسے لوگوں کے لئے ہے جو تمام حقوق چھوڑ بیٹھیں۔ جن کے لئے ہمیشہ روزہ اور رات بھر کا جاگنا مذکورہ حقوق سے آڑ نہ ہو۔ ان کے لئے اس میں حرج نہیں۔ مگر ایسے بہادر لوگ لاکھوں میں ایک آدھ ہیں جیسے حضرت طلحہؓ اور تابعین میں امام ابوحنیفہؒ وغیرہ۔

جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے روزے رکھے ہی نہیں کا مطلب یہ ہے کہ کامل روزے نہ رکھے جس سے پورا ثواب ملے۔ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ اس ترتیب سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا ثواب پورے مہینہ کے روزوں کا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ تین روزے چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ کو رکھے جائیں۔

”ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو“ یہ جملہ قرآن کریم کے تیس پارے بنانے کی اصل ہے۔ زمانہ نبویؐ میں قرآن کریم کی تقسیم سورتوں اور منزلوں پر تھی۔ رکوع اور پاروں پر نہ تھی۔ پھر خلافت عثمانیہ میں اس میں رکوع قائم کئے گئے کہ حضرت عثمان غنیؓ تراویح کی رکعتوں میں جس قدر تلاوت کر کے رکوع فرماتے اس کا نام رکوع رکھا گیا اور حاشیہ پر ”ع“ کا نشان لگایا گیا۔ تاکہ تراویح کا باقاعدہ رواج دینے والے جناب عمرؓ اور اس رواج کو دنیا میں پھیلانے والے حضرت عثمان غنیؓ کی طرف اشارہ ہو۔ تراویح روزانہ بیس رکعت ہوتی ہیں اور ستائیسویں شب کو ختم قرآن۔ اس

طرح قرآن پاک کے ۵۴۰ (پانچ سو چالیس) رکوع ہوئے۔ بہت عرصہ کے بعد قرآن پاک کے تیس پارے کئے گئے تاکہ روزانہ تلاوت کرنے والوں کو آسانی رہے اور حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر مہینہ ایک قرآن ختم کر لیا کریں۔ بعض حفاظ کو میں نے دیکھا ہے کہ اب بھی بیس رکعت تراویح میں بیس رکوع تلاوت کر کے ستائیسویں شب ختم قرآن کا اعزاز حاصل کرتے ہیں۔

عبداللہ ابن عمروؓ نے عرض کی مجھے زیادہ عبادت کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی اس ممانعت سے ان کے لئے اتنے نوافل اور روزے ناجائز ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ خوشامد کر کے زیادہ کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ اس سے جہاں حضور انور ﷺ کے خداداد اختیارات معلوم ہوئے وہاں صحابہ کرام کا شوق عبادت بھی ظاہر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل ہمیں بھی عبادت کا شوق عطا فرمائے۔ آمین

سات راتوں میں ختم قرآن کہ روزانہ فی بشوق کی ترتیب پر ایک منزل پڑھتا کہ ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہو۔ یاد رہے یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو حضرت عبداللہؓ جیسی طاقت رکھتے ہوں۔ کمزور لوگ مہینہ میں ختم کریں۔ اور زیادہ قوی لوگ ہفتہ سے بھی کم وقت میں ختم کر سکتے ہیں۔ جو مہینہ میں بھی ختم نہ کر سکے وہ بڑا محروم ہے۔ (مرأت وغیرہ)

حدیث نمبر :- ۸۶

اللہ کی حمد اور پھر صلوٰۃ و سلام کے بعد دعا قبول ہو جاتی ہے
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي وَالنَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ مَعَهُ فَلَمَّا
 جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى ثُمَّ الصَّلَاةَ عَلَى
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي فَقَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الصلوة علی النبی وفضلها)

ترجمہ :-

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم ﷺ اور
 حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب میں بیٹھا اور اللہ کی حمد سے ابتداء کی
 پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا پھر اپنے لئے دعا کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا مانگ
 لے دیا جائے گا۔ مانگ لے دیا جائے گا۔ (ترمذی)

تشریح :-

یہ حضرات نماز سے فارغ ہو کر مسجد ہی میں تشریف فرما تھے میں نوافل وغیرہ پڑھ رہا تھا
 کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ علیحدہ فرض نہیں پڑھتے تھے بلکہ جماعت سے پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ
 نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا سنت ہے۔

حدیث پاک سے چند ایک مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز۔ بعد دعا مانگنا سنت
 ہے۔ دوسرا یہ کہ دعا میں ترتیب یہ چاہئے کہ پہلے حمد الہی کرے۔ پھر درود شریف پڑھے پھر اپنے

گناہوں کی معافی مانگے پھر دُعا مانگے - شامی نے فرمایا کہ دورانِ دُعا بار بار درود شریف پڑھتا رہے - درودوں سے بھری ہوئی دُعا انشاء اللہ رد نہیں ہوتی -

ترمذی ، نسائی میں حضرت فضالہ ابن عبیدؓ روایت فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر کہا الہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما - رسول کریم ﷺ نے اس سے فرمایا اے نمازی تو نے جلدی کی جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ کی حمد کر جس کے وہ لائق ہے اور مجھ پر درود بھیج پھر دُعا کر - اس کے بعد دوسرے شخص نے نماز پڑھی اللہ کی حمد اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے نمازی مانگ قبول ہوگی - معلوم ہوا کہ رب دینے والا ہے اور اس کے حبیب دلوانے والے اور بانٹنے والے ہیں یا اس طرح کہو کہ رب سے مانگنا ہے تو حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانگو - لہذا حمد و صلوة کے بعد دُعا مانگی جائے - نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی دُعا بغیر حمد و صلوة قبول نہیں ہوتی - یہ دونوں دُعا کی قبولیت کی شرطیں ہیں

(مرأت)

غالباً اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے عامتہ المسلمین دُعا عموماً اس طرح شروع کرتے ہیں - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اور دُعا ختم کرتے ہوئے اس طرح درود شریف پڑھا جاتا ہے - وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ -

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ دُعا کے اول و وسط اور آخر میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے - علامہ فاسی نے دلائل الخیرات کی شرح میں لکھا ہے کہ علامہ شاطبی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنا قطعاً طور پر مقبول ہے اور جب

کوئی شخص درود شریف کے ساتھ کوئی دعائے مانگے گا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول کی جائے گی
نیز علامہ فاسی فرماتے ہیں کہ کل اعمال میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود لیکن
درود شریف صرف مقبول ہے مردود نہیں۔

(شرح مسلم ج (۱) صفحہ ۱۱۷۳)

حدیث نمبر :- ۸۷

حضرت اُمّ ہانیؓ کا حضور ﷺ کا جوٹھا پینے کے لئے روزہ توڑ دینا

عَنْ أُمِّ هَانِيٍّ قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتِحَ مَكَّةَ جَاءَتْ
فَاطِمَةُ فَجَلَسْتُ عَلَى يَسَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِيٍّ عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَتْ الْوَلِيدَةُ بِأَنَاءٍ فِيهِ
شَرَابٌ فَنَاوَلْتُهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ أُمُّ هَانِيٍّ فَشَرِبَتْ
مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ أَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً
فَقَالَ لَهَا أَكُنْتِ تَقْضِينَ شَيْئًا قَالَتْ لَا قَالَ فَلَا يَضُرُّكَ
إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي
رَوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَفِيهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَمَا إِنِّي كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ الصَّائِمُ الْمُتَطَوُّعُ أَمِيرُ نَفْسِهِ

اِنْ شَاءَ صَامَ وَ اِنْ شَاءَ اَفْطَرَ -

(مشکوٰۃ باب متفرق الصوم)

ترجمہ :-

حضرت اُمّ ہانیؓ سے روایت ہے 'فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہؓ آئیں اور رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور اُمّ ہانیؓ حضور ﷺ کے دائیں طرف تھیں تو ایک لونڈی ایک برتن لائی جس میں شربت تھا حضور ﷺ کو پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس سے پیا پھر اُمّ ہانیؓ کو دے دیا انہوں نے بھی پیا۔ پھر بولیں یا رسول اللہ ﷺ میں نے روزہ توڑ لیا ' میں تو روزہ دار تھی۔ تو فرمایا کہ کیا تم کوئی روزہ قضا کر رہی تھیں؟ بولیں نہیں فرمایا نفلی روزہ تھا تو تمہیں کچھ ضرر نہیں۔ ابو داؤد ترمذی دارمی اور احمد کی روایت میں اسی کی مثل ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ بولیں یا رسول اللہ ﷺ میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفلی روزہ دار اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ پورا کرے اگر چاہے افطار کرے۔

تشریح :-

غالباً مجلس کی یہ ترتیب حضور ﷺ کے حکم سے تھی۔ کیونکہ اُمّ ہانیؓ فاطمہ الزہراءؓ کی نند بھی تھیں اور پھوپھی بھی۔ عمر میں آپ سے بڑی تھیں اس لئے حضور ﷺ نے بائیں طرف بٹھایا اور اُمّ ہانیؓ کو دائیں طرف۔ اب بھی اجتماع کے موقعہ پر نشست گاہوں میں مرتبہ کے مطابق ترتیب چاہئے۔ غالباً یہ واقعہ اُمّ ہانیؓ کے گھر میں نہ ہوا کیونکہ اگر آپ کا گھر ہوتا تو آپ خود میزبانی کا شرف حاصل کرتیں۔ یہ واقعہ کسی دوسرے کے گھر ہوا ہوگا۔ خیال رہے حضرت

اُمّ ہانیٰ نے مکہ معظمہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔ (مرأت)

سنت یہ ہے کہ مجلس میں پانی وغیرہ کا برتن پہلے بزرگ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ پھر دہنی طرف دور چلے اگرچہ اس طرف چھوٹا آدمی یا بچہ ہی کیوں نہ ہو اور بائیں جانب اگرچہ بڑا آدمی ہو پھر بھی دہنی طرف سے دیا جائے۔ حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عزیز قرابت دار مرد و عورت ایک دوسرے کا جوٹھا پانی پی سکتے ہیں جن روایات میں ہے کہ عورت مرد کا جوٹھا نہ پیئے وہاں اجنبی لوگ مراد ہیں۔

سبحان اللہ حضرت اُمّ ہانیٰ کا کیا عجیب عمل ہے کہ پہلے آپ نے روزہ توڑا پھر مسئلہ پوچھا۔ ان کے نزدیک حضور ﷺ کا پس خوردہ تبرک پینا روزے سے افضل تھا۔ ان کے دل نے فتویٰ دیا کہ روزے کی قضاء یا کفارہ ادا کر لوں گی۔ مگر حضور ﷺ کا جوٹھا پھر کہاں ملے گا۔ عشق کے رنگ ہی نرالے ہیں۔

س نیست ایس باراں ازیں ابر شما
ہست باراں دیگر و دیگر شما

ترجمہ = یہ اس بادل کی بارش نہیں ہے۔ یہ بارش بھی اور ہے اور آسماں بھی دوسرا۔

”عشق کا مدرسہ ہی دوسرا ہے اور اس کے آسماں وزمین ہی کچھ اور ہیں“

حضور ﷺ نے حضرت اُمّ ہانیٰ کو گویا بتایا کہ اگر یہ روزہ نذریاً قضاے رمضان کا تھا تب تو اس کا توڑنا منع تھا۔ اور اگر محض نفلی تھا تو توڑنا بالکل جائز۔ اگرچہ اس کی قضاء واجب۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرید یا شاگرد اپنے پیر یا استاد کے تبرک کھانے کے لئے نفلی روزہ توڑ سکتا ہے۔ دعوت کی طرح یہ بھی روزہ توڑنے کا ایک عذر ہے۔

حدیث پاک کے ظاہری الفاظ سے حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ نفلی روزہ توڑ دینے سے قضاء واجب نہیں لیکن یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ یہاں گناہ کی نفی ہے نہ قضاء کی۔
امیر نفسہ کا مطلب یہ ہے کہ نفلی روزہ دار کسی موقعہ پر افطار بہتر سمجھے تو توڑ سکتا ہے
(مرآت)

حدیث نمبر :- ۸۸

سورة حشر کی آخری تین آیات کا درجہ اور ثواب

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِاللَّهِ
السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَرَأْتُ لِي آيَاتِ
مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ وَكَلَّ اللَّهُ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ
يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى يُمِيسَ وَإِنْ مَاتَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ
مَاتَ شَهِيدًا وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُمِيسُ كَانَ بِتِلْكَ
الْمَنْزِلَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا
حَدِيثٌ غَرِيبٌ - (مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ :-

حضرت معقل ابن یسارؓ وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو صبح کے وقت تین بار یہ کہہ لے کہ میں سننے والے ' جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے - پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر (70) ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا جو شام تک اسے دعائیں دیں گے اور اگر یہ اس دن مر جائے تو شہید کرے گا۔ اور او یہ چیزیں شام کے وقت پڑھ لے تو اسی درجہ میں ہوگا۔

(ترمذی دارمی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح :-

أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ یعنی میری بات سننے والے میرا درود لے جانے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ خیال رہے کہ اعوذ جملہ خبر ہے۔ بمعنی ائذنا یعنی اے اللہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔ تاکہ دن بھر وہ مردود مجھے بہکانہ سکے۔ عبادتوں میں دھیان بٹانہ سکے چونکہ سویرا زندگی کی دوکان کھلنے کا وقت ہے اس لئے خصوصیت سے اسی وقت یہ دعا پڑھوائی گئی۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي سَأَلَ فِي آخِر سُوْرَةِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ تک یہ آیات خالص حمد کی ہیں۔

یہاں فرشتوں کی دعا سے ان کی خصوصی دعائیں مراد ہیں ورنہ فرشتے عمومی دعائے مغفرت تو ہر مسلمان کے لئے کرتے رہتے ہیں اور شہید سے مراد شہادت حکمی ہے کہ بندہ اگرچہ

اپنے بستر پر مرے مگر قیامت میں اس کا شمار ان شہداء میں ہو جو راہِ خدا میں مارے گئے۔
 لغت میں صَبَاحِ آدھی رات سے زوال تک کو کہتے ہیں اور مَسَاءُ زوال سے اول
 نصف رات تک کو مگر اوراد و وظائف میں صبح صادق سے سورج نکلنے سے کچھ بعد تک ہے اور شام
 اس کے مقابل یعنی سورج چھپنے سے کچھ رات گئے یعنی وقتِ عشاء آنے سے پہلے تک۔

(مرقات)

نوٹ :- یہاں صرف حکم کردہ آیات تلاوت کرنا ہے۔ ترجمہ نہیں۔

حدیث نمبر :- ۸۹

کاتب لکھتے ہوئے رِ قلم کہاں رکھے

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ كَاتِبٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ صَنَحَ
 الْقَلَمَ عَلَى أُذُنِكَ فَإِنَّهُ أَذْكَرُ لِلْمَالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
 قَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَفِي أُسْنَادِهِ ضَعْفٌ

(مشکوٰۃ باب السلام)

ترجمہ :-

حضرت زید ابن ثابتؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے کاتب تھا۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ قلم اپنے کان پر رکھو کہ یہ انجام کو زیادہ یاد کرانے والا ہے۔

(ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد میں ضعف ہے)

تشریح :-

اگر کاتب قلم کو کان سے لگائے رکھے تو اسے وہ مقصد یاد رہے گا جو اسے لکھنا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ قلم داہنے کان پر رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں کوئی نہ کوئی تاثیر رکھی ہے۔ قلم کان میں لگانے کی یہ تاثیر ہے کہ اسے مضمون یاد رہتا ہے۔

یہ حدیث ابن عساکر نے بروایت حضرت انسؓ مرفوعاً نقل فرمائی اور جامع صغیر نے حضرت زید ابن ثابتؓ سے مرفوعاً نقل فرمائی ہے۔ بہر حال یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے لہذا اس کا متن صحیح ہے۔

(مرقات)

حضرت ابوالعلاء حضرمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے عامل تھے اور جب آپ ان کی طرف لکھتے تو اپنی ذات سے ابتداء کرتے۔

(ابوداؤد)

حضرت ابوالعلاء حضرمی کا نام عبد اللہ ہے حضرت موت کے باشندے تھے۔ حضور ﷺ کی طرف سے بحرین کے گورنر تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے ان کا عہدہ بحال رکھا چنانچہ آپ وفات تک اسی عہدہ پر رہے۔

یعنی حضرت علاء جب بحرین سے حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی عریضہ لکھتے تو پہلے

اپنا نام پھر مکتوب الیہ کا نام لکھتے تھے۔ کیونکہ یہی سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس کو خط لکھا تو لکھا۔

”وَإِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“

جب حضور ﷺ نے شاہ روم کو فرمان عالی لکھا تو اس طرح لکھا۔

”مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هَرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ“

خط لکھنے کا طریقہ اس طرح ہونا چاہئے کہ پہلے اپنا نام لکھا جائے پھر جس کو خط لکھنا ہے اس کا نام پھر کچھ القاب پھر سلام پھر مقصد کی تحریر لکھئے۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تحریر لکھے تو اس پر مٹی ڈالے کہ یہ ضرورت کو بہت پورا کرنے والی ہے۔

(ترمذی)

اس طرح کہ خط پر مٹی ڈالے یا خط کو مٹی پر ڈالے اس کے حروف بھی خشک ہو جائیں گے اور انشاء اللہ جس مقصد کے لئے خط لکھا گیا ہے اس مقصد میں بھی کامیابی ہوگی کہ مٹی ڈالنے میں عاجزی کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ کو عاجزی بڑی پیاری ہے۔

عجزِ کارِ انبیاء و اولیاء است

عاجزی محبوب درگاہِ خدا است

ترجمہ = عاجزی کرنا انبیاء اور اولیاء کا کام ہے اور عاجزی اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب)

پیاری ہے۔

لہذا اگر کسی کو کسی چیز کی درخواست دینا ہو تو یہ عمل کر کے درخواست دے انشاء اللہ کامیابی

ہوگی۔ بعض شارحین نے مٹی ڈالنے کی اور بھی تو جیہیں کی ہیں مگر حق یہ ہے کہ اس سے ظاہری معنی ہی مراد ہیں یعنی خط پر مٹی یا ریت چھڑک دینا۔
(مرأت)

حدیث نمبر :- ۹۰

حضرت عکرم بن ابو جہل کا ایمان لانا

عَنْ عِكْرَمَةَ ابْنِ أَبِي جَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جِئْتُهُ مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب المصافحة والمعانقة)

ترجمہ :-

حضرت عکرمہ ابن ابو جہلؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جس دن میں آپ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا خوش آمدید مہاجر سوار۔

تشریح :-

ابو جہل سے کون واقف نہیں۔ نام عمرو ابن ہشام قرشی مخزومی ہے لوگ اسے ابو الحکم کہتے تھے حضور ﷺ نے اس کا نام ابو جہل رکھا یعنی جہالت والا۔ یہ اس امت کا فرعون ہے اس کا بیٹا عکرمہ بھی حضور ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا۔ فتح مکہ کے دن یہ یمن بھاگ گیا بیوی

اُمّ حکیم بنت حارث پہلے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ایمان لائی پھر اپنے خاوند کے لئے امن لے کر یمن سے حضور اقدس کی خدمت میں لائی۔

جب عکرمہ مکہ آئے تو حضور انور ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو گئے۔ انہیں گلے لگایا اور اس وقت فرمایا 'خوش آمدید اے مہاجر سوار۔ خیال رہے کہ انہیں مہاجر کہنا اس معنی میں ہے کہ کفر یا دار کفر سے اسلام یا دار اسلام کی طرف انہوں نے ہجرت کی۔ عکرمہ کا ایمان ۸ھ میں ہوا اور آپ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ یعنی خلافت فاروقی میں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے اُمّ سلمہ سے فرمایا کہ میں نے ابو جہل کی ایک شاخ جنت میں دیکھی ہے۔ جب عکرمہ ایمان لائے تو فرمایا اے اُمّ سلمہ یہ ہے ابو جہل کی جنتی شاخ۔

آپ کا ایمان نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ہوا آپ جب قرآن پاک کھولتے تو کہتے اے میرے رب کے فرمان عالی شان - یہ کہہ کر اکثر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ (مرقات)

اشعتہ کے حاشیہ میں ہے کہ آپ یمن جانے کے لئے جدہ پہنچ گئے تھے کشتی میں سوار ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی پہنچ گئیں اور آپ کو اپنے دوپٹے سے اشارہ کیا آپ کشتی سے اتر آئے۔ بیوی نے آپ کو حضور ﷺ کے امان دہی کی خبر دی 'وہ بولے میں تو امان کے لائق ہی نہیں ہوں - میں بڑا مجرم ہوں وہ بولیں کہ حضور ﷺ کی رحمت تمہارے قصوروں سے زیادہ وسیع ہے ' تب آپ واپس آئے۔ جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے انہیں گلے لگا کر فرمایا کہ تم اب دار کفر سے دار السلام کی طرف آئے۔ عکرمہ یہ کرم کریمانہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۹۱

قیامِ تعظیمی کرانا منع ہے۔

عَنْ مَعْوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ الرَّجَالَ قِيَامًا فَلْيَتَّبِئْ مَقْعَدَهُ
مِنَ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ -

(مشکوٰۃ باب القیام)

ترجمہ :-

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے سر و قد کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔

(ترمذی ابوداؤد)

تشریح :-

یعنی جو کوئی اپنے لئے قیامِ تعظیمی کرانا چاہے اس کے لئے کھڑے نہ ہوں یا اس طرح کھڑا ہونا منع ہے کہ مخدوم بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوں اور یہ عمل تکبر و غرور کے لئے ہو۔ ضرورتاً نہ ہو اس صورت میں سخت ممنوع ہے۔

عالمِ دین کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یوں ہی عادل حاکم کے سامنے کھڑا ہونا خصوصاً مقدمہ والوں کا اور استاد کے سامنے شاگرد کا کھڑا ہونا مستحب ہے اگرچہ یہ حضرات

بیٹھے ہوئے ہوں اور شاگردو غیرہ کھڑے ہوں۔ (مرقات)

ہاں محدود میں کاتکبر اُخدا م کو کھڑا کرنا خود بیٹھے رہنا یہ ممنوع ہے اور یہاں یہی مراد ہے

(اشعۃ)

اس قسم کی تعظیم کو پسند کرنا یا لوگوں کو ایسی تعظیم کا اپنے لئے حکم دینا جہنمی ہونے کا سبب

(مرآت)

ہے اور تکبر جہنم کا راستہ ہے۔

حدیث نمبر :- ۹۶

خوشامدی قصیدہ پڑھ کر انعام لینا

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُخْرَجَ قَوْمٌ يَا كُلُّونَ بِالسِّنْتِهِمْ كَمَا تَأْكُلُ الْبَقْرَةُ بِالسِّنْتِهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ

(مشکوٰۃ باب البیان والشعر)

ترجمہ :-

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ ایسی قوم نکلے گی جو اپنی زبانوں سے اُسے کھائے گی جیسے

(احمد)

گائیں اپنی زبانوں سے کھاتی ہیں۔

تشریح :-

یعنی ان کا ذریعہ معاش یہی ہوگا کہ کسی کی خوشامدانہ جھوٹی تعریف میں قصیدہ کہہ دیا اور انعام حاصل کر لیا کسی کے دشمن کی برائی میں نظم کہہ ڈالی اور کچھ وصول کر لیا لوگوں کو فصیح و بلیغ جھوٹے کلام سنائے ' چندہ کر لیا یعنی صرف زبان سے کمائی کریں گے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے شعراء کا دستور تھا وہی پھر ہو جائے گا - نعت خواں ' نعت گو علماء اور واعظین اس میں داخل نہیں بشرطیکہ باعمل ہوں - حلال و حرام آمدنی میں فرق کریں - (مرآت)

حدیث نمبر :- ۹۳

کلام سے متعلقہ فرمان عالی

عَنْ صَخْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ
مِنَ الْبَيَانَ سِحْرًا وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا وَإِنَّ مِنَ
الشِّعْرِ حُكْمًا وَإِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(مشکوٰۃ باب البیان والشعر)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت صحیح بن عبداللہ ابن بریدہ سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ بعض بیان جاہلو ہیں اور بعض علم جہالت ہے اور بعض شعر حکمت ہیں اور بعض کلام وبال ہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح :-

بریدہ اسلمی مشہور صحابی ہیں ان کے فرزند عبداللہ ابن بریدہ تابعی ہیں۔ مرو کے قاضی رہے۔ ان کے بھائی سلیمان ابن بریدہ ان سے زیادہ عالم و متقی تھے۔ صحرا ابن عبداللہ بھی تابعی ہیں ان کا لقب مروزی ہے۔ انہوں نے اپنے دادا حضرت بریدہ سے ملاقات کی ہے۔ حضرت بریدہ غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے مگر اس غزوہ میں شریک نہ ہوئے۔ بیعت رضوان میں حاضر تھے مدینہ کے رہنے والے تھے۔ پھر بصرہ اور خراسان میں رہے یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں مقام مرو میں ۶۲ھ میں وفات پائی۔ وہاں ہی دفن ہوئے آپ سے بہت لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔

فرمانِ پاک ہے کہ بعض علم جہالت ہیں یعنی غیر ضروری چیزیں سیکھنا، ضروری چیزیں نہ سیکھنا جہالت ہے۔ یوں ہی جو علم رب تک نہ پہنچائے وہ جہالت ہے۔ بعض لوگ بجائے علم دین کے فلسفہ، منطق اور ریاضی میں عمر صرف کر دیتے ہیں یہ جہالت ہے۔ اسی طرح ایسا علم جس پر عمل نہ ہو جہالت ہے یا علم کا دعویٰ ہو مگر علم نہ ہو۔ یہ جہالت مرکبہ ہے۔ جس علم کے ساتھ عقل یا معرفت نہ ہو وہ جہالت ہے۔

بعض علماء نے بہت سے علوم اشعار میں بیان کر دئے ہیں ایک بزرگ نے سارے قرآن مجید کی تفسیر پنجابی اشعار میں لکھی۔ اسی طرح تفسیر سورۃ یوسف نظم میں بہت لوگوں نے لکھی یہ اشعار حکمت ہیں ان سے علم کی اشاعت بہت ہوتی ہے۔

فرمانِ پاک کا آخری حصہ کہ بعض کلام و بال ہیں یعنی یا تو کہنے والے پر وبال کہ اپنے کلام سے پکڑا جائے یا سننے والے پر وبال کہ وہ اکتا جائے مگر یہ ختم ہی نہ کرے یا وہ سمجھے نہیں اور یہ کہے جائے۔
(مرأت)

حدیث نمبر :- ۹۴

قیامت میں لوگوں میں کون برا ہوگا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُونَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا لُجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هُوَ لَاءٌ بِوَجْهِهِ وَهُوَ لَاءٌ بِوَجْهِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب حفظ اللسان والغيبة ولشتم)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بدترین لوگوں میں سے دو منہ والے لوگوں کو پاؤ گے جو ان کے پاس اور منہ سے جائے اور ان کے پاس اور منہ سے جائے۔
(بخاری و مسلم)

تشریح :-

یعنی بدترین بندہ منافق یا چغل خور ہے جو لوگوں میں لڑائی کرانے کے لئے ایک

جماعت کے پاس اس کا خیر خواہ بن کر جائے۔ اور دوسری جماعت سے انہیں بھڑکائے دوسری جماعت کے پاس ان کا خیر خواہ بن جائے۔ انہیں بھڑکائے اور لڑائی کرائے۔ خدا کی پناہ یہ عیب فی زمانہ لوگوں میں بہت زیادہ ہے اس سے توبہ کرنی چاہئے اس کا انجام دو طرفہ شرمندگی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ شیخ سعدی نے ان کا انجام یوں فرمایا۔

سے کندہ اس و آں خوش دگر بارہ دل
ولے اندر میاں کور بخت و نخل

ترجمہ = وہ دونوں مل جائیں گے یہ دو طرفہ رو سیاہ ہوگا۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۹۵

حضور ﷺ کا ایک شخص کے ساتھ وعدہ فرمانا

عَنْ أَبِي جَحِيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْيَضَ قَدْ شَابَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ وَآمَرَ لَنَا بِثَلَاثَةِ عَشَرَ قَلُوصًا فَذَهَبًا نَقِبُضُهَا فَأَتَانَا مَوْتُهُ فَلَمْ يُعْطُونَا شَيْئًا فَلَمَّا قَامَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ مَنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّةٌ فَلْيَجِئْ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَأَخْبَرْتُهُ فَأَمَرَ لَنَا بِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الوعد)

ترجمہ :-

حضرت ابو حنیفہؒ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگت والا دیکھا کہ بڑھاپا آ گیا تھا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے ہم شکل تھے اور ہمارے لئے 13 اونٹنیوں کا حکم جاری فرمایا۔ ہم قبضہ کرنے گئے تو ہم کو آپ کی وفات کی خبر پہنچ گئی۔ لوگوں نے ہمیں کچھ نہ کہا۔ پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس کا کوئی وعدہ ہو وہ آئے۔ میں آپ کے پاس گیا اور آپ کو یہ خبر دی تو آپ نے ہمارے لئے ان کو حکم دیا۔ (ترمذی)

تشریح :-

حدیث پاک کے راوی حضرت ابو حنیفہؒ کا نام وہب ابن عبد اللہ اور کنیت ابو حنیفہ ہے آپ نے لڑکپن میں حضور ﷺ سے ملاقات کی 'کوفہ میں قیام رہا حضرت علیؑ نے آپ کو وزیر خزانہ بنایا آپ کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل رہے اور کوفہ میں 74ھ کو وفات پائی۔ وہاں ہی مزار مقدس ہے۔ راوی کے بقول بڑھاپے سے مراد سفید مائل بسرخی خالص سفید مراد نہیں 'سر مبارک اور ڈاڑھی شریف میں بیس بال شریف سفید ہوئے جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

سر سے ناف تک حضرت حسنؑ حضور ﷺ کے ہم شکل تھے اور ناف سے قدم تک حضرت حسینؑ حضور ﷺ کے ہم شکل تھے۔ اور سر تا پا یعنی پاؤں سے سر تک جناب فاطمہ الزہراءؑ ہم شکل مصطفیٰ تھیں۔ اسی لئے حضرت امیر معاویہؓ امام حسنؑ کو اپنے تخت پر

بٹھاتے تھے۔ اور آپ کا انتہائی احترام فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہم شکل رسول آل رسول ﷺ ہیں۔

حضرت ابو جحیفہ فرما رہے ہیں کہ ہماری قوم کے لئے حضور ﷺ نے تیرہ اونٹنیاں لے لینے کا حکم فرمایا۔ مدینے منورہ سے کچھ دور جہاں حضور ﷺ کی وفات کی خبر پھیل گئی۔ اور جو اصطلب کے منتظم تھے انہوں نے ہم کو یہ اونٹنیاں نہ دیں۔ حضور ﷺ کی طرف سے ہبہ تو ہو گیا مگر ابھی قبضہ نہ ہوا تھا اور ہبہ بغیر قبضہ مکمل نہیں ہوتا۔ اس لئے انہوں نے اپنے قبضہ کرانے کا حق نہ تھا۔ پھر جس وقت خلافت کا معاملہ نکلا، انہوں نے حضور ﷺ کے پاس آپ نے اعلان فرمایا کہ جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہو وہ آئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ان اونٹیوں پر قبضہ کر لینے کا حکم جاری فرمایا۔ خیال رہے کہ بہت سے وعدے اکیلے میں کئے جاتے ہیں جن پر گواہ کم ہوتے ہیں اگر جناب صدیق اکبرؓ گواہی کی قید لگاتے تو حضور ﷺ کے بہت سے وعدے پورے نہ ہو سکتے۔ اس لئے بغیر گواہ وعدے جاری فرمائے۔ نیز صحابہ کرامؓ سارے کے سارے عادل ہیں وہاں جھوٹ کا احتمال ہی نہیں۔

(مرآت و مرقات)

حدیث نمبر :- ۹۶

وعدہ کرنے کے احکام

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَفِيَّ لَهُ فَلَمْ يَفِ وَ
لَمْ يَجِي لِلْمِيعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ - باب الوعد)

ترجمہ :-

حضرت زید ابن ارقم سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں جب کوئی شخص
اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اسے پورا کرنے کی نیت ہو پھر پورا نہ کر سکے تو اس پر گناہ نہیں۔
(ابوداؤد ترمذی)

تشریح :-

جائز وعدہ پورا کرنا عام علماء کے نزدیک مستحب ہے اور وعدہ خلافی مکروہ۔ بعض علماء
کے نزدیک وعدہ پورا کرنا واجب ہے۔ وعدہ خلافی حرام ہے یہ حدیث ان حضرات کی ہی دلیل
ہے۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر وعدہ کرنے والا پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر کسی عذریہ
مجبوری کی وجہ سے پورا نہ کر سکے تو وہ گنہگار نہیں یوں ہی اگر کسی کی نیت وعدہ خلافی کی ہو مگر اتفاقاً
پورا کر دے تو گنہگار ہے اس بد نیتی کی وجہ سے۔ ہر وعدہ میں نیت کو بڑا دخل ہے۔

(مرآت)



حدیث نمبر :- ۹۷

پرندے رکھنا یا پالنے کا حکم

عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِيُخَائِطَنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخِي لِي صَغِيرٍ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا
فَعَلَ التُّغَيْرُ كَانَ لَهُ نُغَيْرٌ يُلْعَبُ بِهِ فَمَاتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب المزاج)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہم میں گھلے ملے رہتے
تھے۔ حتیٰ کہ میرے بھائی سے کہتے تھے اے ابوعمیر! چڑیا کیا ہوئی؟ اُن کی ایک چڑیا تھی
جس سے وہ کھیلتے تھے وہ مر گئی۔
(بخاری و مسلم)

تشریح :-

بعض روایات میں لفظ لِيُخَائِطُنَا ہے یعنی ہم سے کلام فرماتے تھے۔ ابوعمیرؓ
حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی تھے ان کے باپ کا نام زید ابن سہیل تھا کنیت ابوطلحہ تھی
ابوعمیر کا نام کبشہ تھا۔
(مرقات)

بعض شریعہ میں نے فرمایا ہے کہ نُغَيْرٌ بَلْبَلٌ کا نام ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ کوئی اور چڑیا
تھی جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان حضرت ابوعمیرؓ کو تسکین دینے یا

ان کا دل بہلانے کے لئے تھا۔

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے -

۱- چڑیا پالنا اُسے پنجرے میں رکھنا اس سے بچوں کا کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے دانہ پانی اور آرام کا خیال رکھا جائے۔

۲- حرمِ مدینہ میں شکار کرنا درست ہے ورنہ چڑیا کا پنجرہ میں رکھنا بھی حرام ہوتا جیسا کہ حرمِ مکہ کا حال ہے کہ وہاں نہ تو شکار کرنا درست نہ ہی شکار کو پنجرہ وغیرہ میں رکھنا درست ہے۔

۳- معلوم بات کا پوچھنا کسی اچھے مقصد کے لئے درست ہے حضور ﷺ کو خبر تھی کہ چڑیا مرگئی پھر بھی پوچھ رہے ہیں کہ چڑیا کا کیا ہوا؟

۴- بچوں سے خوش طبعی کرنا ان کا دل بہلانے کے لئے جائز ہے۔

۵- ہم وزن نام بولنا درست ہے جیسے حضور انور ﷺ نے فرمایا ابو عمیر - نُغیر - خیال رہے کبوتر پالنا درست ہے کبوتر بازی حرام ہے۔

حدیث نمبر :- ۹۸

ایک بڑھیا سے حضور ﷺ کا مذاق کرنا

کہ کوئی بوڑھا جنت میں نہ جائے گا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

قَالَ لِامْرَأَةٍ عَجُوزٍ إِنَّهُ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوزٌ فَقَالَتْ وَ
 مَا لِهِنَّ وَكَأَنْتِ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَقَالَ لَهَا مَا تَقْرَيْنِ
 الْقُرْآنَ إِنَّا أَنْشَأْنَا هُنَّ أَنْشَاءً فَجَعَلْنَا هُنَّ أَبْكَارًا رَوَاهُ
 رَزِينٌ وَفِي شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيحِ

(مشکوٰۃ باب المزاج)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ تحقیق نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھی
 عورت سے فرمایا کہ جنت میں بوڑھی نہ جائے گی۔ وہ بولی ان کا کیا بنے گا وہ قرآن پڑھتی تھیں؟
 فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتیں؟ کہ ہم انہیں پیدا کریں گے دوبارہ پیدائش تو انہیں کنواریاں بنا
 دیں گے۔ (رزین اور شرح سنہ میں مصابیح کے لفظ سے ہے)

تشریح :-

ان بی بی صاحبہ نے حضور ﷺ سے جنت کی دعا کرائی تب آپ ﷺ نے فرمایا
 کہ بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی یہ عرض کرنے والی بی بی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب
 ہیں۔ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت زبیر ابن عوامؓ کی والدہ - یہ واقعہ دوبارہ ہوا ہے ایک دفعہ
 حضرت صفیہؓ سے یہ فرمایا تھا اور دوسری بار کسی اور بی بی رضی اللہ عنہما سے یہ معلوم نہیں کہ یہ کس

واقعہ کا ذکر ہے۔

(مرقات)

بوڑھی عورت نے کہا کیا بوڑھی عورتیں جو مومنہ صالحہ ہوتی ہیں پھر بھی اگر وہ جنت میں نہ جائیں تو کہاں جائیں گی؟ انہوں نے بہت مایوسی اور تعجب سے یہ سوال کیا۔ یعنی وہ بی بی صاحبہ قرآن مجید کی عالمہ نہایت ذکیہ صاحبہ فہم تھیں۔ تب ہی انہوں نے حضور انور ﷺ سے یہ سوال کیا تھا۔

یعنی جب وہ بوڑھی عورتیں جنت میں جانے لگیں گی تو بوڑھی نہ رہیں گی بلکہ نوجوان بنا دی جائیں گی۔ اور ہمیشہ کنواریاں رہیں گی۔ لہذا ہم ذات کی نفی نہیں کرتے، صفت بڑھاپے کی نفی فرماتے ہیں جنتی عورتوں کی عمر تیس یا تینتیس (30 - 33) سال ہوگی یہی عمر ہمیشہ رہے گی۔ بعض مفسرین نے اِنْشَاْنَا هُنَّ کی ضمیر حوروں کی طرف راجع کی ہے۔ مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی ساری عورتیں خواہ حوریں ہوں یا دنیا کی بیویاں سب کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے اور سب کی عمر یہی ہے۔

(مرآت)

حدیث نمبر :- ۹۹

مسلمان کی خیر خواہی کرنا

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَا يَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب الشفقة و الرحمة على الخلق)

ترجمہ :-

حضرت جریر ابن عبد اللہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔
(بخاری و مسلم)

تشریح :-

حضور ﷺ اپنے صحابہؓ سے ایمان و تقویٰ پر بھی بیعت لیتے تھے اور نیک اعمال پر بھی یعنی میری معرفت اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کرو کہ ہم نیک اعمال کریں گے گناہوں سے بچیں گے بیعت کی بہت سی اقسام ہیں یہاں بیعتِ اعمال مراد ہے۔

ایک بار حضرت جریرؓ نے ایک شخص سے گھوڑا تین سو درہم میں خریدا - سو داٹے ہو جانے پر فرمایا کہ تیرا گھوڑا زیادہ قیمت کا ہے - اچھا چار سو درہم دوں گا، پھر کہا نہیں پانچ سو دوں گا حتیٰ کہ آٹھ سو درہم تک بڑھا کر خرید لیا - گھوڑا دینے والا حیران ہو کر بولا حضرت یہ کیا؟ فرمایا میں نے حضور ﷺ سے بیعت کی ہے کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا - یہ اس بیعت پر عمل ہے
(مرقات)



حدیث نمبر :- ۱۰۰

غیبت کے متعلقہ ضروری احکام

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ
اغْتَيْبَ عِنْدَهُ أَخُوهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى نَصْرِهِ
فَنَصَرَهُ نَصَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَإِنْ لَمْ يَنْصُرْهُ
وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى نَصْرِهِ آذَرَ كَهُ اللَّهُ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ

(مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق)

ترجمہ :-

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی فرمایا جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد پر قادر ہو پھر وہ اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں مدد کرے گا۔ لیکن اگر مدد پر قادر ہوتے ہوئے اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس جرم پر اسے دنیا و آخرت میں پکڑے گا۔ (شرح سنہ)

تشریح :-

یعنی اس کے سامنے کسی مسلمان کی غیبت کی جائے خواہ وہ اس کا عزیز ہو یا اجنبی ہو۔

دونوں صورتوں میں اس کی مدد کرے۔ مدد اس طرح کرے کہ کہ غیبت کرنے والے کو غیبت سے روک دے یا اس طرح کہ ان کی غیبت کا جواب دے دے۔ یا پھر اس طرح کہ اس غائب شخص کے اوصاف بیان کر دے۔ اسے بدنامی سے بچا کر نیک نام کر دے۔ آج کل لوگ غیبت سنتے رہتے ہیں پھر اس غائب شخص کو آ کر بتاتے ہیں کہ تجھے فلاں شخص نے یہ کہا تھا۔ یہ ممنوع ہے کہ اس صورت میں اس کے دل کو تکلیف اس نے پہنچائی۔ غیبت کرنے والوں نے تیر چلایا بتانے والے نے وہ تیر اس تک پہنچایا یا اس کے جسم کو چھو یا۔

دفاع کرنے والے نے اللہ کے بندے کی پس پشت مدد کی، محض اللہ کے لئے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا بدلہ خود دیتا ہے۔ دنیاوی آفات، اخروی مصیبتوں سے بچانا اللہ کی بڑی ہی مہربانی ہے۔

اور جو کوئی قدرت کے باوجود کسی مسلمان بھائی کی عزت و آبرو نہ بچائے بلکہ تذلیل کرنے والوں کے ساتھ شریک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کا بدلہ خود لے گا کہ اسے دنیا و آخرت میں ذلیل کرے گا۔ جب اس پر کوئی آفت آئے گی تو اسے دُور نہ کرے گا۔
(مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۰۱

اللہ کی راہ میں محبت کرنے والوں کا انجام
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
 فِي الْجَنَّةِ لَعَمْدًا مِنْ يَاقُوتٍ عَلَيْهَا عَلَيْهِ غُرْفٌ مِنْ
 زَبْرُجَدٍ لَهَا أَبْوَابٌ مُفْتَحَةٌ تُضِيءُ كَمَا يُضِيءُ الْكُوكَبُ
 الدَّرِّيُّ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ يَسْكُنُهَا قَالَ
 الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ وَالْمُتَجَالِسُونَ فِي اللَّهِ وَالْمُتَلَا
 قُونَ فِي اللَّهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ

(مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ و من اللہ)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا
 تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں یاقوت کے کچھ ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالا
 خانے ہیں۔ ان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں ' ایسے چمکتے ہیں جیسے روشن ستارہ چمکتا ہے۔ صحابہؓ
 نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان میں کون رہے گا۔ فرمایا اللہ کی راہ میں محبت کرنے والے
 اللہ کی راہ میں مل بیٹھنے والے ' اللہ کی راہ میں ملاقاتیں کرنے والے۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

تشریح :-

سجان اللہ ستون یاقوت کے اور بالا خانے زبرجد کے بہت ہی شاندار ہونگے لفظ

غرف جمع ہے غرفہ کی بمعنی بالا خانہ ، کھڑکی کو غرفہ کہنا مجازاً ہے کہ اکثر وہ بھی بالا خانہ میں ہوتی ہے۔

یہ جگہ تو صرف محبت فی سبیل اللہ کی جزاء ہے اس محبت فی سبیل اللہ سے جو اچھے نتیجے نکلتے ہیں ان کے ثواب الگ ہیں۔

یعنی ان بالا خانوں میں اللہ کی راہ میں محبت کرنے والے ، اللہ کی راہ میں مل بیٹھنے والے ، اللہ کی راہ میں ملاقاتیں کرنے والے ، ان تینوں کاموں میں سے ایک کام کرنے والے یا تینوں کام کرنے والے ہونگے۔

اہل اللہ سے محبت عقیدت اور بیعت کرنا ان پر جانثار کرنا عرف عام میں جس کو پیری مریدی کا نام دیا جاتا ہے وہ بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں بشرطیکہ دنیاوی اغراض و آلائش سے پاک ہو۔
(مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۰۲

لوگوں میں صلح کرانے کی اہمیت

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصَّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلَاةِ قَالَ قُلْنَا بَلَى قَالَ إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ -

(مشکوٰۃ باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباء العورات)

ترجمہ :-

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں روزے 'صدقہ اور نماز سے بڑھ کر درجہ والی چیز نہ بتاؤں؟ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا آپس کے معاملہ کی درستی اور آپس کے معاملہ کا بگاڑ وہ ہی موٹا دینے والی ہے۔ (ابوداؤد 'ترمذی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے)

تشریح :-

یعنی وہ چیز جو درجہ میں یا ثواب میں ان مذکورہ عبادات سے بڑھ کر ہو۔ یہاں عطف اعلیٰ کا ادنیٰ پر ہے اس لئے نماز کا ذکر بعد میں فرمایا ورنہ نماز روزہ اور صدقہ سے افضل ہے یا داؤد جمع کے لئے ہے یعنی وہ کام ان تینوں کے مجموعہ سے افضل ہے۔ یہاں نفلی روزے 'نفلی صدقہ' نفلی نماز مراد ہے نہ کہ فرضی۔ (مرقات)

ذات کے معنی والی اور بین بمعنی درمیان تو ذات بین کے معنی ہوئے آپس والی چیز معاملات یا محبت والے تعلقات بعض شارحین نے فرمایا کہ ذات بین سے مراد ہے آپس کی دشمنی و عداوت اور ترک تعلقات اصلاح سے مراد ہے ان کو دور کر دینا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ

آیت کریمہ اس حدیث مبارکہ کی تائید کرتی ہے۔

یعنی مسلمانوں کے آپس کے تعلقات خراب کر دینا ان میں دشمنی ڈال دینا بھلائیوں
 تو ابوں کو فنا کر دینے والی چیز ہے اس کی نحوست سے انسان روزہ نماز کی لذت بلکہ خود روزے نماز
 وغیرہ دیگر عبادات سے محروم ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ کیسی پیاری تشبیہ ہے جس طرح آسترہ سر
 کے بالوں کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے ایسے ہی یہ حرکت نیکیوں کو جڑ سے اڑا دیتی ہے۔
 مولانا فرماتے ہیں۔

ح تاتوانی پامنہ اندر فراق
 ابغض الاشياء عندی الطلاق

یہ حدیث اسنادوں اور مختلف الفاظ سے مروی ہے چنانچہ طبرانی اور بزار نے روایت کی
 کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ لوگوں میں صلح کراؤ اس صلح کرانے میں جو کچھ تم بولو گے اس کے
 ہر حرف کے بدلے غلام آزاد کرنے کا ثواب پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمہاری اصلاح فرمائے گا
 تمہارے سارے گناہ بخش دے گا۔

(مرقات)

حدیث نمبر :- ۱۰۳

قیامت کے دن عقل کے مطابق ہی بدلہ ملے گا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُونُ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ

وَالزَّكَاةَ وَالْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ حَتَّى ذَكَرَ سِهَامَ الْخَيْرِ كُلِّهَا
 وَمَا يَجْزِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي
 شُعْبِ الْإِيمَانِ

(مشکوٰۃ باب الحذر ولثا فی الامور)

ترجمہ :-

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص نماز، روزے، زکوٰۃ اور عمرہ کرنے والوں میں سے ہوتا ہے حتیٰ کہ حضور ﷺ نے نیکی کی ساری اقسام بیان فرمائیں مگر قیامت میں اپنی عقل کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح :-

یعنی جہاد، تبلیغ، تعمیر مساجد وغیرہ تمام نیکیوں کا نام لیا کہ بعض لوگ یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر ثواب کم پاتے ہیں۔ چنانچہ بے وقوفوں کو ان نیکیوں کا ثواب کم ملتا ہے عقلمندوں کو زیادہ۔ جہاں مسجد کی ضرورت نہ ہو وہاں دس بیس مسجدیں بنوادینے کا ثواب کم، بلکہ بالکل ہی نہ ملے گا اور اگر وہاں پانی کی کمی ہو وہاں ایک کنواں کھدوادینے کا ثواب ان مسجدوں سے زیادہ ہوگا۔ مفتی احمد یار لکھتے ہیں کہ۔

لطیفہ :- پٹنہ کے ایک بزرگ ہر پانچ قدم پر دو نفل پڑھتے ہوئے پیدل حج کو جا رہے تھے دس سال میں وہ گجرات پہنچے۔ اگر وہ ہوائی جہاز سے مکہ مکرمہ پہنچ جاتے اور اتنے دن وہاں رہ

کر نوافل پڑھتے تو فی رکعت ایک لاکھ کا ثواب پاتے۔ (مرأت)
 اسی طرح شیخ سعدی بوستان میں ایک حکایت لکھتے ہیں 'فرماتے ہیں کہ ایک شخص
 حج پر جاتے ہوئے ہر رکعت پر دو گانہ ادا کرتا تھا۔ ایک صاحب دل نے دیکھا تو فرمایا۔

سہ بہ احسانے آسودہ کردن دله

بہ از الف رکعت بہر منزله

ترجمہ = کسی پر احسان کر کے دل خوش کرنا ہزار رکعت سے بہتر ہے۔

حدیث نمبر :- ۱۰۴

عقل کی دو اقسام ہیں

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَا ذَرٍّ لَا عَقْلَ كَالْتُدُّ بَيْرٌ وَلَا وَرَعٌ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبٌ كَحُسْنِ الْخُلُقِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ

(مشکوٰۃ باب الحذر والثافی فی الامور)

ترجمہ :-

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا اے ابو ذر! تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں اور بچنے جیسا کوئی تقویٰ نہیں۔ اور اچھے اخلاق جیسا

(بیہقی فی شعب الایمان)

کوئی نسب نہیں۔

تشریح :-

عقل دو قسم کی ہوتی ہے عقل مطبوع اور عقل مسموع - تدبیر سے مراد عقل مسموع ہے کہ اس کے بغیر عقل مطبوع بے کار ہے ہاں عقل مسموع کبھی عقل مطبوع کے بغیر مفید ہو جاتی ہے عقل مطبوع وہ ہے جو فطری طور پر یا تجربہ یا عقل کے ذریعہ حاصل ہو اور عقل مسموع وہ ہے جو حضور ﷺ کی تعلیم سے حاصل ہو عقل مطبوع دنیاوی انجام کو معلوم کر لیتی ہے اور عقل مسموع اخروی انجام کا پتہ چلاتی ہے۔ عقل مطبوع کے ساتھ جب عقل مسموع شامل ہو تو مفید ہے۔

(مرقات)

تقویٰ کے دو رکن ہیں اچھے کام کرنا اور برے کاموں سے بچنا مگر اس کا رکن اعلیٰ برے کاموں سے بچنا ہے۔ عبادات آسان ہیں مگر محرمات سے پرہیز برے معاملات سے بچنا بہت ہی مشکل ہے بعض کے نزدیک ورع اور تقویٰ ایک ہی چیز ہے بعض کے نزدیک محرمات سے بچنا تقویٰ ہے اور شبہ کی چیز سے بچنا ورع یا فرائض پر عمل تقویٰ ہے سنت و مستحب پر عمل ورع۔ خیال رہے نیکیاں گویا روحانی دوائیں ہیں اور گناہوں سے بچنا گویا روحانی پرہیز دوا بغیر پرہیز مفید نہیں ہوتی۔

(اشعۃ)

حدیث پاک کا آخری حصہ یعنی اچھے اخلاق جیسا کوئی نسب نہیں۔ لغت میں حسب بمعنی نسب ہے یا باپ کی طرف سے نسب اور ماں کی طرف سے حسب۔ مگر یہاں اس سے مراد شرافت ہے۔ یعنی شرافت صرف نسب سے نہیں بلکہ اچھے اخلاق اچھے اعمال سے ہے۔

رب فرماتا ہے - اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ (تم میں سے اللہ کے

نزدیک زیادہ عزت والا وہ جو تم میں سے زیادہ متقی ہے) اچھی عادت میں عبادات معاملات بلکہ ایمان و عرفان سب ہی داخل ہیں کوئی شخص کتنی ہی تواضع کرے خوش اخلاق نہیں جس نے اللہ و رسول ﷺ سے بگاڑ لی جو انہیں راضی نہ کر سکا وہ خوش اخلاق کہاں سے آیا ہے یہ بات خوب یاد رکھو۔
(مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۰۵

خوشحالی کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْإِقْتِصَادُ فِي النِّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيشَةِ وَالتَّوَدُّ إِلَى
النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ
رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

(مشکوٰۃ باب الحذر والثأفي في الامور)

ترجمہ :-

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خرچ میں میاں نہ روی آدمی زندگی ہے اور لوگوں سے محبت کرنا آدمی عقل ہے اور اچھا سوال آدھا علم ہے۔
(بیہقی فی شعب الایمان)

تشریح :-

سبحان اللہ عجیب فرمانِ عالی ہے خوشحالی کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے کمانا اور خرچ کرنا مگر ان دونوں میں بہت ہی کمال ہے۔ کمانا سب جانتے ہیں خرچ کرنا کوئی کوئی جانتا ہے۔ جسے خرچ کرنے کا سلیقہ آ گیا وہ انشاء اللہ ہمیشہ خوش رہے گا۔ یہاں لفظ مَعِيشَةً مصدر ہے بمعنی عیش کی زندگانی۔

عقل کے سارے کام ایک طرف ہیں اور لوگوں سے محبت کر کے انہیں اپنا بنا لینا ایک طرف۔ لوگوں کی محبت سے دینی دنیاوی ہزاروں کام نکلتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کر لو پھر انہیں غازی ' حاجی ' نمازی بنا دو۔ مگر خیال رہے کہ لوگوں کی محبت حاصل کرنے کے لئے اللہ و رسول ﷺ کو ناراض نہ کر لینا بلکہ لوگوں سے محبت اللہ و رسول ﷺ کی رضا کے لئے ہونی چاہئے۔

حدیث پاک کا آخری حصہ یعنی اچھا سوال آدھا علم ہے۔ یعنی علم و تعلیم میں دو چیزیں ہوتی ہیں شاگرد کا سوال استاد کا جواب۔ ان دونوں سے مل کر علم کی تکمیل ہوتی ہے۔ اگر شاگرد سوال اچھے کرے گا جواب بھی اچھا پائے گا ایک استاد اپنے شاگرد سے کہتے تھے کہ میں اور تم مل کر علم کا نصاب ہیں۔ حافظ قرآن تم ہو مفسر قرآن میں۔ سائل تم ہو جواب دینے والا میں ہوں۔

(مرقات)

ذہن طالب علم اچھے سوال کر کے علم کی باریکیاں حاصل کر لیتا ہے۔

(مرات)

حدیث نمبر :- ۱۰۶

نرمی اور سختی کی عجیب شرح

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعَنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رَوَايَةٍ لَهُ قَالَ لِعَائِشَةَ عَلَيْكَ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكَ وَالْعَنْفِ وَالْفُحْشِ إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ

(مشکوٰۃ باب الرفق والحياء وحسن الخلق)

ترجمہ :-

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا ہے نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ عطا فرماتا ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا جو اس کے ماسواہو (مسلم) اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا تم نرمی اختیار کرو اور سختی اور بدگمانی سے بچو۔ کسی چیز میں نرمی نہیں ہوتی مگر اسے اچھا کر دیتی ہے اور کسی چیز سے (نرمی) نہیں نکالی جاتی مگر اسے عیب ناک کر دیتی ہے

تشریح :-

اللہ تعالیٰ رفیق یعنی رحیم و کریم ہے۔ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا گناہ بخشتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے بھی اپنے ماتحتوں اپنے ساتھیوں پر رحیم و کریم ہوں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کو عام محاورہ میں رفیق کہنا جائز نہیں۔ یہ لفظ اسماء الہیہ سے نہیں ہے۔ یہاں لغوی معنی سے استعمال ہوا ہے۔

مطلب یہ کہ نرمی سے دنیا و آخرت کے وہ کام بن جاتے ہیں جو سختی سے نہیں بنتے اکثر سختی سے دوست دشمن بن جاتے ہیں اور بنتے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں اور نرمی سے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں اور بگڑتے ہوئے کام بھی بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

یاطالب الرزق الهینى بقوة

ھیہات انت بباطل مشغوف

اکل العقاب بقوة جیف القلا

درعی الذباب الشهد وهدر ضعيف

ترجمہ = یعنی سختی سے روزی نہ کماؤ عقاب سختی کی وجہ سے مردار ہی کھاتا ہے اور شہد کی مکھی نرمی کی وجہ سے پھول چوستی ہے۔
(مرقات)

بدگوئی سختی کا نتیجہ ہے اولاد میں سختی آتی ہے پھر بدگوئی پھر زبان درازی اور پھر ہاتھ پائی یعنی مار پیٹ پھر قتل و خون۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ شیطان پر سخت رہو اور مسلمان بھائی پر نرم۔

اگر حقیر آدمی کے دل میں نرمی ہو تو وہ عزیز بن جائے گا۔ عظیم الشان آدمی کے دل میں سختی ہو تو وہ حقیر ہو جائے گا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

در بہاراں شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

ترجمہ :- پتھر بہار میں سبزہ زار نہیں بنتے یہ مٹی ہی ہے کہ اس میں رنگ رنگ کے پھول کھلتے ہیں

لوہا نرم ہو کر اوزار بنتا ہے اور سونا نرم ہو کر زیور۔ زمین نرم ہو کر قابل کاشت ہوتی ہے انسان نرم ہو کر ولی بن جاتا ہے۔ جس پر رب مہربان ہوتا ہے اسے نرم دل بنا دیتا ہے جس پر رب کا قہر ہوتا ہے اسے سخت دل کر دیتا ہے۔ سخت دل پر کسی کا وعظ اثر نہیں کرتا۔

(مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۰۷

یہود و نصاریٰ کی اتباع کی پیشینگوئی

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّىٰ لَوْ دَخَلُوا حُجْرَ ضَبِّ تَبِعْتُمُوهُمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ قَالَ فَمَنْ

مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب تغبیر الناس)

ترجمہ :-

حضرت ابو سعیدؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے سے پہلے لوگوں کی راہ چلو گے بالشت بالشت کے مطابق اور گز گز کے مطابق۔ حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہود و نصاریٰ کے؟ فرمایا تو اور کون؟ (بخاری و مسلم)

تشریح :-

سنن جمع سننہ کی بمعنی طریقہ روشن خواہ اچھا ہو یا برا۔ یہاں بر ا طریقہ مراد ہے۔ اگلوں سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں یعنی تم ان یہود و نصاریٰ کے نقال بنو گے۔ اور رسم و رواج ان کی چال ڈھال پسند کرو گے۔ اسے ہی اختیار کرو گے بالکل ان کے مطابق ہو جاؤ گے جیسے ایک ہاتھ کی بالشت دوسرے ہاتھ کی بالشت کے برابر ہوتی ہے یا جیسے ایک گز دوسرے گز کے بالکل برابر ہوتا ہے۔ دیکھ لو آج ہمارا کیا حال ہے یہ فرمان پڑھئے اور اپنا حال دیکھئے۔ ہندو، سکھ، پارسی، مجوسی سب اپنی شکل، اپنے لباس کو اپنی وضع قطع کو پسند کرتے ہیں مگر مسلمان ہیں کہ عیسائیوں کی نقل میں فنا ہوئے جا رہے ہیں۔ سردیسی ہے تو بال انگریزی، منہ دیسی ہے تو زبان انگریزی، غذا دیسی ہے مگر اسے کھاتے ہیں انگریزی طریقے سے۔

اگر عیسائی ایسا کام کریں جس میں کوئی نفع نہ ہو صرف تکلیف ہی ہو تو تم ان کی

نقالی میں وہ کام ضرور کرے گا۔ دیکھ لو سخت سردی ہے مگر صاحب بہادر سر نہیں ڈھکتے۔ ننگے سر پھرتے ہیں بیمار ہو جانے ہیں منہ سے بھی روتے ہیں اور آنکھوں، ناک سے بھی۔ جنٹلمین بن کر روٹی کھڑے ہو کر بلکہ گھوم گھوم کر کھاتے ہیں اور عیسائی عورتوں کی نقالی میں ہماری عورتیں نیم عریاں لباس پہن کر فخر محسوس کرتی ہیں۔ اور اسے نام دیا جاتا ہے روشن خیالی کا۔ پوچھنا چاہئے کہ ان حرکتوں سے کیا فائدہ ہے؟ صرف نقصان اور تکلیف ہی ہے۔ یہ ہے اس فرمانِ عالی کا ظہور۔ اس غیب دان نبی کریم ﷺ کے علم کے قربان۔

انگلوں سے یہی قومیں مراد ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ انسان معجون مرکب ہے اس میں حیوانیت بھی ہے اور ملکیت بھی (فرشتوں کی صفات) اگر انسان پر ملکیت غالب آجائے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے اور اگر اس پر حیوانیت کا غلبہ ہو جائے تو اسُفَلُ السَّافِلِينَ میں پہنچ جاتا ہے۔

حاکم نے بروایت حضرت ابن عباسؓ حدیث نقل کی اگر عیسائی سڑکوں پر اپنی بیویوں سے صحبت کریں گے تو تم بھی ایسا ہی کرو گے؟

(مرقات، مرأت معاضافہ)

حدیث نمبر :- ۱۰۸

مشورہ کی اہمیت اور سیاسی حالات کی پیشینگوئی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ إِذَا كَانَ أَمْرًا وَكُمْ خَيْرًا كُمْ وَأَغْنِيَاءَ كُمْ سَمَحًا وَكُمْ
وَأُمُورَكُمْ سُورَى بَيْنَكُمْ فَظَهَرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ
بَطْنِهَا وَإِذَا كَانَ أَمْرًا وَكُمْ شَرًّا كُمْ وَأَغْنِيَاءَ كُمْ بُخْلًا كُمْ
وَأُمُورَكُمْ إِلَى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ
ظَهْرِهَا۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

(مشکوٰۃ باب تغیر الناس)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
کہ جب تمہارے حکام تم میں بہترین ہوں اور تمہارے مالدار تم میں سے سخی ہوں اور تمہارے کام
تمہارے آپس کے مشورہ سے ہوں تو تمہارے لئے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور
جب تمہارے حکام تم میں سے بدترین ہوں اور تمہارے مالدار تم میں سے کنجوس ہوں اور تمہارے
کام تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو پھر تمہارے لئے زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔
(ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

تشریح :-

جب تک کہ بادشاہ اور حاکموں میں تقویٰ دینداری رہے - امیروں میں سخاوت اور
خدا ترسی رہے اور تمہارے گھروں کے کام گھر والوں کے مشورہ سے ' قومی کام قوم کے مشورہ

سے ، ملکی کام ملک والوں کے مشورہ سے ہوا کریں تم میں جمہوریت ہو، شخصیت نہ ہو - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - **وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ** (ہر کام مشورہ سے کرتے ہیں) اور فرماتا ہے **وَ أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ**

(اور ان کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے) پ ۲۵

لیکن اللہ و رسول ﷺ کے احکام میں کسی مشورہ کی گنجائش نہیں۔ مشورہ والے کاموں میں ضرور مشورہ کرے - نماز روزے کے لئے مشورہ کی ضرورت نہیں۔ ملکی انتظامات ، بچوں کی شادی بیاہ کے لئے ضرور مشورہ کرو۔ ایسے حالات میں تمہاری زندگی تمہاری موت سے بہتر ہے کہ اس زندگی میں تم نیکیاں بڑھا کر آخرت کا توشہ زیادہ جمع کر لو گے۔

لیکن اگر حالات ایسے ہو جائیں کہ بادشاہ ، حکام ظالم فاسق ہوں جن کے دلوں میں نہ خدا کا خوف ہو نہ نبی کریم ﷺ سے شرم اور امیروں میں غرباء پروری ، ملک و قوم کی خدمت کا جذبہ نہ رہے انہیں اپنا خزانہ بھرنے کی ہی فکر رہے ، اپنا بنک بیلنس بڑھانے کے چکر میں ہی رہیں گھر کی کارمختار عورتیں ہی ہو جائیں کہ وہ جو چاہیں سو کریں - مردان کے ماتحت ہو جائیں - یہ لعنتیں آج کل مکمل طور پر دیکھی جا رہی ہیں - پہلے قحط سالی میں امیر لوگ غرباء پروری کرتے تھے ، اب غریبوں کا خون چوس کر اور زیادہ امیر بننے کی کوشش کرتے ہیں - گھروں میں عورتیں خود مختار ہیں - مردوں کی کچھ نہیں چلتی - حکام اور عدالتوں کے حال بالکل ظاہر ہیں - ملک میں انتشار ، جرموں کی زیادتی ، عام چوری ڈکیتی ، قتل و خون اور عدالتوں کے خرچ انہی کے سہارے ہو رہے ہیں - آج انصاف ملتا نہیں پکتا ہے - اس کے لئے لوہے کے پاؤں ، چاندی کے ہاتھ اور نوح علیہ السلام کی عمر چاہئے - اللہ سے فریاد ہے -

فرمانِ پاک کلمہ مطلب ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں زندگی فتنوں سے گھری ہوگی، انسان زندگی میں گناہ زیادہ کرے گا۔ موت راحت کا ذریعہ ہوگی۔ قبر گھر سے بہتر ہوگی۔ ایسی حالت میں اگر مسلمان اپنی موت کی تمنا یاد آ کرے تو کنہگار نہ ہوگا۔ (مرآت)

حدیث نمبر :- ۱۰۹

مسلمانوں کی بزدلی اور سیاسی حالات بدل جانے کی پیشینگوئی

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عِدْوِكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ -

(مشکوٰۃ باب تغیر الناس)

ترجمہ :-

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ امتیں تم پر ایک دوسرے کو ایسی دعوت دیں جیسے کھانے والے اپنے پیالہ کی طرف (دعوت دیتے ہیں) کسی نے کہا کیا اس دن ہماری کمی کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ فرمایا بلکہ تم اس دن زیادہ ہو گے۔ لیکن تم سیلاب کے میل کی طرح ایک سیل بن جاؤ گے اور اللہ تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دل میں سُستی، ضعف ڈال دے گا۔ کسی کہنے والے نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے ڈر۔

(ابوداؤد، بیہقی دلائل النبوة)

تشریح :-

یعنی کفار کی قومیں، یہود و نصاریٰ، مشرکین، مجوسی وغیرہ تم کو مٹانے کے لئے متفق ہو جائیں گے بلکہ ایک دوسرے کو دعوت دیں گے کہ آؤ مسلمانوں کو مٹاتے، انہیں ستاتے ہیں۔ تم بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ اب دیکھ لو۔ یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے دشمن ہیں مگر آج مسلمانوں کو مٹانے کے لئے دونوں بلکہ مشرکین بھی ان کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ یہ ہے فرمان پاک کا ظہور حضور ﷺ کا ایک ایک لفظ حق ہے۔

ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ ہمارے مقابلے میں جو کفار کے حوصلے اتنے بلند ہو جائیں گے اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس زمانے میں ہماری تعداد تھوڑی ہوگئی ہوگی؟ آج ہماری تعداد زیادہ ہی ہے۔ اس سے کفار پر ہماری دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ فرمایا آج کے مقابلہ میں تمہاری تعداد اس

دن زیادہ ہوگی مگر تم ایسے ہو گے جیسے سمندر میں پانی کے میل کا دکھاوا زیادہ حقیقت کچھ نہیں۔ بزودی
'نا اتفاقی' پریشانی دل، آرام طلبی، عقل کی کمی، موت سے ڈر دنیا سے محبت تم میں بہت ہو جائے
گی۔ (مرقات)

ان وجوہات سے کفار کے دل سے تمہاری ہیبت نکال دی جائے گی۔

وہن بمعنی سُستی، ضعف، کمزوری، مشقت ہے۔ یہاں اس سے مراد سُستی یا
ضعف ہے رب فرماتا ہے۔ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ
(جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف کی حالت میں (اپنے پیٹ میں) برداشت کرتی رہی) پ ۲۱
اور فرماتا ہے رَبِّ اِنِّیْ وَهْنِ الْعَظْمِ مِیْنِیْ -

(اے میرے رب میرے جسم کی ہیاں کمزور ہو گئی ہیں) پ ۱۶

یعنی تم دل کے کمزور و سُست ہو جاؤ گے۔ جہاد سے دل چراؤ گے۔ مقصد یہ ہے کہ اس
سُستی و ضعف کا سبب دو چیزیں ہیں ایک دنیا میں رغبت دوسرا موت کا خوف۔ جس قوم میں یہ
دو چیزیں جمع ہو جائیں وہ عزت کی زندگی نہیں گزار سکتی۔ خیال رہے کہ حُب دنیا اور موت سے
نفرت لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔

جو قوم خیانت کرنے کی عادی ہوگی اس کا اثر یہ ہوگا کہ اس قوم کے دل میں ہمت و
جرات نہ رہے گی۔ دشمن کا خوف اس پر غالب ہوگا۔ اس کے مقابلے میں امین کا دل قوی ہوتا
ہے۔ (مرأت)

حدیث نمبر :- ۱۱۰

نفل نماز یا کسی نیکی کا ثواب بخشنا جائز ہے

عَنْ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ يَقُولُ انْطَلَقْنَا حَاجِّينَ فَاذْأَرَجُلٌ
فَقَالَ لَنَا اِلَى جَنَبِكُمْ قَرِيَّةٌ يُقَالُ لَهَا الْاُبْلَةُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ
مَنْ يَضْمِنُ لِي مِنْكُمْ اَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَارِ
رَكَعَتَيْنِ اَوْ اَرْبَعًا وَيَقُولُ هَذِهِ لِابِي هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ خَلِيْلِي
اَبَا لِقَاسِمٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ
يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَارِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شُهَدَاءً لَا يَقُومُ مَعَهُ
شُهَدَاءٌ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ هَذَا الْمَسْجِدُ
مِمَّا يَلِي النَّهْرَ (مشکوٰۃ باب الملاحم)

ترجمہ :-

صالح ابن درہم روایت فرماتے ہیں کہ ہم حج کرنے جا رہے تھے کہ ایک شخص ملا پس اس نے کہا کیا تم سے قریب کوئی بستی ہے جسے ابلہ کہا جاتا ہے؟ ہم بولے ہاں ہے۔ تو اس نے کہا تم میں سے کون اس کا ضامن بنتا ہے کہ میرے لئے مسجد عشر میں دو یا چار رکعتیں پڑھ دے اور یہ کہہ دے کہ یہ نماز ابو ہریرہؓ کی ہے۔ میں نے اپنے محبوب ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسجد عشر سے ایسے شہید اٹھائے گا کہ ان کے سوا شہداء بدر کے ساتھ کوئی نہ کھڑا ہوگا۔

(ابوداؤد اور فرمایا کہ یہ مسجد نہر کے قریب ہے)

تشریح :-

حدیث مذکور کے راوی صالح بن درہم تابعی ہیں قبیلہ بابلہ سے ان کا تعلق اور آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ اور سمرہ بن جندبؓ سے روایات لی ہیں پھر آپ سے شعبہ اور سلطان نے روایات لیں۔ (اکمال مرقات)

أَبْلَه (الف کے پیش اور لام کے شد سے) یہ بصرہ کے قریب مشہور بستی ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ دنیا میں چار شہر زمین کی جنت ہیں۔ بصرہ کا ابلہ، دمشق کا غوطہ، سمرقند کا خند اور بوان شہر کا شعب۔ یہ چاروں بستیاں بہت ہی سرسبز ہیں اس ملنے والے شخص کا کہنا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مسجد عشر میں جو کہ ابلہ کی مشہور و متبرک مسجد ہے دو یا چار رکعت نفل پڑھ کر مجھے ان الفاظ سے ایصالِ ثواب کر دے کہ الہی یہ نماز جو ہم نے پڑھی یہ ابو ہریرہؓ کی طرف سے ہے۔ اس کا ثواب انہیں ملے۔ اس حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے

- ۱- متبرک و مقدس مسجد میں نماز ادا کرنا دوسری جگہ کی نمازوں سے افضل ہے۔ دیکھو مسجد نبوی ﷺ کی ایک نیکی دوسری جگہ کی پچاس نیکیوں کے برابر ہے۔
- ۲- نماز کا ثواب دوسرے کو بخش دینا درست ہے ہاں کسی کی طرف سے فرض نماز نہیں پڑھی جاسکتی وہ تو خود ہی پڑھنا پڑے گی۔

۳- کوئی نیکی کر کے کسی دوسرے کو ثواب بخشنا کہ اے خدا اس کا ثواب فلاں کو ملے بالکل جائز بلکہ سنت صحابہ کرامؓ ہے۔ لہذا فاتحہ، مروّجہ ختم شریف وغیرہ بالکل درست ہے۔ دیکھو حضرت ابو ہریرہؓ "ثواب بخشنے کے الفاظ بتا رہے ہیں۔

۴- اپنے سے بڑے کو ثواب بخشنا جائز ہے۔ اگرچہ وہ کیسی ہی شان کا مالک ہو۔ دیکھو جناب ابو ہریرہؓ صحابی ہیں اور تابعین کو اپنے لئے ثواب کا حکم دے رہے ہیں۔ یہ حدیث بہت سے احکام کا ماخذ ہے۔ نیز زندہ کو زندہ کا ثواب بخش دینا جائز ہے۔

یعنی آخر زمانہ میں ایک عظیم الشان جہاد ہوگا اس جہاد کے غازی اس مسجد میں جمع ہو کر میدان میں جا کر شہید ہونگے۔ وہ کل قیامت میں شہداء بدر کے ساتھ کھڑے ہونگے۔ لہذا اس مسجد میں نماز پڑھنا بہت ہی افضل ہے۔ معلوم ہوا اگرچہ ساری مسجدیں اللہ کا گھر ہیں مگر جس مسجد میں یا جس شہر میں اللہ کے مقبول بندے رہ چکے ہوں یا اب رہتے ہوں یا آئندہ رہنے والے ہوں۔ وہ دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔ اس نسبت کی وجہ دیکھو کہ وہ غازی شہداء قریب قیامت اس مسجد میں جمع ہونگے مگر وہاں نماز آج ہی سے افضل ہے۔ جس مقام پر حضور ﷺ نے قدم بھی رکھا ہے وہ مقام اللہ کو محبوب ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سفیدہ زمین کا ادب کیا جہاں آئندہ مدینہ منورہ شہر آباد ہونے والا تھا۔ (مرآت)

تمام شد

”سراج الہدیٰ المعروف فصل الخطاب حصہ اول و حصہ دوم“

”بتوفیق اللہ و احسانہ“

خوشا مسجد و منبر و خانقاہ ہے
 کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ
 دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف
 زیر سرپرستی صاحبزادہ الحاج حافظ پیر محمد مطلوب الرسول صاحب للہی
 سجادہ نشین آستانہ عالیہ للہ شریف

ادارہ ہذا ایک سو تریسٹھ (163) سال سے تشنگانِ علم و ادب کو سیراب کر رہا ہے۔ شعبہ حفظ و ناظرہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث وغیرہ اور میٹرک تک مقامی و غیر مقامی طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ قیام و طعام اور لباس ادارہ کے ذمہ ہے۔ غریب طلباء کو وظائف بھی دئے جاتے ہیں۔ اس وقت دو سو طلباء نور قرآن سے اپنے قلوب متور کر رہے ہیں۔ یہ سب حکومتی تعاون کے بغیر ہو رہا ہے۔ تاہم مخیر حضرات کا تعاون قابلِ صد تحسین ہے۔ دارالعلوم میں آٹھ اساتذہ متعین ہیں مزید برآں ادارہ میں سال بھر میں مذہبی تقریبات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے جو ذیل ہیں :-

- ☆ ۱۲ ربیع الاول عید میلاد النبی ﷺ اور جلسہ و جلوس
- ☆ ۲۱ ربیع الاول عرس اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۲۶ رجب المرجب شب معراج شریف ﷺ ﴿عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے﴾
- ☆ ۷ رمضان المبارک عرس حضرت ثالث عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۱۸ ذوالحجہ عرس حضرت ثانی دوست محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۱۳ اکتوبر عرس قصور شریف

منجانب :- ادارہ دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف (ضلع جہلم)

خوشا مسجد و منبر و خانقاہ کہ در وے بود قیل و قال محمد

دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف

نویسنہ: شیخ صاحبزادہ الحاج حافظ پیر محمد مطلوب الرسول صاحب للہی

نچادہ نشین آستانہ عالیہ للہ شریف

دارالعلوم جامعہ مقبولیہ (170) سال سے تشنگان علم و ادب کو سیراب کر رہا ہے۔ شعبہ فقہ و فرائض، مدرسہ مدرس کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث وغیرہ اور میٹرک تک کے امتحانی و غیر امتحانی طلباء، و منڈت تعلیم دی جاتی ہے۔ قیام و طعام اور لباس ادارہ کے ذمہ ہے۔ غریب طلباء کو مفت کفالت دی جاتی ہے۔ اس وقت دو سو طلباء تعلیم کے لیے قیام پذیر رہتے ہیں۔۔۔ یہ سب حکومتی تعاون کے بغیر ممکن ہے۔ تاہم غیر انتظامات کا تعاون قابل صد تشکر ہے۔ دارالعلوم میں آٹھ سو طلبہ متعین ہیں مزید برآں ادارہ میں سال بھر میں مذہبی تقریبات کا انعقاد بھی یہاں مناسب ہوتا ہے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ میں میلاد النبی ﷺ اور جلسہ و جلوس

۲۱ ربیع الاول عرس اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۶ ربیع الاول شب معراج شریف ﷺ

۷ رمضان المبارک عرس حضرت ثالث عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۸ ذوالحجہ عرس حضرت ثانی دوست محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۴ اکتوبر عرس قصور شریف

منجانب:- ادارہ دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف (ضلع جہلم)